فروغ سیرت میں ماہنامہ "نعت" لاہور کا کردار

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

حافظ محمد انعام الحق

M Phil Fall 2017- Roll Nu 00010

مقالہ نگران

ڈاکٹر علی اکبر الازہری

ایسوسی ایٹ پروفیسر، لاہور گیریژن یونیورسٹی

شعبہ علوم اسلامیہ

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

سیشن: 2017–2019

بسم الله الرحمن الرحيم

حلف نامہ

میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ بعنوان "**فروغ سیرت میں ماہنامہ "نعت" لاہور کا کردار**" برائے حصول سند ایم فل (علوم اسلامیہ) خود تحریر کیا ہے۔ مقالہ میں کسی قسم کے سرقہ سے کام لیے بغیر تحقیق کے اصولوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے یہ مقالہ کسی یونیورسٹی میں ایم فل کی سطح پر حصول سند کے لیے پیش نہیں کیا گیا۔ اس مقالے کے تمام نتائج تحقیق اور جملہ عوامل کا ذمہ دار ہوں اور غلط بیانی کی صورت میں یونیورسٹی تادیبی کاروائی کر سکتی ہے۔

نام و دستخط مقالہ نگار:

نام--------------------------

تاریخ--------------------------

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتاہوں کہ حافظ محمد انعام الحق نے یہ مقالہ "فروغ سیرت میں ماہنامہ "نعت" لاہور کا کردار" برائے حصول سند ایم فل (علوم اسلامیہ) میری نگرانی میں بڑی محنت سے مکمل کیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق مقالہ میں سرقہ سے کام نہیں لیا گیا ہے اس کے نتائج، انداز تحریر و تحقیق سے مطمئن ہوں میرے خیال میں یہ مقالہ برائے جانچ اور زبانی امتحان جناب ناظم امتحانات LGU لاہور کو بھیجا جا سکتا ہے تاکہ مزید کاروائی کی جاسکے۔

نگران مقالہ

ڈاکٹر علی اکبر الازہری

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

انتساب

حضور رحمتِ دوعالم ﷺ کے نام۔۔۔۔۔۔!

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اسکے لاریب محبوب خاتم النبین حضرت محمد ﷺ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں جنکی خاص عنایت سے مجھے اس مقالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا ہوئی۔ اس کے بعد اپنے والدین، اہل خانہ اور رفیقہ حیات کا بے حد ممنون ہوں جن کی دعاؤں کی بدولت آج یہ مقالہ پایا تکمیل کو پہنچا۔

اپنے تمام اساتذہ جن میں محترم ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی صاحب، مقالہ نگران محترم ڈاکٹر علی اکبر الازہری صاحب، راجا رشید محمود صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اپنے محققانہ اندازِ تربیت سے قدم قدم پر میری علمی رہنمائی فرمائی۔ اس کے علاوہ حافظ غلام علی صاحب اور حافظ عبد العزیز دیگر تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے اس تحقیقی کام کے مواد کے حصول میں میری معاونت فرمائی۔

مقالہ نگار

حافظ محمد انعام الحق

ایم فل سکالر لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

موضوع کا تعارف واہمیت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ الاحزاب:21

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

مطلب یہ کہ تمہاری عبادات، معاملات، نشست وبرخاست اور زندگی کے ہر شعبہ جات میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی رہبر ورہنما ہے۔ پھر کرم بالائے کرم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ہر ہر پہلو کو محفوظ رکھنے کا خوبصورت اہتمام فرمایا ہے۔ امت محمدیہ ﷺ میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے جنھوں نے اپنے نبی ﷺ کے قول وفعل اور آپ ﷺ کی تقریر کو لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ ان حضرات سرکار دوعالم ﷺ کی ذات گرامی، آپ ﷺ کے ارشادات، آپ ﷺ کی طرزِ زندگی اور اسوہ حسنہ کے بارے میں وہ ساری معلومات جمع کر کے امت کے لیے محفوظ کر دیں جو امت کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے ناگزیر ہیں۔ یا جن کی دستیابی محققین اور مؤرخین کی ضرورت کے لیے لازمی ہے۔ یا جن سے واقفیت ایک عام مسلمان اور بالخصوص عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے ذریعہ محبت ہیں۔ چنانچہ پہلی صدی میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے، اپنے دیگر ہم عصر اصحاب جستجو کے ساتھ مل کر سیرت مبارکہ کے بارے میں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معلومات و مشاہدات کو یکجا کرنا شروع کیا۔ اسی طرح حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے، اسی ابتدائی تعمیر میں ہاتھ بٹایا۔ ان حضرات کے علاوہ کبار تابعین میں سے بہت سے جید اہل علم مثلاً ابن شہاب زہری اور ان کے معاصرین نے اس مواد کے جمع کرنے میں اپنی پوری پوری زندگیاں گزار دیں اور سالہاسال ملکوں کا سفر کرنے میں صرف کیا۔ یوں ان حضرات نے اپنی زندگیاں اور مال ودولت قربان کر کے ایک ایسا ذخیرہ امت کے لیے

محفوظ کر دیا جس پر آگے چل کر امت نے سیرت کے وہ عظیم الشان عمارت کھڑی کی جس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کے ذخیرے سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے سیرت مصطفیٰ ﷺ پر لکھا جاتا رہا۔ ماہنامہ نعت، لاہور بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جنھوں نے سیرت کے حوالے سے نظم و نثر کی صورت میں کام پیش کیا ہے۔ سیرت رسول اللہ ﷺ کے افادہ واستفادہ کے پیشِ نظر ماہنامہ نعت، لاہور کا سیرت نبوی ﷺ میں کردار کا جائزہ اس مقالے میں پیش کیا جائے گا۔

عصر حاضر کے گوناگوں مسائل کا حل اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت میں پوشیدہ رکھا ہے اس لیے ضروری ہے کہ آج کا انسان جن مسائل میں گھرا ہوا ہے، اسے سیرت نبوی ﷺ سے آشنا کروایا جائے تاکہ وہ ان مسائل کا حل تلاش کر سکے۔ نبی کریم ﷺ کے آفاقی پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کے لیے بے شمار کتب ورسائل لکھے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض رسائل اگرچہ موضوع کے لحاظ سے مختلف تھے لیکن ان میں سیرت نبوی ﷺ کا موضوع موجود رہا ہے۔ ماہنامہ نعت، لاہور نے نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اجاگر کرنے کے لیے منفرد کردار ادا کیا ہے۔ کیونکہ نعت میں حضور اکرم ﷺ کی شان و عظمت کو بیان کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے خصائل و شمائل کا بیان ہوتا ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ جہاں نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو بطور نثر لوگوں تک پہنچایا گیا اسی طرح نظم کے انداز میں بھی نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو اجاگر کیا جائے۔ ماہنامہ نعت، لاہور کا فروغ سیرت میں کردار دوجہتی ہے، اس لیے یہ کام ایک منفرد اہمیت کا حامل ہے۔

اسباب اختیار موضوع

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور احوال زندگی کا مطالعہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے ضروری ہے بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی ایک فریضہ انسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء:59)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اے مسلمانو! تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے۔(احزاب:21)

ہمیں اپنے آپ کو انہیں کے رنگ میں رنگنے اور ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن ہم اس حکم کی تعمیل صرف اسی صورت میں کرسکتے ہیں جبکہ سیرت طیبہ سے واقفیت حاصل کرلیں، اور بار بار پڑھیں، سنیں، دوسروں سنائیں، خود یاد رکھیں، دوسروں کو یاد دلائیں۔ مقالہ ھٰذا میں سیرت طیبہ کے موضوع کو اختیار کرنے یہی اسباب ہیں۔

تحقیق کے اہداف

1۔ماہنامہ نعت، لاہور اوراس کے مدیر کی علمی، فکری اور تحقیقی کاوشوں کو منظر عام پر لانا۔

2۔ماہنامہ نعت، لاہور میں سیرت نبوی ﷺ سے متعلق نظم ونثر پر مشتمل کلام کا جائزہ۔

3۔ دورِ حاضر سیرت نبوی ﷺ کی ضرورت واہمیت اور اس کے ثمرات کا جائزہ لینا۔

سابقہ کام کا جائزہ

سیرت نبوی ﷺ پر بے شمار مقالات تحریر کیے گئے ہیں، لیکن ماہنامہ نعت لاہور میں سیرت کے حوالے سے جو کام موجود ہے وہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے اور اس پر میری معلومات کے مطابق اب تک ایم۔ فل لیول پر کام نہیں ہوا۔ تاہم مختلف جامعات میں درج ذیل عناوین کے تحت کچھ کام ہوا ہے۔ وہ بھی اس ماہنامہ کی علمی، ادبی اور دینی افادیت کا غماز ہے۔

1۔ راجہ رشید کی ادبی خدمات

2۔ راجہ رشید کی نعت گوئی

3۔ماہنامہ نعت کے مطبوعہ مضامین کا اشاریہ

4۔ماہنامہ نعت کے سیرت نمبرز کا تعارفی جائزہ

5۔ فروغ نعت میں ماہنامہ نعت لاہور کا کردار

6۔ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشرتی نفسیات کا تحقیقی مطالعہ، شعبہ علوم اسلامیہ مالاکنڈ یونیورسٹی

7۔ سیرت نگاری کے فروغ میں "ششماہی السیرہ عالمی" کا کردار، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

لیکن ماہنامہ نعت لاہور کے سیرت کے پہلو پہ ابھی تک کام نہیں ہوا۔

موضوع پر تحقیق کے بنیادی سوالات

1۔ ماہنامہ نعت، لاہور میں سیرت کے کن کن پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے؟

2۔ ماہنامہ نعت، لاہور میں سیرت طیبہ کو نثر کی صورت میں بیان کرنے کا منہج واسلوب کیا ہے؟

3۔ ماہنامہ نعت، لاہور میں سیرت نبوی ﷺ پر پیش کیا گیا کام سیرت نبوی ﷺ کے بنیادی ماخذ سے کس حد تک مطابقت رکھتا ہے؟

تحقیق کا منہج

1۔ میری تحقیق کا منہج تجزیاتی اور بیانیہ ہو گا

2۔ حوالہ جات لاہور گیریژن یونیورسٹی کے دیے گئے ریسرچ فارمیٹ کے مطابق دیے جائیں گے۔

3۔ بنیادی ماخذ سے استفادہ کیا جائے گا۔

4۔ بنیادی ماخذ کی عدم موجودگی میں ثانوی ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

فہرست

باب اول: تعارفی مباحث 1

فصل اول: سیرت کا معنی و مفہوم اور اس کا اطلاق 2

سیرت کا لغوی مفہوم 3

سیرت کا اصطلاحی مفہوم 5

لفظ سیرت کا استعمال قرآن میں 8

لفظ سیرت کا استعمال حدیث میں 9

سیرت کا موضوع 12

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی ضرورت و اہمیت 14

مناہج سیرت 16

محدثانہ اسلوب 17

مؤرخانہ اسلوب 17

مؤلفانہ اسلوب 18

فقیہانہ اسلوب 18

متکلمانہ اسلوب 19

ادیبانہ اسلوب 19

مناظرانہ اسلوب 19

فصل دوم: ماہنامہ نعت و مدیران کا تعارف	**21**
ماہنامہ نعت کا آغاز	22
ماہنامہ نعت کی اشاعت کے اسباب	22
ماہنامہ نعت کے بارے میں اہل علم کی آراء	23
دورانِ اشاعت پیش آنے والی مشکلات	28
مدیران کا تعارف	**29**
راجا رشید محمود	29
محترمہ شہناز کوثر	34
راجا اختر محمود	36
راجا اظہر محمود	37
فصل سوم: ماہنامہ نعت کی خصوصیات	**38**
باب دوم: حصہ نثر میں ماہنامہ نعت اور سیرت نگاری	**44**
فصل اول: سیرت طیبہ کے اہم واقعات اور ماہنامہ نعت	**45**
ولادت پاک	46
اعلان نبوت	58
معراج النبی ﷺ	60
ہجرتِ مدینہ	65

غزوہ بدر 69

صلح حدیبیہ 71

حجۃ الوداع 72

وصال النبی ﷺ 73

فصل دوم: فروغ تعلیمات سیرت اور ماہنامہ نعت 76

سیرت رحمت عالم ﷺ اور معاشرے کے کمزور طبقات 77

حضور ﷺ اور بچے 77

دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ خواتین 80

رسول اللہ ﷺ کے سیاہ فام رفقاء 83

اخلاقی تعلیمات اور ماہنامہ نعت 86

خلاصہ کلام 90

فصل سوم: تحفظ ناموس رسالت اور ماہنامہ نعت 91

تحفظ ناموس رسالت کی اہمیت 92

تحفظ ناموس رسالت اور قرآن 93

گستاخ رسول ﷺ کی شرعی سزا 95

گستاخ رسول ﷺ اور عہد رسالت 96

فتح مکہ اور گستاخ رسول ﷺ 98

عہدِ صحابہ اور گستاخِ رسول ﷺ 99

تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ 100

تحفظ ناموسِ رسالت کے حوالے سے پاکستانی کوششیں 101

فقہائے اندلس اور تحفظ ناموس رسالت 101

اسپین میں تحریک شماتت رسول ﷺ 102

سلمان رشدی اور اس کی کتاب کا پس منظر 103

شہیدان ناموس رسالت ﷺ 104

غازی عبد القیوم شہیدؒ 104

غازی عبد الرشید شہیدؒ 106

غازی محمد صدیق شہیدؒ 107

شہیدان ناموس رسالت نمبر 108

غازی علم الدین شہیدؒ 108

غازی عامر عبد الرحمٰن چیمہ شہیدؒ 113

خلاصہ کلام 115

باب سوم: فروغ سیرت میں ماہنامہ نعت لاہور کے اثرات و نتائج 117

فصل اول: سیرت نگاری کے حوالے سے ماہنامہ نعت لاہور کے خصوصی نمبروں کا تعارف 118

سیرت نمبروں کی اہمیت 119

ماہنامہ نعت کے اردو سیرت نمبروں کا تعارفی جائزہ	125
جہات سیرت	126
نزولِ وحی	128
حضور ﷺ اور بچے	130
شعب ابی طالب	134
تسخیر عالمین اور رحمۃ للعلمین ﷺ	136
نظام مصطفیٰ ﷺ کے چند پہلو	138
حضور ﷺ کی عادت کریمہ	140
حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت	141
حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین	143
ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ	145
اعزاز یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم	147
دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ صحابیات	148
ہجرتِ حبشہ	150
حضور ﷺ کی معاشی زندگی	151
سیرت منظوم	152
بیعت عقبہ	153

حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء	154
میلاد النبی ﷺ	155
معراج النبی ﷺ د	158
سراپائے سرکار ﷺ	160
خلاصہ بحث	161
فصل دوم: سیرت نگاری کے حوالے سے ماہنامہ نعت میں چھپنے والا منظوم کام	**162**
من اللہ	164
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا	166
شعب ابی طالب	166
طائف کا سفر	168
ہجرتِ مدینہ	169
مسجد نبوی کی تعمیر	170
مواخاتِ مدینہ	171
تحویل قبلہ	172
غزوہ بدر	173
غزوہ احد	174
غزوہ احزاب	175

صلح حدیبیہ	177
بادشاہوں کو دعوتِ اسلام	178
جنگِ موتہ	179
فتح مکہ	181
حجۃ الوداع	182
آخری روز بیٹی سے گفتگو	183
وصال النبی ﷺ	184
خلاصہ کلام	185
نتائج وسفارشات	186
اشاریہ آیات کریمہ	187
اشاریہ احادیث کریمہ	189
مصادر ومراجع	**194**

باب اول

تعارفی مباحث

فصل اول

سیرت کا معنی و مفہوم اور اس کا اطلاق

رسولِ کائنات، فخرِ موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ارض وسمارب العلیٰ نے نسلِ انسانی کے لیے نمونہ کاملہ اور اسوۂ حسنہ بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو فطری طریقہ قرار دیا ہے۔ محسن انسانیت صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے معمولات زندگی ہی قیامت تک کے لیے شعار و معیار ہیں، یہی وجہ ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر گوشہ تابناک اور ہر پہلو روشن ہے یومِ ولادت سے لے کر روزِ رحلت تک کے ہر ہر لمحہ کو قدرت نے لوگوں سے محفوظ کرادیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالوں نے محفوظ رکھا ہے اور سند کے ساتھ تحقیقی طور پر ہم تک پہنچایا ہے، لہٰذا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت واکملیت ہر قسم کے شک وشبہ سے محفوظ ہے دنیائے انسانیت کسی بھی عظیم المرتب ہستی کے حالات زندگی، معمولات زندگی، انداز واطوار، مزاج ورجحان، حرکات وسکنات، نشست وبرخاست اور عادات وخیالات اتنے کامل و مدلل طریقہ پر نہیں ہیں جس طرح کہ ایک ایک جزئیہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری شکل میں دنیا کے سامنے ہے یہاں تک کہ آپ سے متعلق افراد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اشیاء کی تفاصیل بھی سند کے ساتھ سیرت و تاریخ میں ہر خاص و عام کو مل جائیں گی۔

اس لیے کہ اس دنیائے فانی میں ایک پسندیدہ کامل زندگی گذارنے کے لیے اللہ رب العزت نے اسلام کو نظامِ حیات اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونۂ حیات بنایا ہے وہی طریقہ اسلامی طریقہ ہوگا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً، فعلاً منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت کہلاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے: من رغب عن سنتی فلیس منی "جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے"۔

عبادات وطاعات سے متعلق آپ کی سیرت طیبہ اور عادات شریفہ پر برابر لکھا اور بیان کیا جاتا رہتا ہے۔ دنیا میں ہر لمحہ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا آپ کی سیرت سنائی اور بتائی جاتی رہے گی پھر بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان پُرانا نہیں ہوگا یہی معجزہ ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہی تفسیر ہے "ورفعنالك ذكرك" کی۔

"سیرۃ" عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ اسم ہے جس کا مصدر "سیر" ہے جس کے معنی ہیں چلنا۔ جبکہ سیرت کے معنی ہیں چال چلن۔ مختلف لغات میں لفظِ "سیرۃ" کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

1۔السنة الطريقة، المذهب الحالة التي يكون عليها الانسان هو ذو سيرة صالحة۔[1]

ترجمہ: سنت طریقے اور راستے کو کہتے ہیں۔ وہ حالت جس پر چل کر انسان سیرتِ صالحہ کا مالک ہوتا ہے۔

2۔من طابت سیر ته حمدت سیر ته۔

ترجمہ: پاک باطن خوش عادت ہوتا ہے۔[2]

3۔السنة، الطريقة، الحالة التي يكون عليها الانسان وسيرة النبوية و كتب السير ماخوذة من السير بمعنى الطريقة۔[3]

ترجمہ: سیرت سے مراد سنت اور طریقہ ہے یعنی وہ حالت جس پر انسان ہوتا ہے۔ سیرت نبویہ اور کتب سیر (یہ دونوں) ماخوذ ہیں لفظ سیرت سے۔ اس کے معنی ہیں طریقہ۔

4۔الطريقة يقال (سار) بهم سيرة حسنة۔[4]

ترجمہ: سیرت کے معنی طریقے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے وہ اچھے طریقے پر چل پڑے۔

5۔ سنت، طریقہ، سلوک، رویہ، برتاؤ، سیرت، طرزِ زندگی، سوانح عمری۔[5]

6۔سيرة المعركة۔ (جنگ کی رفتار)[6]

7۔ سیرت نام ہے۔ روش، عادات، سوانح عمری، اور اسکی جمع سیر ہے۔[7]

8۔ لفظ سیرت "سار" کا اسم ہے۔ اس کے معنی ہیں طریقہ، طرز زندگی، ہیئت۔ "سیرۃ الرجل" کے معنی ہیں لوگوں کی سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی کیفیت۔[8]

---

[1] جبران مسعود، رائد الطلاب، مکتبہ نور، ص529،

[2] مولانا سعد حسن خان یوسفی ورفقاء، المنجد (عربی، اردو)، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت، ص506

[3] محمد ابراہیم انیس ورفقاء، ڈاکٹر، المعجم الوسیط، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ج 1، ص468،

[4] رازی، محمد بن ابی بکر بن عبد القادر، مختار الصحاح، مکتبہ لبنان، ص325،

[5] روحی البعلبکی و منیر البعلبکی، المورد الوسیط، مترجم پروفیسر عبد الرزاق، دار العلم للمدین، ص317،

[6] کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الاصلاحی (عربی، اردو)، دار الاشاعت، کراچی، ص291

[7] سجاد میرٹھی، قاضی زین العابدین، بیان اللسان (عربی، اردو)، دار الاشاعت، کراچی، ص382

[8] بلیاوی، ابو الفضل عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور، ص411

9۔ لفظِ سیرۃ دراصل سار، یسیر، سیر او مسیر اسے ماخوذ ہے۔ اور اس کے معنی ہیں۔ جانا، روانہ ہونا، چلنا، طریقہ ومذہب، سنت، ہیئت، حالت، کردار، کہانی، پرانے لوگوں کے قصے اور واقعات کا بیان، بالخصوص آپ ﷺ کے مغازی کا بیان اور پھر آپ ﷺ کے طریقہ کا بیان جو غیر مسلموں کے جنگ اور صلح میں آپ ﷺ نے روا رکھا اور آخری صورت میں آپ ﷺ کے تمام حالات کا بیان بمعنی سوانح عمری۔[9]

10۔ Character: علامت، نشانی، گن، خاصیت، خصلت، اخلاقی قوت، مستقل مزاجی، شہرت، ناموری، معروف آدمی، نقش کرنا، بیان کرنا۔[10]

11۔ Character: The combination of qualities that makes up a person's nature of personality.

ترجمہ: ایسے خصوصیات کا مجموعہ جو کسی فرد کی فطرت اور شخصیت کو بناتا ہے۔

(ii)Strong admirable qualities such as determination , courage, honesty , etc.

ترجمہ: مضبوط، قابل تعریف خصوصیات کا اجاگر ہونا جیسے کہ بہادری، ایمانداری وغیرہ۔[11]

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ لفظِ "سیرۃ" کا معنی لغوی اعتبار سے بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے اور ان تمام معنی کا اطلاق سیرت کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔

سیرت کی اصطلاحی تعریف:

لفظِ "سیرۃ" کی مختلف تعریفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کسی بھی شخصیت کے حالات زندگی، جس میں اس کے عادات واطوار، اخلاق وکردار، کارنامے اور معمولات زندگی شامل ہیں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے لغوی معنی میں چلنے پھرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لیے ابتداء میں یہ لفظ غزوات کے لیے استعمال ہوتا تھا کیونکہ جہاد وغزوات میں جگہ کی تبدیلی کے لیے سفر لازمی ہوتا ہے بلکہ: اول امورھا السیر الی الغزوۃ۔ یعنی میدان جنگ کی طرف چل کر جانے سے جہاد ومغازی کی ابتداء ہوتی ہے۔[12]

---

[9] اردو دائرۃ المعارف، دانشگاہ پنجاب، ج11، ص505

[10] اردو انگلش ڈکشنری، فیروز سنز، ص138، Chaplain

[11] Chambers 21st century Dictionary ,page233,

[12] الفاروقی، کشاف اصطلاحات الفنون، ص663 بحوالہ: السیرۃ العالمی، شمارہ3، مقالہ نگار: مولانا اکرام اللہ جان قاسمی

لہذا جن کتب میں غزوات اور جنگوں کا بیان ہوتا تھا انہیں "کتاب السیر" یا "کتاب المغازی" کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد اس لفظ کے مفہوم میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی۔ اور مذہبی، معاشرتی، معاشی غرضیکہ زندگی کے بیشتر امور اس کے مفہوم میں داخل ہو گئے۔ اسی لیے جب ہم سیرت النبی ﷺ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں حضور اکرم ﷺ کے حسن اخلاق، طرز زندگی، حیات مقدسہ میں پیش آنے والے واقعات، منصب، مشن کی تکمیل میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کی خاطر اگر ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آئی اور فوجی مہمات درپیش ہوئیں ان کے احوال شامل ہوتے ہیں۔

نیز احادیث کی تمام اقسام سیرت النبی ﷺ کا حصہ ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا قول، فعل اور آپ ﷺ کا سکوت یعنی صحابہ کے اعمال پر خاموشی اختیار کرنا بھی حدیث ہے۔ یہ تمام امور آپ ﷺ کے عادات واخلاق کے بھی آئینہ دار ہیں اور آپ ﷺ کی پسند وناپسند کا اظہار بھی ان سے ہوتا ہے۔

مزید بر آں لفظ "سیرت" کے مفہوم میں مزید وسعت پیدا کی گئی اور نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے علاوہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تاریخ کی دوسری اہم اور مشہور شخصیات کی سوانح عمری کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً سید سلیمان ندوی کی کتاب "سیرت عائشہ" شاہ معین الدین احمد ندوی کی "سیرت الصحابہ" شبلی نعمانی کی "سیرت النعمان" عبد السلام ندوی کی "سیرت عمر بن عبد العزیز" وغیرہ۔[13]

ڈاکٹر سید عبد اللہ کی رائے میں "تمام اشخاص کی سوانح حیات کو "سیرت" کہنا زیادتی ہے۔ سیرت کے لفظ کو اصولی طور پر حضور ﷺ کے حالات ہی سے مخصوص سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ کی بنیاد رسالت پر ہے۔ آپ ﷺ کا عمل قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔ لہذا سیرت نبوی کے الفاظ محض چند تاریخی واقعات وسوانح ہی کو محیط نہیں بلکہ سارا قرآن، اس کی تعلیمات، عقائد وارکان، عبادات، معاملات، معاشرت سب کچھ اس میں شامل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ سیرت کا لفظ جب نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مفہوم انتہائی وسیع ہو جاتا ہے اور اس میں آپ ﷺ کی ذات پاک کے حالات کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات، اہل بیت عظام، صحابہ کرام، حالات قبل از ولادت باسعادت بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

[13] ماہنامہ فکر و نظر، اپریل 1976ء، ص 82، فن سیرت نگاری پر ایک نظر، مضمون نگار: ڈاکٹر سید عبد اللہ

موجودہ دور میں لفظ سیرت انگریزی لفظ Life کے معنی میں مستعمل ہے اور Life کو عربی زبان میں "حیاۃ" کا نام دیا جاتا ہے۔ڈاکٹر حسین ہیکل نے بھی سیرت النبی ﷺ پر جو کتاب تحریر کی ہے۔اس کو حیاۃ محمد ﷺ کا نام دیا ہے۔ مختلف کتب میں سیرت کا اصطلاحی مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے:

1۔اصطلاح میں "سیرت" سے مراد حضور ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق وعادات کا بیان ہے۔[14]

2۔"سیرت" کے معنی میں خصوصیات سے حضور ﷺ کے مغازی کا بیان اور بعد ازاں آپ ﷺ کی زندگی کے حالات کا بیان شامل ہو گیا۔[15]

3۔مغازی ان جنگوں کو کہتے ہیں۔جن میں آپ ﷺ خود شریک ہوئے اس اعتبار سے "مغازی" کا دائرہ غزوات رسول ﷺ اور شریک جنگ اصحاب رسول ﷺ تک محدود رہنا چاہیے تھا۔لیکن اس اصطلاح کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اور عہد رسالت کے سارے واقعات پر کیا جانے لگا۔[16]

4۔تیسری صدی تک جو کتابیں سیرت کے نام سے مشہور ہیں۔مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت ابن عائد، سیرت اموی وغیرہ۔ان میں زیادہ تر غزوات ہی کے حالات ہیں۔البتہ زمانہ مابعد میں مغازی کے سوا اور چیزیں بھی شامل کر لی گئیں۔ مثلاً "مواہب لدنیہ" میں غزوات کے علاوہ سب کچھ ہے۔[17]

5۔ڈاکٹر سید عبد اللہ نے غیر مسلموں سے امن وجنگ کے زمانے کے احکام کو بھی "سیر" قرار دیا ہے۔[18]

6۔ قاری محمد طیب صاحب نے سیرت کی وضاحت ان الفاظ میں کی:"سرکار دوعالم ﷺ، فخر بنی آدمؑ، رسول الثقلین کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری وباطنی وسعتوں اور پنہائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے۔جو کسی شخص واحد کا دستور زندگی نہیں بلکہ جہانوں کے لیے ایک مکمل دستور حیات ہے۔جوں جوں

---

[14] اردو انسائیکلوپیڈیا، ص944

[15] اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، ج11، ص505

[16] سیرت نبوی ﷺ کی ابتدائی کتابیں اور ان کے مؤلفین، جوزف روونس، مترجم: نثار احمد فاروقی، ص11

[17] شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، مقدمہ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ج1، ص22

[18] اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، ج14، مقالہ سیرت، ص174

زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا۔اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری وہمواری کے لیے اس سیرت کی ضرورت شدید ترہوتی چلی جائے گی۔[19]

7۔"آنچہ متعلق بوجود پیغمبر ماوصحابہ کرام و آل عظام است دراز ابتدائے تولد آنجناب ﷺ تاغایت وفات آں را سیرت گویند"۔[20]

ترجمہ:جوکچھ ہمارے پیغمبر ﷺ ،حضرات صحابہ اور آل عظام کے مبارک وجود کے ساتھ متعلق ہو اور آنجناب ﷺ کی پیدائش سے وفات تک کے واقعات پر مشتمل ہو سیرت کہتے ہیں۔

8۔علامہ شبلی نعمانی سیرت اور صاحب سیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ "عالم انسانی اپنی تکمیل کے لیے ہمیشہ ایسے جامع کامل کا محتاج رہا جو صاحب شمشیر ونگیں بھی ہو اور گوشہ نشیں بھی،بادشاہ کشور کشا بھی ہو اور گدا بھی، فرمانروائے جہاں بھی ہو اور سجہ گرداں بھی، مفلس قانع بھی ہو اور غنی دریادل بھی۔یہ برزخ کامل، یہ ہستی جامع، یہ صحیفہ یزدانی،عالم کون کی آخری معراج ہے۔الیوم اکملت لکم دینکم۔عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں۔اس لیے یہ ہستی جامع دنیامیں آکر ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔اس لیے ضروری ہے کہ اس کی زبان کا ایک ایک حرف،اس کی حرکات وسکنات کی ایک ایک ادا،اس کے حلیہ کا ایک ایک خدوخال کا عکس لے لیا جائے کہ مراحل زندگی میں جہاں ضرورت پیش آئے، رہنمائی کے کام آئے۔[21]

لفظ سیرت کا معنی قرآن میں

لفظ"سیرۃ"کامادہ س،ی،ر قرآن کریم میں مختلف صیغوں کے ساتھ متعدد مقامات پر لغوی معانی میں استعمال ہوا ہے۔جبکہ لفظ"سیرہ" قرآن کریم میں صرف ایک مقام پر آیا ہے۔

سنعیدھا سیرتھا الاولی۔[22]

ترجمہ:اب ہم اسے پھر پہلی حالت پر پھیر دیں گے۔

---

[19] نقوش رسول نمبر، شمارہ30، مضمون سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول، مضمون نگار قاری محمد طیب

[20] دہلوی، شاہ عبدالعزیز، عجالہ نافعہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص214

[21] شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ج1، ص34

[22] طٰہٰ:21

اس آیت مبارکہ میں لفظ "سیرۃ" ہیئت، حالت، اور شکل وصورت کے معنوں میں آیا ہے۔ یہ اس واقعہ کا بیان جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اللہ کے حکم سے اژدھا کی صورت اختیار کر گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران و پریشان ہو گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ خوف نہ کھاؤ۔ ہم اسے دوبارہ پہلی شکل میں لے آئیں گے۔

فلما قضیٰ موسی الاجل وسار باھلہٖ۔[23]

ترجمہ: پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ اس آیت مبارکہ میں "سار" کا لفظ چلنے یا روانہ ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اولم یسیروا فی الارض۔[24]

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں۔

اس آیت مقدسہ میں "یسیروا" کا لفظ آیا اور سفر کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہوا۔

وتسیر الجبال سیرا۔[25]

ترجمہ: اور پھٹ پھٹ کر پہاڑ چلیں گے۔

اس آیت کریمہ میں س، ی، ر کا مادہ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ پہاڑوں کی حالت کے معنوں میں کہ وہ پھٹ جائیں گے اور چلنے کے معنوں میں پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔

فاقرءوا ماتیسر من القرآن۔[26]

ترجمہ: پس پڑھ لیا کرو قرآن جتنا تم سے آسانی سے ہو سکے۔

---

[23] القصص:29

[24] الروم:9

[25] الطور:10

[26] المزمل:20

یہاں تیسر کا لفظ آیا ہے جو ایک کیفیت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یعنی سہولت اور آسانی کی کیفیت۔ انہی معنوں میں سورۃ المدثر میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے: علی الکافرین غیر یسیر۔ کافروں پر یہ دن (قیامت کا دن) آسان نہیں ہو گا۔[27]

لفظ "سیرت" کا استعمال احادیث میں

احادیث مبارکہ میں بھی لفظ "سیرۃ" لغوی اور اصطلاحی دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔

1۔ وعن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ نصرت بالرعب مسیرۃ شهر۔[28]

ترجمہ: میری مدد کی گئی ہے ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ذریعہ۔

اس حدیث مبارکہ میں "سیرۃ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی فاصلے کے ہیں۔

2۔ وعن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بینما ہو یسیر مع رسول اللہ ﷺ مقفلہ من حنین۔[29]

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس اثنا میں کہ غزوہ حنین سے واپسی پر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔

یہاں پر "یسیر" کا لفظ آیا ہے جو چلنے کے معنی میں ہے۔

3۔ وعن عائشۃ قالت، قال رسول اللہ ﷺ یا عائشۃ! لو شئت سارت معی جبال الذهب۔[30]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔

اس حدیث میں بھی یہ لفظ چلنے کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

4۔ وانا علی ناضح لنا قد اعیا فلا یکاد یسیر۔[31]

ترجمہ: میں اپنے ایک اونٹ پر سوار تھا۔ چونکہ وہ تھک چکا تھا اس لیے بہت دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔

---

[27] المدثر:10

[28] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب التیمم، الرقم:5747

[29] ایضاً، کتاب الجہاد، باب الشجاعۃ فی الحرب والجنین

[30] شرح السنۃ، کتاب الفضائل، باب التواضع، الرقم:3577

[31] مولانا ظہور الباری، تفہیم البخاری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الجہاد، ج2، ص129

اس حدیث میں بھی چلنے کے معنی میں ہے۔

5۔قام علی علی المنبر فذکر رسول اللہ ﷺ فقال فقبض رسول اللہ ﷺ واستخلف ابوبکر رضی اللہ عنہ فعمل بعملہ وسار سیرتہ حتیٰ قبضہ اللہ عزوجل علیٰ ذالک ثم استخلف عمر رضی اللہ عنہ علیٰ ذالک فعمل بعملھا وسار سیرتھما حتیٰ قبضہ اللہ علیٰ ذالک۔[32]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب آپ ﷺ کی روح قبض کرلی گئی تو آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب کیے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ جیسے کام کیے اور آپ ﷺ کی سیرت پر چلے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں جیسے کام کیے اور ان کی سیرت پر چلے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کرلیا۔

اس حدیث پاک میں بھی "سیرۃ" کا لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں آیا ہے۔

6۔عن ابی وائل قال: قلت لعبدالرحمٰن بن عوف کیف بایعتم عثمان وترکتم علیا۔ قال ماذنبی قد برئت بعلی۔ فقلت ابایعك علیٰ کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ قال: فقال فیما استطعت قال ثم عرضتھا علیٰ عثمان فقبلھا۔[33]

ترجمہ: حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ آپ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور سیرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما پر تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ "میں ان میں سے جتنی بات کی استطاعت رکھوں گا اسے سرانجام دوں گا۔" پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہی بات پیش کی تو انہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔

---

[32] مسند احمد بن حنبل، ج1، ص128 (بحوالہ: اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ڈاکٹر انور محمود خالد، ص10

[33] ایضاً

"سیرۃ" کے مماثل الفاظ

"سیرۃ" کے لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم ملاحظہ کرنے کے بعد آیئے ہم اس کے چند مماثل الفاظ کا جائزہ لیتے ہیں:

السنۃ، والاسوۃ، والسبیل، والصراط، کلمات متقاربۃ فی المعنی، وھی عبارۃ عن الطریقۃ المتبعۃ فی الدین سواء اکانت من الکتاب ام من السنۃ۔[34]

ترجمہ: لغوی اعتبار سے سیرت، حدیث، سنت، اسوہ، سبیل، صراط، یہ تمام الفاظ تقریباً ہم معنی ہیں اور ان کا مطلب ہے راستہ یا طریقہ۔ اصطلاحی لحاظ سے ان الفاظ کے معانی ایسا راستہ یا طریقہ ہے جو قرآن وسنت کے مطابق ہو۔

سیرت کا موضوع

سیرت، حدیث، سنت، اسوہ مختلف لغات میں ان الفاظ کے معنی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ اگر ان میں کوئی باریک سا فرق ہے بھی تو وہ اختلاف کے زمرے میں نہیں آتا۔ لہٰذا ان تعریفات کی روشنی میں سیرت کا جو موضوع متعین ہوتا ہے وہ انتہائی وسیع ہے۔ سیرت کے معنی چال چلن ہے یعنی حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار کا بیان۔

سیرت کے معنی طریقہ یا راستہ بھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا طریقہ یا راستہ جو کہ قرآن وسنت کے احکام ہیں۔
لفظِ سیرت کے معنی ہیئت یا حالت بھی ہے۔ گویا نبی اکرم ﷺ کے شکل وشمائل مبارکہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔
سیرت کے معنی عادت بھی ہے، یعنی حضور اکرم ﷺ کے عادات مبارکہ کا بیان۔ سیرت کے معنی سلوک، رویہ اور برتاؤ بھی ہے تو اس میں حضور اکرم ﷺ کا ہر ایک کے ساتھ سلوک کا بیان بھی ہوتا ہے اور سیرت کے معنی سوانحِ عمری بھی ہے یعنی رحمۃ للعٰلمین ﷺ کی حیات مبارکہ کے واقعات کا بیان۔

الغرض سیرت کا موضوع آپ ﷺ کے صرف حالات زندگی ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ سے متعلق ہر بات سیرت کے دائرہ میں آتی ہے۔ حتٰی کہ کفار ومشرکین کے حالات بھی سیرت کا جزو بن گئے ہیں۔ جو دعوت حق کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے تھے اور آپ ﷺ سے برسرپیکار رہے اور آپ ﷺ پر اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے تھے۔ چنانچہ سیرت کے موضوع میں وہ تمام واقعات جو مکی اور مدنی دور میں پیش آئے شامل ہیں

---

[34] عباس متولی جمادہ، السنۃ النبویۃ ومکانتھا فی التشریع (تقدیم محمد ابوزہرہ) مکتبۃ العلمیہ، بیروت، ص 17

اور ان واقعات میں جتنے بھی لوگ شامل رہے خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر و منافق وہ سب سیرت کے موضوع میں شامل ہو گئے۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کی ضد نہ بتائی جائے اس چیز کی اہمیت پوری طرح واضح نہیں ہوتی، زندگی کی اہمیت بتانی ہو تو موت کا ذکر بھی لازمی ہے، تندرستی کے فوائد بتاناہوں تو امراض کے نقصانات بھی سامنے لانے ہونگے، روشنی کی بات کی جائے تو اندھیرے کا تذکرہ بھی کرنا ہو گا، عدل کا بیان ہو تو ظلم کی داستان بھی سنانی ہو گی۔ گویا ہر چیز کے ساتھ اس کی ضد کو بیان کرنا لازمی ہے تاکہ اس چیز کی اہمیت کھل کر سامنے آجائے۔

جب سیرت طیبہ کے بیان کا آغاز کیا جاتا ہے تو پہلے دنیا کو بالخصوص عرب کے ان حالات کی منظر کشی کی جاتی ہے جو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت تھے۔ کس طرح دنیا میں وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا، اللہ کے بندے اللہ سے بے گانے تھے، اشرف المخلوت پستی کی زندگی گزار رہے تھے، روم وایران بظاہر چمکتی دمکتی تہذیبوں کا مرکز تھے لیکن عوام الناس ظلم و جبر کا شکار تھے، یہ تمام تذکرہ بھی سیرت کا موضوع ہوتا ہے۔ گویا سیرت کا اصل موضوع تو نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے وہ ذات جو ایک مثالی اور کامل ہستی ہے۔ جو اللہ کا پیغام لے دنیا میں بھیجی گئی اور جس کے ذریعے اللہ کے دین کی تکمیل ہوئی۔

لیکن سیرت کا موضوع اس ہستی گرامی کی محض سوانح عمری نہیں ہے بلکہ اسلام کی مکمل تاریخ ہے۔ کیونکہ اسلام کی تاریخ اور پیغمبر اسلام کی سیرت لازم وملزوم ہیں۔ سو ہمیں اس ذات گرامی کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے متذکرہ بالا تمام امور کا ذکر بھی ضمناً کرنا لازمی ہوتا ہے۔

نعیم صدیقی لکھتے ہیں: "حضور اکرم ﷺ کی زندگی ایک بین الاقوامی مشن کی داستان ہے، وہ قرآن کے ابدی اصولوں کی تفسیر ہے جسے عمل کی زبان میں مرتب کیا گیا ہے وہ اس مقدس پیغام کی تکمیل ہے جس کی مشعل آدم علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیھم السلام اپنے اپنے دور میں روشن کرتے رہے۔ ہم سیرت پاک کو مربوط نہیں کرسکتے، واقعات کی توجیہ نہیں کرسکتے جب تک کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے کام کی نوعیت، اس کے امتیازی پہلوؤں اور اس کے دائرہ کی وسعتوں کو پیش نظر نہ رکھ لیں"۔[35]

---

[35] نعیم صدیقی، محسن انسانیت، مقدمہ، الفیصل ناشران وتاجران، لاہور ص34،33

آپ ﷺ سراپا قرآن ہیں، قرآن کا ہر حکم عملی صورت میں آپ ﷺ کی سیرت میں موجود ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی سیرت کو بیان کرنا گویا قرآن کے احکام کو بیان کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی خصوصیات دو طرح کی ہیں۔

اول: وہ جو آپ ﷺ کے وجود گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں۔ جس کو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

وانك لعلیٰ خلق عظیم۔[36]

ترجمہ: یعنی اے حبیب ﷺ! آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔[37]

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

دوم: وہ خصوصیات ہیں جو بحیثیت نبی آپ ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔[38]

ترجمہ: اس طرح جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تمہارے روبرو ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تمہیں اس کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله ولو کرہ المشرکون۔[39]

ترجمہ: وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے وہ غالب کردے سارے (بقیہ) دینوں پر خواہ مشرکوں کو (کیسا ہی) ناگوار گزرے۔

سیرت کا موضوع آپ ﷺ کی دونوں طرح کی خصوصیات ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت

---

[36] القلم: 4

[37] الاحزاب: آیت 21

[38] البقرہ: آیت 151

[39] التوبہ: آیت 33

انسان کے منصب خلافت کا تقاضہ ہے کہ بہترین اخلاق و کردار کا پیکر ہو۔ چنانچہ اس کی اخلاقی تربیت و اصلاح سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اس تربیت و اصلاح کے چند طریقے ہیں:

1۔ وعظ و نصیحت بذریعہ تقریر

2۔ وعظ و نصیحت بذریعہ تحریر

3۔ اصلاح بذریعہ جبر

4۔ اصلاح بذریعہ عمل

مذکورہ بالا ابتدائی تین طریقوں میں بہت سے نقائص ہیں، جبکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ خود بخود نمونہ عمل بن کر سامنے آیا جائے یعنی اصلاح بذریعہ عمل ہو۔ آپ ﷺ ایک مکمل عملی نمونہ ہیں جو قرآن ناطق ہے، جس کا ہر عمل قرآن کی عملی تفسیر ہے اور جس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے اسے کھول کر بیان کر دے اور عملی پیکر بن کر لوگوں کے سامنے آئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔[40]

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر (قرآن مجید) اتارا تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔

مطالعہ سیرت کی ضرورت و اہمیت کئی پہلوؤں سے ہے۔ دینی تہذیب، عملی، تاریخی، بین الاقوامی غرضیکہ سیرت محض ایک ہستی کی سوانح حیات ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء جاننے کا ذریعہ بھی ہے۔ جس طرح قرآن حکیم نبی کریم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے یعنی یہ وقتی نہیں بلکہ تاقیامت قائم رہنے والا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے نئے نئے مطالب و معانی نکلتے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی سیرت و ارشادات میں بھی وہ حقائق و معارف پنہاں ہیں، جو ہر آنے والے دن میں لوگوں کے سامنے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ قرآن مجید اور احادیث نبوی پر مشتمل ہے قرآن وحی جلی یا وحی متلو ہے اور حدیث وحی خفی یا وحی غیر متلو ہے۔ قرآن کے احکام بھی اللہ کے نازل کردہ ہیں اور الفاظ بھی، جبکہ حدیث کے احکام تو اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن الفاظ رسول اللہ ﷺ کے۔ اپنی زندگی کو اسلامی بنانے کے لیے قرآن کے احکام پر عمل کرنا ہو گا ہم قرآن کے احکام پر اس وقت تک

---

[40] النحل: آیت 44

عمل نہیں کر سکتے جب تک کوئی عملی نمونہ ہمارے سامنے موجود نہ ہو اور وہ عملی نمونہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے، اور آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں ہم سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ کے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی کچھ جان سکتے ہیں۔ نبی کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے:

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔[41]

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔[42]

ترجمہ: کہہ دیجیے! کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔

گویا رسول اللہ ﷺ کی اتباع اللہ کی خوشنودی کا راستہ ہے اور ہماری مغفرت کا ذریعہ۔ لہٰذا نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ لازمی ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع ہی راہِ ہدایت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واتبعوہ لعلکم تھتدون۔[43]

ترجمہ: اور اتباع کرو (اس رسول ﷺ کی) تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

یعنی ہمیں ہدایت اسی وقت ملے گی جب ہم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں گے اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین درحقیقت ہمارے لیے سیرت نبوی ﷺ کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ نہ صرف ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، بلکہ یہ وہ حقیقی ضرورت ہے جس کو ساری دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

---

[41] النساء: آیت 64

[42] العمران: آیت 31

[43] الاعراف: آیت 158

مناہج سیرت

محدثانہ اسلوب

جس طرح فن حدیث میں روایت ودرایت کی اہمیت ہے اور بغیر چھان بین اور تحقیق کے کوئی حدیث قبول نہیں کی جاتی اسی طرح فن سیرت میں بھی تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ اصحاب حدیث دراصل تینوں کو جمع کرتے ہیں؛

1۔ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟

2۔ آپ ﷺ نے کیا کام کیا؟

3۔ آپ ﷺ کے وقت میں کیا کیا گیا؟

اصحاب سیرت بھی انہی تین امور کو جمع کرتے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کی باقاعدہ تدوین کا آغاز نبوت کے تقریباً ایک صدی بعد ہوا۔ سیرت نگاری کا ماخذ دراصل احادیث ہی تھیں اور سیرت پر ابتدائی کام محدثین ہی نے کیا ہے۔ مستند کتب احادیث میں سیرت کے بارے میں جو ذخیرہ ملتا ہے وہ صحیح اور سو فیصد قابل اعتماد ہے۔ کیونکہ مسلم علماء نے فن روایت ودرایت کے ذریعہ تحقیق کا جو معیار قائم کیا ہے، وہ علم حدیث کے معیارات اور اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر مواد جمع ومرتب کیا، پھر سیرت کے واقعات وموضوعات کی مناسبت سے اسے ترتیب دے دیا۔

لیکن محدثین کے سامنے بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو بات نبی کریم ﷺ سے منسوب کی جائے، اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کا شائبہ تک نہ ہو، اور جو راوی بیان کر رہا ہے وہ اس نے اپنے کانوں سے سنی ہو بلکہ سننے کی کیفیت بھی معلوم ہونی چاہیے۔ یا جو واقعہ بیان کیا جارہا ہے تو راوی خود شریک واقعہ تھا یا اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعہ تک تمام راویوں کے نام بالترتیب بیان کیے جائیں، اور ساتھ ہی ان راویوں کے بارے میں تحقیق کی جائے کہ وہ کس طرح کے لوگ تھے؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ حافظہ قوی تھا یا کمزور؟ علم وعقل کے لحاظ سے کیسے تھے؟ سوجھ بوجھ کیسی تھی؟ کیسے اخلاق وکردار کے مالک تھے؟ راویان کے بارے میں یہ تمام تفصیلات جاننے کے لیے مسلمانوں نے وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی نظیر علم کی دنیا میں کہیں نہیں ملتی اس فن کا نام "علم اسماء الرجال" ہے۔ جس کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسپرنگر نے "الاصابہ" کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "دنیا میں نہ تو کوئی قوم ایسی گزری نہ آج موجود

ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"[44]

احادیث کے ہر مجموعہ میں سیرت سے متعلق علیحدہ ابواب موجود ہیں اور یہی ابواب دراصل سیرت نگاری کا ماخذ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ: "اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کی ذات سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے اور اصحاب سیر کا مقصود بالذات رسول اللہ ﷺ کو جاننا ہے احکام پر ان کے ہاں بحث ضمناً ہوتی ہے۔"[45]

چنانچہ محدثین اپنے معیار پر روایات کا جائزہ لیتے ہیں اور واقعات میں ترتیب قائم رکھنا ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ جبکہ سیرت میں واقعات کی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ لیکن سند اور صحت کے لحاظ سے حدیث اور سیرت میں فرق نہیں ہے۔

مؤرخانہ اسلوب

اس اسلوب کا آغاز حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کیا وہ سیرت اور مغازی کے واقعات کو جمع کرکے ترتیب دے لیا کرتے تھے۔ ان کے بعد امام زہری اور ابن اسحٰق نے یہ طرز اختیار کیا۔ لوگوں کو دینی احکام کے علاوہ حضور ﷺ کی زندگی کے حالات وواقعات جاننے میں بھی بڑی دلچسپی تھی اور یہ حُب رسول ﷺ کا تقاضہ بھی تھا۔ چنانچہ سیرت کا مؤرخانہ اسلوب ایک ضرورت بن گیا اور بعض اہل علم نے کلیۃً مؤرخانہ انداز پر کتب مرتب کیں۔ ان ابتدائی سیرت نگاروں میں امام زہری اور ابن اسحٰق کے بعد واقدی اور ابن ہشام شامل ہیں۔ امت میں سیرت نگاری کا یہ انداز قبولیت عام حاصل کر گیا اور لوگ حیات نبوی ﷺ کے واقعات کو اسی طرح ترتیب میں ذوق وشوق سے پڑھنا چاہتے تھے۔

تیسری صدی ہجری تک مؤرخانہ طرز بیان ایک معروف اسلوب بن گیا۔ ابتداء میں بعض محدثین نے اس اسلوب پر کچھ اعتراض اٹھایا تھا۔ لیکن اس اسلوب میں حجت اور سند کا خیال رکھے جانے کی وجہ سے معترضین خاموش ہو گئے۔

---

[44] عسقلانی، حافظ ابن حجر، الاصابہ فی احوال الصحابہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، مقدمہ

[45] داناپوری، ابوالبرکات عبدالرؤف، اصح السیر، مقدمہ، مکتبہ نورِ معرفت، ص8

مؤلفانہ اسلوب

مؤرخانہ اسلوب کے عام ہونے پر کتب سیرت کا ایک سلسلہ جاری وساری ہو گیا اور اب ایک تیسرے اسلوب کا اضافہ ہوا اور وہ مؤلفانہ اسلوب تھا۔ جس میں سیرت کی مختلف کتب اور ماخذوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئی نئی کتب تالیف کی جانے لگیں او تیسری صدی ہجری کے اواخر میں تالیف کے سلسلہ کا آغاز ہو گیا جو آج تک جاری ہے

فقیہانہ اسلوب

جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سے پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بلکہ ہماری پوری زندگی حضور اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ سے رہنمائی لے کر ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ جس کا ثبوت یہ آیت ہے: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة ۔[46] بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

یعنی جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو دراصل سنت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی در حقیقت تمام احکامات الٰہیہ کا عملی پیکر ہے، آپ ﷺ کے ہر عمل سے کوئی نہ کوئی حکم ہمارے سامنے آتا ہے۔ چنانچہ سیرت کا اس انداز میں بیان کرنا کہ اس سے فقہی احکام بھی معلوم ہو جائیں فقیہانہ اسلوب ہے۔

"سیرت کے بہت سے واقعات بالخصوص مغازی اور حضور ﷺ کی مہمات کی جو تفصیل ہے وہ اسلامی قوانین کا ماخذ بھی ہے اور سنت کے بہت سے احکام بھی اس سے نکلتے ہیں، اس اعتبار سے کہ سیرت کے کون سے واقعہ سے سنت کا کون سا حکم نکلتا ہے سیرت اور فقہ کی حدود مل جاتی ہیں۔"[47]

متکلمانہ اسلوب

علم کلام کے ماہرین کو متکلمین کہا جاتا ہے۔ "علم کلام" سے مراد وہ علم ہے جس میں اسلامی عقائد کو عقلی دلائل کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے بیان میں متکلمانہ اسلوب سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے۔ اس علم کا آغاز محدثین نے کیا اور وہ سوالات اٹھائے گئے جن کا تعلق علم کلام سے تھا اور آپ ﷺ نبوت کو عقلی دلائل سے بھی ثابت کیا۔

---

[46] الاحزاب: آیت 21

[47] محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ص 23

ادبیانہ اسلوب

سیرت نگاری کے ادبیانہ اسلوب کا آغاز بہت بعد میں ہوا ہے۔ جن لوگوں میں شاعرانہ اور ادبیانہ مزاج پایا جاتا ہے، انہوں نے اس انداز پر سیرت بیان کرنے کی ابتداء اور حکایات، نظم، مکالمہ اور کہانی کے انداز میں سیرت کے واقعات کو لکھنا شروع کر دیا۔ ماخذ ان کا بھی سیرت کی مستند کتب ہی تھیں اور مقصد ان کا بھی نیک ہی تھا۔ یعنی عامۃ الناس کے لیے ادبی رنگ و بو کی دلچسپی کے ساتھ سیرت کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے۔ حالانکہ یہ انداز محدثین کے یہاں پسندیدہ نہیں ہے۔

"محدثین اور مستند ارباب سیرت کی بارگاہ میں اس اسلوب کو پذیرائی نہیں مل سکی۔"[48]

مناظرانہ اسلوب

سیرت نگاری کی تاریخ میں وہ دور بھی آ گیا جب مسلمانوں کے مختلف مسالک کے مابین مناظروں کا آغاز ہوا، اور مختلف خیال اور رائے رکھنے والے مسلمانوں نے سیرت کے واقعات کی تشریح و تعبیر اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق کی اور اپنے خیال کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآنی دلائل پیش کیے، سیرت واحادیث سے بھی استدلال کیا گیا اور ایک بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دوسرے کے نظریات پر تنقید کی گئی اور نئے نئے مسائل کھڑے کیے گئے۔ اس مناظرانہ انداز کا یہ فائدہ ہوا کہ سیرت کا علم عام ہو گیا۔

اس بحث کا آغاز تو تیسری صدی ہجری سے ہو گیا تھا۔ لیکن برصغیر میں اٹھارویں صدی میں انگریزوں کی آمد سے مسلمانوں کے فرقوں میں اختلافات رونما ہونے لگے اور آپس میں نئے نئے سوالات اٹھائے گئے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ [49]

---

[48] محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ص 25

[49] محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، ص26

فصل دوم

ماہنامہ نعت و مدیران کا تعارف

ماہنامہ نعت کا آغاز

ماہنامہ نعت جو کہ خالصتاً رسول اکرم ﷺ کی سیرت و فضائل کو نظم و نثر کی صورت میں بیان کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ اس رسالہ کو ایک مخلص اور علم دوست شخصیت راجا رشید محمود کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔

محترم راجا رشید محمود عاشق اور شاعر رسول ﷺ نے اپنے والد راجا غلام محمد (مرحوم) جو کہ عاشقِ رسول ﷺ تھے ان کے ایما پر ماہنامہ نعت کا اجراء جنوری 1988ء میں کیا۔ اس کے ایڈیٹر بھی خود محترم راجا رشید محمود ہی تھے اور جب تک ماہنامہ نعت اشاعت میں رہا آپ خود ہی اس کے ایڈیٹر رہے۔[50]

محترم راجا رشید محمود ماہنامہ نعت کا وجہ آغاز خود یہ بتاتے ہیں کہ:

"میرے والدین رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ والدہ بچپن میں نعت کی لوری سناتی تھیں میں نے تیسری جماعت میں ایک حافظ استاد سے قرآن کی تعلیم حاصل کی اور وہاں ایک تقریب میں نعت پڑھی چونکہ میری آواز میں ترنم نہیں تھا تو سامعین میں شریک بچے میری نعت سن کر ہنسنے لگے۔ جس سے میں بہت افسردہ ہوا کہ محض آواز میں ترنم نہ ہونے کی وجہ سے میں نعت پڑھ کر آپ ﷺ کی تعریف نہیں کر سکتا۔ لہٰذا پھر میں نے آپ ﷺ کی تعریف کے لیے دوسرے پہلو تلاش کرنے شروع کیے اور اس طرح سیرت نگاری کی طرف آیا۔ ماہنامہ نعت کے اجراء کی بھی یہی وجہ ہے اور یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔[51]

ماہنامہ نعت کی اشاعت کے اسباب

راجا رشید محمود نے نعت اور سیرت پر بچپن ہی سے کام شروع کر دیا تھا۔ اور اس سلسلے میں اس وقت کے شائع ہونے والے رسالوں کی تلاش میں لگے رہتے تاکہ سیرت اور نعت کے حوالے سے کیے گئے کام کو دیکھ کر وہ بھی اپنا ایک ایسا ہی شمارہ نکالیں۔

دوست احباب نے بھی اس طرف رجحان دیکھتے ہوئے اپنا شمارہ نکالنے کا مشورہ دیا ان میں خاص طور پر راجا رشید محمود کے دوست "ڈاکٹر ریاض مجید" جن کا تعلق فیصل آباد سے ہے اور وہ پشاور یونیورسٹی میں لیکچرر تھے۔ انہوں نے نعت کے حوالے سے کام کیا اور ان کا P.H.D کا مقالہ بھی نعت پر ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے بارہا کہنے پر راجا رشید محمود نے اپنا

---

[50] انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020ء

[51] ایضاً

شمارہ نکالنے کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا تو خود کو اس نیک کام کے لیے آمادہ کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔[52]

اس کے بارے میں جب راجا رشید محمود صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا: "ماہنامہ نعت شروع کرنے کا ذہن تو بہت پہلے سے تھا۔ لیکن میرے لیے مسئلہ یہ تھا کہ ہمارے ہاں عنوان کچھ اور ہوتا ہے اور اندر بات کچھ اور ہوتی ہے ۔جبکہ میرا مقصد تھا کہ نعت یا سیرت کے حوالے سے کام کروں تو صرف نعت یا سیرت پر ہی کام ہو۔ اسی بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھا اور کبھی اپنے موضوع سے ہٹا نہیں۔"[53]

ماہنامہ نعت کے بارے میں اہل علم کی آراء

ماہنامہ "نعت" لاہور اپنی نوعیت کے چھپنے والے رسالوں میں جس طرح ایک الگ مقام رکھتا ہے اسی طرح اہل علم کی نظر میں بھی اس کا مقام و اہمیت اپنی جگہ الگ ہی ہے۔ ذیل میں ماہنامہ نعت لاہور کے بارے میں مختلف رسائل و شمارہ جات میں شائع ہونے والی اہل علم کی آراء درج ذیل ہیں:

1۔ماہنامہ نعت سیرت مقدسہ کو قرآنی تناظر میں دیکھنے کی سعادت رکھتا ہے اور صرف روایتوں اور تاریخی حوالوں ہی پر اکتفا نہیں کرتا۔ محترم راجا رشید محمود ماہنامہ نعت کو اپنی زندگی سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔[54]

2۔ مشہور سیرت نگار مصباح الدین شکیل، کراچی لکھتے ہیں: "رسالے تو بہت سے آتے ہیں لیکن ماہنامہ "نعت" کا انتظار رہتا ہے آپ کا ہر شمارہ نئی آن بان کا حاصل ہوتا ہے۔ اپریل 1994ء کا شمارہ آج ہی ملا اور ایک ہی نشست میں اول سے آخر تک پڑھ ڈالا۔"[55]

3۔ پروفیسر حفیظ تائب لکھتے ہیں: "راجا رشید محمود نظم و نثر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں وہ ایک فعال، باہمت، مستعد اور سلیقہ مند آدمی ہیں اور اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو مرکوز کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں اس شخص نے ماہنامہ "نعت" نکالا اور اسے جس شان، تمکنت، حسن، سلیقے اور باقاعدگی سے جاری رکھا، اس کی کوئی دوسری مثال میری نظر میں نہیں۔"[56]

---

[52] مصدر سابق

[53] انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020

[54] جہان حمد، مجلہ، کراچی، نعت نمبر 2، ص 206، معظم علی امجد

[55] ماہنامہ نعت لاہور، جون 1994، ص 104

[56] نعت رنگ، سلسلہ نمبر 3، جنوری 1999ء، ص 213 تا 216

4۔ پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی لکھتے ہیں: "نعت کے حوالے سے آپ جو تاریخ ساز کام کر رہے ہیں اور اس عمل میں نئے نئے افق دریافت کر رہے ہیں اس حسن عمل کا اجر خدا اور حبیبَ خدا ﷺ ہی عطا کریں گے۔ "تسخیر عالمین نمبر" اتنی انوکھی، نئی، بے مثال، عظیم الشان اور ابد قرار کوشش ہے کہ اس کا حرف حرف اور سطر سطر علم آفریں و ادب افزا ہے۔ حاصل مطالعہ کا تاثر مجھ پر اتنا گہرا ہوا کہ اس موضوع پر ایک نظم صادر ہو گئی جو آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔"[57]

5۔ مشہور صحافی اور مصنف سید رفیق عزیزی لکھتے ہیں: "راجا رشید محمود صاحب نے نعت نگاری کی تاریخ اور نعت گوؤں کے حوالے سے جو تحقیقی کام کیا ہے دراصل تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔"[58]

6۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے ذکر جمیل اور آپ ﷺ کی نعت پر علمی، تحقیقی و تخلیقی مواد کی اشاعت کے حوالے سے ماہنامہ "نعت" لاہور کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اب تک سیرت طیبہ نعت اور اسلام کے معروف نعت گو شعراء کے کلام کی تحقیق و تدوین سے متعلق اس رسالے کے خاص نمبر شائع ہو چکے ہیں، زیر نظر اشاعت فروری 2005ء عالم اسلام کی نامور علمی و روحانی شخصیت مولانا خیر الدین (والد گرامی مولانا ابوالکلام آزاد) کے سوانح اور ان کی نعت گوئی پر مشتمل ہے۔ راجا رشید محمود نے مولانا خیر الدین کے حالات زندگی بڑی عرق ریزی سے مرتب کیے ہیں اور آپ کی نعت گوئی پر بہت عمدہ مواد جمع کر دیا ہے۔"[59]

7۔ نامور شاعر، ادیب اور محقق، پروفیسر افضال احمد انور، صاحب لکھتے ہیں: "نعتیہ مصاحف میں پہلے باقاعدہ مجلے کی اشاعت کا سہرا نعتیہ ادب کے عظیم محقق، نقاد، شاعر اور مؤلف محترم و مکرم راجا رشید محمود مد ظلہ کے سر بندھا ہے۔۔۔۔ اس رسالے کو وقیع اولیات و اعزازات کا شرف حاصل ہے۔ اس کا انداز، مزاج اور طریق کار سب کچھ مخصوص ہے۔"[60]

8۔ پرفیسر محمد مظہر عالم صاحب رقمطراز ہیں: "ماہنامہ نعت نے تمام رسائل و جرائد سے اپنی الگ دنیا بسائی ہے اس کے مدیر اعلیٰ راجا رشید محمود ہیں جو عہد حاضر کے ممتاز ترین نعت گو اور اسلامی فکر کے دانشور ہیں۔۔۔ ماہنامہ نعت کے مختلف

---

[57] ماہنامہ نعت لاہور، نومبر 1993، ص116 تا 117

[58] دنیائے نعت، کراچی، اگست 2001ء، ص71

[59] اخبار تحقیق، سہ ماہی، جنوری تا مارچ 2005ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص5

[60] سفیر نعت، کراچی، صبیح رحمانی نمبر، ص113

شماروں کے عنوانات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ماہنامہ نعت کے حوالے سے نعت کا ایک دائرۃ المعارف بنتا جارہا ہے۔"[61]

9۔طاہر حسین طاہر سلطانی صاحب مدیر اعلی "ارمغان حمد" کراچی لکھتے ہیں:"راجارشید محمود ہمارے عہد کے ایک اہم اور نہایت معتبر نعت گو شاعر اور محقق ہیں۔نعت گوئی کے حوالے سے ان کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔۔ماہنامہ نعت میں راجارشید محمود نے تحقیق و تدقیق کے انبار لگائے ہیں اور اس تمام اثاثہ کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاید دنیا کی کسی بھی زبان میں نعت کے حوالے سے اس قدر تخلیقی اور تحقیقی کام نہیں ہوا جو راجارشید محمود نے اردو میں کیا۔"[62]

10۔ماہنامہ نعت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ جنوری 1988ء سے اب تک (2001ء) باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔میری نظر میں ماہنامہ "نعت" لاہور فروغِ نعت کے حوالے سے بلندیوں پر نظر آتا ہے۔اس سلسلے میں محترم راجارشید محمود اور ان کے صاحبزادگان مبارکباد کے مستحق ہیں۔[63]

11۔ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی صاحب لکھتے ہیں:"راجارشید محمود کی ادارت میں ماہنامہ "نعت" لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔جس کا ہر شمارہ خاص نمبر ہوتا ہے۔ماہنامہ "نعت" میں بالعموم نعت کے موضوع پر سیر حاصل مضامین و مقالات شائع ہوتے ہیں۔جبکہ موضوع کے حوالے سے نعتیہ کلام کا انتخاب بھی شامل اشاعت ہوتا ہے۔"[64]

12۔پروفیسر شفقت رضوی صاحب لکھتے ہیں:"راجارشید محمود ایک طرح سے نعت کے لیے وقف ہیں اور ان کا سارا خاندان اس سے وابستہ ہے۔وہ جسے حفیظ تائب نے "خانوادہ نعت" کا موزوں لقب دیا ہے وہ نعت بھی کہتے ہیں۔اس کے فروغ میں حصہ بھی لیتے ہیں۔اور اس کی ترقی میں شریک بھی ہیں۔پڑھے لکھے طبقہ میں شاید ہی کوئی ہو جو انکے ماہنامہ "نعت" سے ناواقف ہو جو 1988ء سے تاحال (2004ء) پابندی سے نکل رہا ہے۔"[65]

13۔پروفیسر غلام غوث چیمہ، استاد گورنمنٹ ڈگری کالج ڈسکہ لکھتے ہیں:"مجھے کیا خبر تھی کہ میرے ہی شہر ڈسکہ سے اگنے والا پھول آگے چل کر نعت کی خوشبو چار دانگ عالم میں پھیلا دے گا۔اس کا اور اس کے خاندان کا محاورتاً اوڑھنا بچھونا

---

[61] ماہنامہ نعت لاہور، اوج نعت نمبر، ص733 تا734

[62] ارمغان حمد، کراچی، نعت نمبر، مئی2004ء، ص37

[63] جہان حمد، کراچی، نعت نمبر، مئی2001ء، ص211

[64] مجلہ اوج، لاہور، نعت نمبر2، ص717

[65] نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ، کراچی، میرک فیرداکیڈمی، فروری2004ء، ص173

نعت کی تخلیقی، تدوینی، اور تحقیقی خدمات انجام دینا ہے اور وہ پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا ماہنامہ نعت جاری کر کے نعتیہ مواد نعت گو اشخاص اور نعت گوئی میں علاقائی خدمات کا مکمل انسائیکلوپیڈیا مرتب کر رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نعت گوئی میں جتنے تجربے راجا رشید محمود نے کیے ہیں کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی لائق اولاد کو اپنے جاری کردہ رسالے کی مجلس ادارت میں شامل کر کے رسالے کے تادیر زندہ رہنے کی ضمانت فراہم کر دی تھی وہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر خدمت نعت کے لیے وقف ہو چکے ہیں۔"[66]

14۔ عبدالغفور قمر لکھتے ہیں: "ماہنامہ نعت لاہور کے بیشتر شماروں کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی جریدہ ہٰذا کے ایڈیٹر راجا رشید محمود اور دیگر ممبران ادارہ کی اہلیت اور محنت قابل ستائش ہے۔ میں نے اس مؤثر و مقدس گلدستہ سے چند پھول چنے ہیں۔۔۔۔ بات ختم کرنے سے پہلے اس حقیقت کی تکرار پر خود کو مجبور پا رہا ہوں کہ راجا رشید محمود اور ان کے وابستگان کے لیے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ نعت کی خدمت کے لیے ان کو تادیر سلامت رکھے اور وہ اس میدان میں آنے والی نسلوں کے لیے انمول خزانے جمع کیے جائیں اور چراغ سے چراغ جلتے جائیں۔[67]

15۔ ڈاکٹر سفیر اختر صاحب لکھتے ہیں: "نعت گوئی کے ساتھ راجا رشید محمود نعت کی پاکیزہ صنف کی تاریخ، تحقیق اور تنقید سے بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ جنوری 1988ء، سے ماہنامہ نعت لاہور ان کی ادارت میں باقاعدگی سے شائع ہو رہا تھا۔ جس نے نعت گوئی اور بالخصوص اردو نعت کی تاریخ اور تحقیق و تجزیہ میں نہایت قابل قدر کام کیا ہے۔"[68]

16۔ نامور نعت گو حنیف لکھتے ہیں: "میں نے اسے (جولائی، اگست 1995ء کی اشاعت خصوصی "خواتین کی نعت گوئی" کو) تمام و کمال پڑھا۔ بڑی محنت کی ہے آپ نے "حوالوں اور حواشی" کے سبب تحقیق کرنے والوں کے لیے یہ ایک مفید انڈیکس کا کام سرانجام دیا ہے۔"[69]

17۔ مشہور سیرت نگار شاہ مصباح الدین شکیل صاحب لکھتے ہیں: "بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں اس جہت میں قابل قدر کام ہوئے۔ منظم طور پر اس جہت میں وقیع کام دو شخصیتوں کی انتھک محنت اور جدوجہد سے عبارت ہے۔ پہلا نام محترم رشید محمود صاحب کا ہے جن کا ماہنامہ نعت لاہور نعتیہ ادب کے فروغ میں 1988ء سے کوشاں تھا۔ ہر مہینہ پابندی

[66] الابصار، ڈسکہ، نومبر 2003ء، ص299

[67] انتخاب نعت، لاہور، حصہ دوم، مارچ 1997، ص46

[68] نقطہ نظر، ششماہی، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، اکتوبر 2004ء تا مارچ 2005ء، ص108

[69] ماہنامہ نعت لاہور، ستمبر 1995ء، ص88

سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں قدیم وجدید نعت گو شاعر وشاعرات کا تحقیقی مواد بھی ہوتا تھا اور ان کے نایاب مجموعہ نعت کا انتخاب بھی۔ راجا رشید محمود نے حسب ذیل ضخیم خصوصی نمبر بھی شائع کیے ہیں جو ان کی محنت، اخلاص اور جذبہ عشق رسول ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ [70]

18۔ ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی لکھتے ہیں: "راجا رشید محمود کی حمد و نعت کے سلسلے میں خدمات کئی جہات میں ہیں فروغ نعت کے لیے ان کا رسالہ "نعت" کئی سال سے وقیع حمدیہ و نعتیہ ادب پیش کر رہا ہے۔ نعت کائنات اور پاکستان میں نعت اس سلسلے میں ان کی مساعی کا ایک حاصل خیز پہلو ہے۔" [71]

19۔ ڈاکٹر شبیر احمد قادری لکھتے ہیں: "ان کا ماہنامہ نعت 1988ء سے باقاعدگی سے اشاعت پذیر ہے۔ بہر حال تسلیم کرنا پڑے گا کہ نعت کی ہیئت کے سلسلے میں انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔ [72]

20۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں: "عہد حاضر میں نعت سے متعلق رسالے شائع ہونے لگے ہیں۔ راجا رشید محمود کے نعت اور شہزاد احمد کے "حمد و نعت" کے بعد صبیح رحمانی کے "نعت رنگ" نے نعت سے متعلق صحافت کو ایک نیا افق دے دیا ہے۔ مسائل نعت پر اس سے پہلے فکر یہ سلسلہ ہمیں نظر نہیں آتا اور یہ سلسلہ ہماری ادبی فضا کا حصہ بن گیا ہے۔" [73]

21۔ پروفیسر سحر انصاری لکھتے ہیں: "راجا صاحب نے اپنے رسالے کا خصوصی شمارہ "خواتین کی نعت گوئی" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس سلسلے میں راجا صاحب گو نے سبقت لے گئے ہیں۔ اسی شمارے سے معلوم ہوا کہ ماشاءاللہ آپ کی بیگم صاحبہ (نسرین اختر) اور تین صاحبزادیاں نعت گوئی پر مضامین تحریر کرتی رہی ہیں۔ یہ بلاشبہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ جو راجا صاحب کے حصے میں آئی ہے۔ [74]

22۔ پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں: "ماہنامہ نعت" ماہ بماہ باقاعدگی سے چھپ رہا تھا اس کا تسلسل قابلِ رشک ہے۔ اس رسالے نے مختلف حوالوں سے نعت کی جمع آوری، تخلیق، مختلف نعت گو شاعروں کے احوال اور کلام سے تعارف کے

---

[70] سفیر نعت، کراچی، صبیح الرحمانی نمبر، ص 39

[71] اقلیم نعت، کراچی، جون 2001ء، ص 413

[72] نعت رنگ اہل علم کی نظر میں، نعت ریسرچ سنٹر کراچی، 2009ء، ص 158

[73] نعت رنگ، کراچی، ستمبر 1996ء، ص 221

[74] ایضاً، جنوری 1996ء، ص 119

ساتھ مختلف امور نعت میں نعت کارواں کو منسلک اور باخبر رکھا ہوا تھا شمارہ بہ شمارہ اس کی خدمات اپنی نوعیت کے حوالے سے لائق تحسین ہیں۔"[75]

23۔پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں:"راجا رشید محمود نامور نقاد نعت، خوبصورت انشاپرداز، بلند فکر نعت گو شاعر، نظریاتی طور پر بلند شخصیت، ایک عرصہ سے ماہنامہ نعت کے مدیر اور بلند قامت خطیب نعت ہیں۔ماہنامہ نعت کیا ہے۔نعت ومدحت کی نہ جانے کتنی ہی اولیات سمیٹے ہوئے ہے۔"[76]

24۔ڈاکٹر شہزاد احمد لکھتے ہیں:"ماہنامہ "نعت" لاہور کی خصوصی اشاعت "مولانا خیر الدین اور ان کی نعت گوئی (فروری 2005ء) معلومات کا خزینہ ہے۔راجا رشید محمود کے دیگر منفرد کاموں کی طرح یہ کام بھی بہت یادگار اور مثالی ہے۔[77]

اہل علم ودانش کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہنامہ نعت نے اپنے معاصرین کو کس قدر اپنے علمی وفکری اسلوب پر مبنی مضامین سے متاثر کیا ہے۔یقیناً یہ ماہنامہ نعت کی بہت بڑی کامیابی ہے جس کا اعتراف اہلِ علم حضرات کی ان مذکورہ بالا تحریروں سے ہوتا ہے۔

دورانِ اشاعت پیش آنے والی مشکلات

محدود وسائل، افرادی قوت اور لکھاریوں کی ٹیم کے بغیر مسلسل 24 سال ایک رسالہ نکالنا اور وہ بھی ایک مخصوص اور دائرے میں، بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔لیکن اگر جذبہ صادق ہو اور محبت کامل ہو تو بڑی بڑی مشکلات بھی حوصلوں کو پست نہیں کر سکتیں۔

راجا رشید محمود ان مشکلات کا زیادہ تذکرہ کرنا اس لیے مناسب نہیں سمجھتے کہ ان کے نزدیک کام تو مشکل تھا لیکن بس بارگاہِ رحمت میں قبولیت پا جائے تو ان مشکلات کی کوئی اہمیت نہیں۔اس کا اندازہ تو ہمیں بھی ہے کہ سیرت نگاری کوئی آسان کام نہیں ہے۔لیکن جب عشق رسول ﷺ میں دل ڈوبا ہو تو بندہ یہ کام بہت لگن سے کرتا چلا جاتا ہے، مشکلات اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔راجا رشید محمود کہتے ہیں:"مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ میں کسی آسان کام میں ہاتھ نہیں ڈال رہا۔لہٰذا میں مشکلات سے زیادہ گھبرایا نہیں، لیکن مشکلات تو بہر حال رہی ہیں بہت سے دیگر رسائل وکتب

---

[75] مصدر سابق، شمارہ 22، ستمبر 2011ء، ص 7

[76] ایضاً، شمارہ 21، ص 229

[77] ایضاً، ص 337

سے بکھرے ہوئے موضوعات ڈھونڈنا پڑے۔ بہت سے نامکمل چھوڑے گئے کام کو ڈھونڈ کر اسے مکمل کیا۔ اپنے پہلے پرچے حمد باری تعالیٰ میں وہ حمدیں شامل کیں جن میں کوئی ایک نعت کا شعر بھی ہے جو کہ عام طور پر نہیں ملتا۔ یہ مشکل کام تھا۔[78]

راجا رشید محمود کے نزدیک کلمہ توحید میں صرف توحید شامل نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں: "ہمارے نزدیک لا الٰہ الا اللہ ہی کلمہ توحید نہیں بلکہ کلمہ توحید محمد رسول اللہ پر مکمل ہوتا ہے، صرف اللہ کی توحید نہیں محمد رسول اللہ کی توحید پر بھی ایمان ہو تو کلمہ توحید مکمل ہوتا ہے۔"[79]

پرچہ "حمد باری تعالیٰ" میں 27 ایسی ہی حمدیں شامل کی گئی تھیں۔ ان میں سے بعض شعراء سے خاص طور پر لکھوائی گئیں جو کہ مشکل کام تھا۔ کچھ ایسے پرچے نکالے گئے جن میں "نعت کیا ہے؟" کے موضوع پر نعتیں تھیں یہ بھی مشکل رہا۔ بعض اوقات جو دوست احباب مضامین لکھنے میں مدد کرتے تھے وہ تھک گئے بعضوں کی مصروفیات بڑھ گئیں تو اس طرف دھیان نہ دے سکے۔ اس طرح بہت مشکل حالات کا سامنا بھی ساتھ ساتھ رہا۔

لیکن پھر راجا رشید محمود صاحب کے اہل خانہ ان کے دو بیٹے اور بیٹی اس وقت تک اس قابل ہو گئے تھے کہ اپنے والد محترم کے ساتھ اس نیک کام کو چلا سکیں اور اس طرح مشکلات کے باوجود ایک عرصے تک ماہنامہ نعت اپنے منفرد انداز میں شائع ہوتا رہا۔

مدیران کا تعارف

راجا رشید محمود

پیدائش

راجا رشید محمود کا اصل نام رشید احمد ہے۔ محمود آپ کا تخلص ہے۔ 23، اگست 1939ء کو اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ جو کہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ہے، لیکن آپ کا آبائی گاؤں کھجولہ ہے، جو اب ضلع جہلم کی بجائے ضلع چکوال میں ہے اور چواسیدن شاہ کے نزدیک ہے۔[80]

---

[78] انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020

[79] ایضاً

[80] ایضاً

خاندانی پس منظر

راجارشید محمود کا تعلق ایک پڑھے لکھے، اور عاشق رسول ﷺ گھرانے سے ہے، ان کے والد محترم جناب راجا غلام محمد جنجوعہ (مرحوم) راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے پہلے فوج اور پھر پولیس کے محکمے میں خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں حیدرآباد دکن میں زمینیں خرید لیں اور آبائی جگہ چھوڑ کر وہاں رہائش پذیر ہو گئے۔ 1948ء میں مہاجرین کے ساتھ پاکستان آئے تو ضلع سرگودھا میں رہائش پذیر ہوئے دس، بارہ سال بعد لاہور تشریف لائے۔ [81]

راجا غلام محمد (مرحوم) علمی، ادبی، ثقافتی اور دینی موضوعات پر مختلف مضامین اخبارات و رسائل میں لکھتے رہے ان کی ایک معرکۃ الآراء کتاب "امتیاز حق" ہے جو کہ تحقیق و ادب کا بہترین نمونہ ہے اور متعدد بار پاکستان اور ہندوستان میں شائع ہوئی۔ راجارشید محمود اپنے والد محترم کی اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ: "اس کتاب کے مطالعے کے بعد ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر مسعود احمد، ڈاکٹر محب الحق اعظمی (علی گڑھ)، حکیم محمد نصیر الدین، ڈاکٹر نظیر حسین زیدی، پروفیسر سید محمد عارف، پروفیسر عبدالرشید فاروقی، میاں عبدالرشید، حافظ مظہر الدین، محمد عبدالشاہد شروانی اور بہت سے دیگر محققین و دانشوروں نے خراج تحسین پیش کیا۔" [82]

لاہور میں اگر ان کی ادبی خدمات پر نگاہ دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لاہور آتے ہی انہوں نے "ادارہ ابطال باطل" کی بنیاد رکھی اور اسکے ذریعے دینی، سماجی اور سیاسی غلط رویوں کے بطلان کا فریضہ ادا کرتے رہے تاحیات اس کے صدر رہے۔

اسی طرح انکے علمی و تحقیقی، ثقافتی مضامین ہفت روزہ ملتان روڈ نیوز میں چھپتے رہے۔ راجارشید محمود نے اسی علمی ماحول میں آنکھ کھولی اور اپنے والد کی شخصیت سے بہت متاثر نظر آتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

راجارشید محمود نے ابتدائی تعلیم آبائی علاقے حیدرآباد دکن سے حاصل کی۔ مہاجرت کے دوران جب سرگودھا آئے تو جماعت دوم کے طالبعلم تھے اسی جماعت سے تعلیم کو جاری رکھا اور 1954ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا ہمیشہ اول آتے رہے۔ میٹرک کا امتحان بطور پرائیویٹ طالب علم 1956ء میں پاس کیا۔ 1962ء فاضل اردو پھر 1963ء میں

---

[81] مصدر سابق

[82] صدف اکرم، رسالہ "نعت" کا وضاحتی اشاریہ (مقالہ برائے بی اے آنرز)

الیف۔اے اور 1964ء میں بی۔اے اور 1966ء میں ایم۔اے اردو کا امتحان پاس کیا۔اور پنجاب یونیورسٹی میں پانچویں پوزیشن حاصل کی۔1963ء میں "سرٹیفکیٹ ان لائبریری سائنس" کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کر کے اپنا ایک ریکارڈ قائم کیا جو کئی سالوں بعد ٹوٹ سکا۔[83]

راجا رشید محمود صاحب کی تربیت میں ہی لکھنے پڑھنے کا شوق شامل تھا۔ان سے جب پوچھا گیا تو بتاتے ہیں کہ:

"والد نے پڑھنے کا شوق جماعت دوم سے ہی پیدا کر دیا تھا۔پانچویں جماعت میں ہی مختلف قسم کے رسالے منگوا کر پڑھنے کے لیے دیے ان میں ماہنامہ "نقاد" کراچی شامل ہے۔اس کے علاوہ مذہبی جرائد بھی آتے تھے۔"[84]

ادبی خدمات

راجا رشید محمود کی ادبی خدمات کو دیکھا جائے تو لاہور جیسے شہر میں ادب کی دنیا میں اپنا ایک نام بنانا قابل فخر بات ہے۔ادب کی سربلندی کا جھنڈا اٹھانے والوں میں گراں قدر خدمات راجا رشید محمود کی بھی ہیں۔1958ء میں لاہور آنے کے بعد راجا رشید محمود نے مختلف ادبی و شعری محفلوں میں سامع کی حیثیت سے شرکت کرتے رہے۔

البتہ 1965ء سے 1972ء تک انجمن ترقی اردو کی مجلس مشاورت کے رکن رہے۔1966ء سے 1971ء تک انجمن فروغ عربی و فارسی کی مجلس منتظمہ کے رکن اور نائب معتمد کے فرائض بھی انجام دیئے اور تحریک فلاح اور ایوان درود و سلام کی بنیاد رکھی۔[85]

26 نومبر 1999ء کو حلقہ ادب کا صدر بنے، مجلس سخن رجسٹرڈ کا 1977ء میں جنرل سیکرٹری رہے، ایوان نعت رجسٹرڈ کے 1988ء سے صدر رہے۔[86]

جنوری 1988ء میں راجا رشید محمود نے ماہنامہ نعت کا اجراء کیا جو اللہ کے فضل و کرم سے دسمبر 2011ء تک جاری و ساری رہا۔ماہنامہ نعت کا ہر شمارہ نعت یا سیرت کے کسی ایک موضوع پر خاص نمبر ہوتا تھا۔[87]

---

[83] انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020

[84] ایضاً

[85] صدف اکرم، رسالہ "نعت" کا وضاحتی اشاریہ (برائے مقالہ بی اے آنرز) ص 7

[86] صدف اکرم، رسالہ "نعت" کا وضاحتی اشاریہ (مقالہ برائے بی اے آنرز) ص 7

[87] ایضاً

آپ 1974ء ماہنامہ "آستانہ پاک" لاہور کے مدیر اعزازی رہے۔ 1970ء تا 1979ء پندرہ روزہ "خبر نامہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ" کے اور 1970ء تا 1982 علمی و تحقیقی سہ ماہی مجلہ "فروزاں" کے ایڈیٹر رہے۔ 1979ء سے 1984ء تک ماہنامہ "نورالحبیب" بصیر پور میں "طلوع" کے عنوان سے اور 24 اگست 1996ء سے 1997ء تک روزنامہ "جہاں نما" لاہور میں "حسبِ دستور" کے عنوان سے کالم بھی لکھے۔ یہ کالم معاشرتی اور سیاسی مسائل پر مبنی تھے۔ 1965ء سے 1970ء تک ہفت روزہ "آئین" لاہور کے حصہ نظم کے انچارج رہے۔[88]

ساڑھے اکتیس سال تک ویسٹ پاکستان ٹیکسٹ بک بورڈ کے تعلیمی شعبے سے منسلک رہے۔ 1995ء کے اواخر میں سینئر ماہر مضمون کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ انٹر نیشنل سیرت فورم اور ایوان سیرت کے زیر اہتمام اگست 1999ء سے قائد اعظم لائبریری باغ جناح میں ان کے "خطبات سیرت" کے پروگرام ہوتے رہے۔[89]

اعزازات

راجارشید محمود کو ایک پنجابی مجموعہ نعت "نعتاں دی اٹی" پر 1988ء میں غلام اسحاق خان نے صدارتی ایوارڈ دیا۔ نیز قومی سیرت کانفرنس 1997ء نعت کے موضوع پر گرانقدر تحقیقی کام کرنے پر صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ پاکستان میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا ایوارڈ ہے 1999ء میں انہیں صوبائی سیرت ایوارڈ بھی دیا گیا۔ نومبر 2019ء میں صوبائی سیرت النبی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں ان کی کتاب "ثنائے سیدی" مجموعہ ہائے نعت کو کتب اول کے انعام سے نوازا گیا۔[90]

تصانیف و تالیف

راجارشید محمود نے دل میں عشق رسول ﷺ کو رچا کر اپنی کتب تصانیف کیں اور جیسے اپنی زندگی کو نعت کے لیے ہی وقف کر دیا ہو۔ نعت پر شاید ہی کسی اور نے اتنا کام کیا ہو جتنا راجارشید کا کام ہے۔ انکی تصانیف و تالیفات کی طرف نگاہ دوڑائی جائے تو راجارشید محمود کی تحقیق نعت پر نو (9) کتب ملتی ہیں۔ اکسٹھ (61) اردو مجموعہ ہائے نعت چھپ چکے ہیں، اور گیارہ (11) ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ کلیات حمد چھپ چکی ہے جس میں چھ (6) مجموعے ہیں، 7 اور 8 ابھی غیر مطبوعہ ہیں، جبکہ دیگر تالیفات جن میں مختلف موضوعات پر کتابیں موجود ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

---

[88] مصدر سابق، ص 8

[89] انٹرویو راجارشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020

[90] ایضاً

1۔ عظمتِ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ

2۔ دیارِ نور

3۔ حمد و نعت

4۔ احادیث اور معاشرہ

5۔ تحریکِ ہجرت

6۔ ترجمہ خصائص الکبریٰ از اما سیوطی

7۔ مناقب سید ہجویرؒ

8۔ ترجمہ تعبیر الرؤیا

9۔ زیارات مدینۃ النبی ﷺ [91]

10۔ حدیث اور معاشرہ

11۔ قادیانی ایک تعارف

---

[91] انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020

محترمہ شہناز کوثر

پیدائش اور تعلیم وتربیت

محترمہ شہناز کوثر راجارشید محمود کی بڑی دخترنیک اختر ہیں۔ آپ 21 جنوری کو راج گڑھ لاہور میں پیدا ہوئیں۔ محترمہ کا بچپن زیادہ تر اپنے دادا غلام محمد (مرحوم) کے ساتھ گزرا۔ ابتدائی تعلیم بھی دادا جی سے ہی حاصل کی، اور پھر میٹرک کا پرائیویٹ امتحان پاس کیا۔ علامہ اقبال یونیورسٹی سے پہلے انٹر پھر گریجویشن اور پھر ماسٹرز کا امتحان پاس کیا۔[92]

تصانیف وتالیف

بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوق رکھنے والی محترمہ شہناز کوثر نے اپنے اردگرد موجود علمی ماحول سے بھرپور استفادہ کیا اور اپنے ذہن کو تخلیقی بنانے کی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا، اپنے شوق کے بارے محترمہ بتاتی ہیں:

"بچپن ہی سے جب دادا جی اور ابا جی کو پڑھتے اور لکھتے دیکھتی تو دل چاہتا تھا کہ میں بھی ان کی طرح کچھ نہ کچھ لکھوں۔ عشق رسول ﷺ بچپن سے دل میں رچ بس گیا تھا کچھ مضامین مختلف رسائل میں لکھے، لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا تو پھر اللہ کے فضل وکرم سے لکھتی ہی چلی گئی۔"[93]

محترمہ شہناز کوثر نے سب سے پہلے اپنے والد صاحب (راجارشید محمود) کی کتاب "تحریک ہجرت" کا اشاریہ مرتب کیا۔ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر کام کیا اور خوب محنت سے کیا۔ یہ حضور ﷺ کا عشق ہی ہے کہ جو انہیں سیرت لکھنے پر آمادہ کیے ہوئے ہے۔ ان کی تصانیف درج ذیل ہیں:

1۔ قوس قزح

2۔ حیاتِ طیبہ ﷺ میں پیر کے دن کی اہمیت

3۔ حضور ﷺ کا بچپن (پہلے دس سال)

4۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی

5۔ سیرت پاک (11 سے 40 سال)

6۔ ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ

---

[92] انٹرویو شہناز کوثر، بتاریخ 29 جون 2020

[93] ایضاً

7۔ حضور ﷺ کی مکی زندگی

8۔ حضور ﷺ اور مکہ مکرمہ

9۔ ہجرت حبشہ

10۔ دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ صحابہ

11۔ دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ صحابیات

12۔ مفتی غلام سرور لاہوری کی نعت

13۔ محاورات نعت

14۔ نعوتِ محمود پر کلام معبود کے اثرات[94]

محترمہ کی یہ چودہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور ہر کتاب کا موضوع ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہفت روزہ "ملتان روڈ نیوز" میں مزاحیہ لکھا اور عورت کے موضوع پر اس کے مختلف معاشی اور معاشرتی مسائل پر کافی سنجیدگی سے بھی لکھا۔[95]

اعزازات

محترمہ شہناز کوثر کی درج بالا تصانیف میں سے پہلی چھ کتب پر حکومت وقت کی طرف سے ایوارڈ سے نوازا گیا اور ان کی تمام کتب کو سیرت نگاروں کی طرف سے حوصلہ افزائی بھی ملی۔ خصوصاً ان کی تصنیف "حیاتِ طیبہ ﷺ میں پیر کے دن کی اہمیت" تین جلدوں پر مشتمل ہے کو سیرت نگاروں نے بہت سراہا۔[96]

---

[94] انٹرویو محترمہ شہناز کوثر، بتاریخ 29 جون 2020

[95] ایضاً

[96] ایضاً

اظہر محمود

پیدائش،ابتدائی تعلیم وتربیت

راجارشید محمود کے صاحبزادے اظہر محمود 21اگست 1967ء کو نیو شالیمار کالونی نواکوٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ جناب اظہر محمود نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر سے ہی حاصل کی۔ سینٹرل ماڈل اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کی بجائے کاروبار کی طرف متوجہ ہوئے، کیونکہ انکارجحان زیادہ تر پریس پرنٹنگ کی طرف تھا۔ماہنامہ نعت کی پریس پرنٹنگ میں بھی حصہ لیا۔[97]

تصانیف

اظہر محمود کو چونکہ علمی ماحول ملا تو اہل خانہ کا لکھنے پڑھنے کی طرف رجحان دیکھ کر وہ بھی لکھنے کی طرف مائل ہوئے یہ اپنی بڑی بہن محترمہ شہناز کوثر متاثر سے نظر آتے ہیں۔ محترمہ اپنے بھائی کے بارے میں لکھتی ہیں کہ:

"اظہر جب یہ دیکھتا کہ باجی نے فلاں کتاب لکھی ہے اور باجی کو ہر طرف سے حوصلہ افزائی اور انعامات مل رہے ہیں تو پھر اظہر کا بھی حوصلہ بڑھتا اور وہ خوب محنت سے لکھتا تا کہ اللہ اس پر بھی ایسے اپنا کرم فرمائے۔[98]

اظہر محمود نے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں سیرت نگاری پر کام کیا۔ان کی اردو تصانیف درج ذیل ہیں:

1۔ حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء

2۔ردائف نعت

ان کی پنجابی کتب درج ذیل ہیں:

1۔ سرکار ﷺ دی سیرت

2۔ سرکار ﷺ دی جنگی زندگی

3۔ حضور ﷺ داویریاں نال سلوک

4۔نورِ نبی ﷺ دیاں کرناں[99]

---

[97] انٹرویو اظہر محمود، بتاریخ 5جولائی 2020

[98] ایضاً

[99] ایضاً

اعزازات

جناب اظہر محمود کو ان کے درج ذیل اردو پنجابی تصانیف میں سے دو کتب پر ایوارڈ سے نوازا گیا:

1۔ سرکار ﷺ دی سیرت (سال وار)

2۔ سرکار ﷺ دی جنگی زندگی[100]

راجا اختر محمود

پیدائش، تعلیم و تربیت

راجا اختر محمود 23 اگست 1979ء کو نیو شالیمار نواں کوٹ لاہور میں راجا رشید محمود کے گھر پیدا ہوئے۔ راجا اختر محمود نے بھی ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی سے حاصل کی۔ سینٹرل ماڈل سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر اپنے بڑے بھائی اظہر محمود کے ساتھ کاروبار میں شریک ہوگئے۔

باقاعدہ طور پر تعلیم جاری نہ رکھی لیکن لکھنے پڑھنے کی طرف دھیان بھی دیتے رہے۔ گھر میں سب سے چھوٹے اور سب سے لاڈلے رہے محترمہ شہناز کوثر ان کے بارے میں بتاتی ہیں کہ:

"اختر ہمیشہ سے لاڈلہ رہا ہے اور بچپن سے ہی اختر کی شخصیت پر معصومانہ تاثر رہا ہے اور وہ واقعی بہت معصوم ہے انکی تصانیف بچوں کے لیے ہیں۔"[101]

تصانیف

راجا اختر محمود کی تصانیف بچوں کے لیے ہیں جن میں ان کا انداز بیان بھی بچوں کی طرح ہے۔ ان کی تصانیف میں درج ذیل تین کتب شامل ہیں جن میں سے "ہوا یہ کہ۔۔۔۔۔" پر انہیں ایوارڈ سے نوازا گیا۔

1۔ مجھے ان ﷺ سے پیار ہے۔

2۔ ہمارے حضور ﷺ کی زندگی

3۔ ہوا یہ کہ۔۔۔

[100] مصدر سابق

[101] انٹرویو شہناز کوثر، بتاریخ 29 جون 2020

فصل سوم

ماہنامہ نعت کی خصوصیات

ملکی تاریخ میں مختلف نوعیت کے رسائل و جرائد شائع ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ان رسائل و جرائد کے بے شمار قارئین رہے جنھوں نے ان سے فکری و اصلاحی رہنمائی حاصل کی۔ لیکن ماہنامہ نعت لاہور کو ایک ایسا رسالہ مانا جاتا ہے، جس میں نعت پر کام کیا گیا ہے۔ نظم و نثر کی صورت میں اس کے علاوہ اسی نوعیت کے اور بھی رسائل ملتے ہیں لیکن ماہنامہ نعت کو نعت کے حوالے سے ایک خاص مقام اور دوسرے رسائل پر فوقیت حاصل ہے۔ ماہنامہ نعت کی خصوصیات میں سے چند خصوصیات یہ ہیں:

محترم افضال احمد انور ماہنامہ نعت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1۔ نعت سے متعلق معیار اور مقدار کے لحاظ سے جتنا تنقیدی، تخلیقی اور تحقیقی کام اس رسالے نے کیا اور کسی نے نہیں کیا۔

2۔ یہ کام بغیر تعطل کے ہوا ہے۔

3۔ ماہنامہ "نعت" کا ہر شمارہ خاص نمبر ہوتا ہے۔ پہلا شمارہ "حمد باری تعالیٰ" کے بارے میں تھا۔ اور اگست 2006ء کا شمارہ "نعت ہی نعت" (سولھواں حصہ) ہے۔

4۔ اقبال کے نعتیہ ادب کے منتشر اوراق کی یکجائی کی کوشش کی گئی ہے۔

5۔ بعض خاص الخاص نمبر بھی شائع ہوئے ہیں۔ مثلاً غیر مسلموں کی نعت گوئی، خواتین کی نعت گوئی، اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا نمبر، انواع و اقسام کے ایسے موضوعات پر اتنا جامع مواد پیش کرنا "نعت" کی اولیت بھی ہے اور انفرادی امتیاز بھی۔

6۔ بعض شمارے اپنی مخصوص انفرادیت کی بنا پر دنیا جہاں میں سب سے پہلے آنے میں نمبر لے گئے۔ بعض شماروں میں بعض نتائج تحقیق پوری آب و تاب کے ساتھ پہلی بار پیش کیے گئے۔

7۔ "نعت ہی نعت" کے عنوان سے ایک شاعر ایک نعت کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے کام جاری ہے۔ (اگست 2006ء تک سولہ شماروں میں 1151 شعراء کی ایک ایک نعت جمع کی جا چکی ہے)

8۔ "نعت" فکری و فنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ صوری محاسن کا بھی جامع ہوتا ہے۔ کمال احتیاط کی پروف ریڈنگ اور اعراب کا التزام ہوتا ہے۔ خطاطی کے شاہکار بھی شائع کیے جاتے ہیں۔

9۔ ہر ماہ سرورق چار نگار ہوتا ہے۔ بعض تصاویر تو نایاب ہیں۔[102]

---

[102] افضال احمد انور، پروفیسر، ماہنامہ "نعت" لاہور کے اولیات و امتیازات، ماہنامہ نعت کے دس سال، اکتوبر 1998ء، ص 20

10۔ "نعت" سے پہلے میلاد نمبروں میں میلاد النبی ﷺ ہی پر مضامین نظم و نثر نہیں ہوئے تھے۔ "نعت" نے چار شماروں میں (448 صفحات پر) صرف میلاد پاک ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں اس کی تقلید میں کچھ اور رسالوں نے بھی یہ روش اختیار کی۔

11۔ 239 نعت گو شاعرات پر مشتمل تذکرہ 448 صفحات پر پہلی بار پیش کیا گیا۔

12۔ ماہنامہ "نعت" نے پہلی بار بھرپور انداز میں باور کرایا کہ نعت کی صنف بھی دوسری صنف ادب سے نہ کم ہے، نہ کمتر۔

13۔ "نعت" نے پہلی بار اردو ادب کے حلقوں میں اس احساس کو عالمی سطح پر اجاگر کیا کہ نعت محض منظوم ہی نہیں، منور بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ نعت اور سیرت النبی ﷺ کی ہم آہنگی و یک رنگی جس تحقیقی سطح پر ماہنامہ "نعت" میں ملتی ہے وہ اسی کا امتیاز ہے۔

14۔ ماہنامہ "نعت" نے حضور اکرم ﷺ کے اسم ذاتی اور ہر اسم صفت کے ساتھ سب سے پہلے درود شریف کا اہتمام کیا۔

15۔ ماہنامہ "نعت" نے اور اس کے ایڈیٹر نے نہ صرف درود و سلام کے لیے علمی کوششیں بھی کیں اور باقاعدہ تحریک بھی چلائی۔

16۔ ماہنامہ "نعت" نے درود و سلام کے موضوع پر گیارہ سو سے زیادہ صفحات چھاپے۔

17۔ نعت کے حوالے سے کڑا معیار انتخاب بھی ماہنامہ "نعت" کا امتیاز ہے۔

18۔ ماہنامہ "نعت" کے مدیر اعلیٰ کو دو، سینیر ڈپٹی ایڈیٹر کو چھ، ڈپٹی ایڈیٹر کو دو، اور مینیجر کو ایک صدارتی ایوارڈ مل چکے ہیں ۔ مدیر اعلیٰ کو ایک صوبائی سیرت ایوارڈ اور ایک صوبائی نعت ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔ ڈپٹی ایڈیٹر بھی ایک صوبائی سیرت ایوارڈ پا چکے ہیں۔ پاکستان کے کسی رسالے کو یا کسی گھر / خاندان کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ وہاں صرف اور صرف نعت اور سیرت سرکار ﷺ پر گیارہ صدارتی اور تین صوبائی ایوارڈ ہوں۔

19۔ ماہنامہ "نعت" نے وسیع مطالعہ، عالمانہ غور و خوض، اخذِ نتائج اور قطعی غیر مبہم اسلوب کے بل بوتے پر تحقیق میں ایک نہایت اعلیٰ معیار کو رواج دیا ہے۔ اس میں پہلی بار حضور ﷺ کی سیرت کے مختلف گوشوں کے متعلق مضبوط

موقف سامنے آیا ہے۔ نزول وحی، ہجرت حبشہ، ہجرت مصطفیٰ ﷺ، شعب ابی طالب اور دوسرے کئی موضوعات پر تحقیق و تدقیق سے بہت سے مزعومات کی تردید و تغلیط کی گئی ہے۔

20۔ "نعت" کی زیادہ تر تحریریں راجا رشید محمود کے "خانوادہ نعت" کے زورِ قلم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ لیکن اس کے معیار و مقیاس کے مطابق ہر تحریر اس میں اہمیت حاصل کرتی ہے، مگر یہ بھی شرط ہے کہ کوئی پورا پرچہ کسی ایک موضوع پر ہو۔ نعتیہ ادب میں یہ طرز ماہنامہ "نعت" نے ڈالی ہے کہ پورے کا پورا نمبر ایک ہی فرد کا تحریر کردہ ہو۔[103]

ماہنامہ "نعت" کے پہلے شمارے "حمد خالق" کی خصوصیت کہ ان کے کسی نہ کسی شعر میں نعت بھی ملتی ہے یہ التزام بھی کہیں نہیں ملتا۔

ضلع اٹک کے نعت گو، گجرات کے اردو نعت گو، گجرات کے پنجابی نعت گو اور ضلع سرگودھا کے شعراء، کراچی کے شعراء نعت، سندھ کے نعت گو، راولپنڈی کے نعت گو، اسلام آباد کے نعت گو، اردو نعت عساکر پاکستان کے عنوان سے ماہنامہ "نعت" کے نمبر شائع ہوئے ہیں۔ "شہیدان ناموس رسالت" کے موضوع پر پانچ شمارہ (540) صفحات چھپ چکے ہیں۔ ایک اشاعت خصوصی ستمبر 2006ء میں شائع ہوئی ان کے علاوہ تحفظ ناموس رسالت کے عنوان سے ایک خصوصی اشاعت پہلے ہی چھپ چکی ہے۔ عربی نعت کے حوالے سے تین شمارے (336) صفحات چھپ چکے ہیں۔

"نعت کیا ہے؟" کے عنوان سے چار شماروں میں (448) صفحات پر مضامین نظم و نثر جمع کیے گئے ہیں۔ مدینۃ الرسول ﷺ پر تین اور معراج النبی ﷺ پر تین شمارے (336) صفحات کا مواد ماہنامہ نعت نے دیا ہے۔ غیر مسلموں کی نعت کے حوالے سے 848 صفحات نظر آتے ہیں۔ "رسول ﷺ نمبروں کا تعارف" کے عنوان سے چار شمارے چھپے۔ جن میں بطور خاص یہ بتایا گیا کہ ہر رسول ﷺ نمبر میں کتنی اور کس کس کی نعت ہے بعض نعتیں شامل بھی کی گئیں ہیں۔

نعتیہ مسدس، رباعیات، آزاد نظم، سیرت منظوم اور تضمینوں پر الگ الگ نمبر شائع کیے گئے، میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر چار شمارے (448) صفحات چھپے۔ سراپائے سرکار ﷺ پر دو استغاثوں کی صورت میں اور دو نور علیٰ نور کے موضوع پر خاص نمبر چھاپے گئے۔

ماہنامہ نعت کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ جنوری 2006ء سے تاحال (1998) ماہانہ طرحی نعتیہ مشاعرے کروا کر نئی نعتیں لکھوائی جا رہی ہیں اور وہ "طرحی نعتیں" کے عنوان سے اب تک گیارہ شماروں میں چھاپی جا چکی ہیں۔

---

[103] افضال احمد انور، پروفیسر، ماہنامہ "نعت" لاہور کے اولیات و امتیازات، ماہنامہ نعت کے دس سال، اکتوبر 1998ء، ص 33

اس طرح پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے:

1۔ماہنامہ نعت دنیا میں نعت کے موضوع پر پہلا ماہانہ جریدہ ہے۔

2۔یہ واحد رسالہ ہے جس کا ہر شمارہ نعت یا سیرت کے کسی موضوع پر خاص ہوتا ہے۔

3۔نعت کے مختلف پہلوؤں پر جتنا زندہ رہنے والا اور مستقبل کے محققین کے کام آنے والا کام اس رسالے نے کیا ہے اور کوئی نہیں کر سکا۔[104]

یہی واحد پرچہ ہے جس نے دس برسوں میں نعت کے موضوع پر جو مواد پیش کیا وہ 14470 صفحات پر مشتمل ہے۔نعت سے متعلق اس معیار اور مقدار کا تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی کام کسی مجلے نے پیش نہیں کیا۔[105]

رسائل وجرائد عموماً حکومت یا بعض اہل ثروت کے بھرپور تعاون سے زندہ رہتے ہیں۔ماہنامہ نعت کو نہ تو کوئی گورنمنٹ ایڈ ملتی ہے نہ کسی طغرل وسنجر وقت کی مالی چھتری میسر ہے۔اس کا ہر شمارہ کم از کم 112 اور ٹائیٹل پیج سمیت 116 صفحات پر مشتمل ہوتا ہے۔جبکہ بعض اوقات ایک شمارہ ساڑھے چار سو صفحات سے بھی زیادہ ضخامت پر مشتمل ہوتا ہے۔اتنا ضخیم، اتنا عظیم ماہنامہ بغیر کسی تعطل کے بغیر کسی حاتم کی امداد کے نکالنا آسان کام نہیں۔اس کی خریداری بھی محدود بلکہ مسدود ہے۔[106]

بعض اہم نعت گو شعراء کے نمبر بھی نکالے گئے۔مثلاً حسن رضا بریلوی کی نعت، آزاد بیکانیری کی نعت، کلام ضیاء القادری، غریب سہارنپوری کی نعت، ستار وارثی کی نعت، بہزاد لکھنوی کی نعت، محمد حسین فقیر کی نعت، جمیل نظر کی نعت، بے چین رجپوری کی نعت، کافی کی نعت، لطف بریلوی کی نعت، جوہر میرٹھی کی نعت، احمد رضا بریلوی کی نعت، تہنیت النساء تہنیت کی نعت اور ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی نعت۔[107]

ماہنامہ نعت کا ایک امتیاز رسالے کی سرورق پر روضہ رسول ﷺ کی تصویر چھاپنا بھی ہے۔ہر تصویر مختلف پوز سے لی گئی ہوتی ہے۔اب تک مدینۃ النبی ﷺ کی پچاس سے زائد ایسی تصاویر چھپ چکی ہیں۔جو نظر افروز بھی ہیں اور دلکش بھی، جاں پرور بھی ہیں اور روح پرور بھی ان میں سے بعض ان معانی میں نایاب ہیں کہ وہ پہلی بار صرف ماہنامہ نعت

---

[104] افضال احمد انور، پروفیسر، ماہنامہ "نعت" لاہور کے اولیات وامتیازات، ماہنامہ نعت کے دس سال، اکتوبر 1998ء، ص 15

[105] ایضاً، ص 17

[106] ایضاً، ص 18

[107] ایضاً، ص 19

ہی میں چھپیں اور بعض تو ماہنامہ نعت ہی کے لیے کھینچی گئیں۔ ان تصاویر کا حصول کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا جن کے علم میں یہ حقیقت ہے کہ سعودی حکومت حرم نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں فوٹو گرافی کی اجازت نہیں دیتی۔[108]

ماہنامہ نعت کی ہی بہت بڑی امتیازی خوبی ہے اور اعلیٰ پائے کی اولیت ہے کہ اس کے اجراء سے نعت خوانوں، نعت نگاروں اور نعت کے دیگر محبین کو ایک ایسا پلیٹ فارم میسر آیا کہ جس سے ان کی علمی، ادبی، تخلیقی، تنقیدی، تحقیقی، تربیتی اور دینی تسکین کا سامان ہوتا ہے۔ نقاد اور محقق اپنے شہ پارے اس مجلے میں شائع کرا سکتے ہیں نعت نگار اپنی منظوم عقیدتیں اس کے ذریعے اطراف واکناف میں پھیلا سکتے ہیں۔ نعت خواں اور نعت سے محبت رکھنے والے قارئین اپنی پسند کی منتخب نعتیں منتخب کر سکتے ہیں۔ اب تک ماہنامہ نعت میں 55 شعراء کی ایک ایک نعت محض "نعت ہی نعت" نمبروں میں شائع ہو چکی ہے۔ دیگر نمبروں میں شائع ہونے والے شعراء کو بھی شامل کیا جائے تو تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے۔ اس نعتیہ پلیٹ فارم کے بعض مظاہر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔[109]

نعت کے موضوع پر ایک وقیع و ضخیم لائبریری قائم کرنے کا اعزاز بھی متعلقین ماہنامہ نعت کو حاصل ہے۔ اس لائبریری سے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیق کرنے والے یہ ریسرچ سکالرز ہی مستفید نہیں ہوتے، علماء کرام اور نعت خوانان عظام بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ اس لائبریری کی وسعت کے لیے راجا صاحب اندرون وبیرون ملک جہاں بھی جاتے ہیں نعت سے متعلق کتب تلاش کرتے رہتے ہیں۔[110]

---

[108] مصدر سابق، ص21

[109] افضال احمد انور، پروفیسر، ماہنامہ "نعت" لاہور کے اولیات وامتیازات، ماہنامہ نعت کے دس سال، اکتوبر 1998ء، ص28

[110] ایضاً، ص30

باب دوم

حصہ نثر میں ماہنامہ نعت اور سیرت نگاری

فصل اول

سیرت طیبہ کے اہم واقعات اور ماہنامہ نعت

حضور رحمتِ دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ وہ مینارہ نور ہے جس کی روشنی سے انسانی کردار میں رونقیں بکھر جاتی ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت ہی کا یہ فیض ہے کہ جس کی بدولت شکل وصورت کے انسان سیرت وکردار کے انسان بنے ۔سیرت طیبہ کے اس فیض کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور پھر آگے پھیلایا جس کی کرنیں آج بھی چہار سو دکھائی دیتی ہیں۔ یہ منشاء الٰہی ہے کہ جس طرح اس خلاق عالم نے آپ ﷺ کو جمیع انبیاء کی خوبصورت خصائص وفضائل کا جامع بنایا ہے اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت بھی جمیع انسانیت کو قیامت تک اندھیروں سے نکال کر روشنی کے سائبان عطا کرتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اسی طرح آپ ﷺ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا تاکہ قیامت تک آنے والے انسان اس سے مستفید ہوں۔ سیرت طیبہ کو آگے تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے بے شمار رجال کارپیدا فرمائے جن کے سینے عشق مصطفیٰ ﷺ سے معمور تھے اور انہوں نے اس ذات پاک کے سراپا کو جہاں اپنے قلوب واذہان کے تسکین کا ذریعہ بنایا وہاں قلم کے ذریعے اپنی تحریری صلاحیتوں کو بھی جلا بخشی۔

راجہ رشید محمود صاحب کا شمار بھی انہی خوش نصیب لوگوں میں ہوتا ہے کہ جن کے دلوں کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی وہ کرنیں ودیعت کی گئیں کہ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس عظیم مشن کو آگے پھیلانے میں صرف کردیں۔ ان کا شائع ہونے والے ماہنامہ "نعت" بھی اس سیرت مصطفیٰ ﷺ کی عظمتیں اپنے اندر سمیٹے ہوئے۔ جو کہ ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

ذیل میں ان کے ماہنامہ نعت میں نثر کی صورت میں سیرت نگاری کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے، جس میں سیرت مصطفیٰ ﷺ کے چند گوشوں پر تبصرہ کیا جائے گا۔

ولادت پاک

نبی ﷺ کی ولادت پاک کے حوالے سے یہ مضمون ماہنامہ نعت کے جلد 5، شمارہ 6 اپریل 1992 میں شائع ہوا۔ اس رسالہ کا عنوان ہے حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔

اس مضمون میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو وہ پیر کا دن تھا۔ علامہ نور بخش توکلیؒ نے اسی تاریخ کا ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ قدیم سیرت نگاروں نے اسی تاریخ کا ذکر کیا ہے۔

اس مضمون کے حاشیہ میں لکھا ہے: "حضور ﷺ کی تاریخ ولادت بعض سیرت نگاروں نے 8 ربیع الاول بتائی ہے آج کل محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لوگ 9 ربیع الاول بھی لکھنے لگے ہیں۔۔۔ لیکن البدایہ والنہایہ (حصہ دوم، المکتبۃ المعارف، بیرت 1977ء، ص269) بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی (ج دوم، مطبوعہ بیروت، ص189) اور السیرۃ النبویہ از ابن کثیر، حصہ اول، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، ص199) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم ﷺ کی ولادت عام الفیل میں پیر کے دن بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔ سیرت ابن اسحاق کا انگریزی ترجمہ لندن یونیورسٹی کے عربی پروفیسر گلیوم نے کیا ہے جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے 1995ء میں شائع ہوا ہے اس میں حضور ﷺ کی ولادت کا دن 12 ربیع الاول پیر لکھا ہے۔[111]"

میلادالنبی ﷺ (حصہ اول)

ماہنامہ نعت کا یہ شمارہ اکتوبر 1988ء میں شائع ہوا۔ جس کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

1۔ یومِ ولادت مصطفیٰ ﷺ	سید سلطان شاہ صاحب	ص9
2۔ میلادِ پاکِ سرکار ﷺ	ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی	ص39
3۔ ہلالِ ربیع الاول پیغام	محمد خاں	ص81
4۔ پیغامِ میلاد	قاضی عبدالنبی کوکب	ص85
5۔ میلادالنبی کا پیغام	نعیم صدیقی	ص91

یومِ ولادت مصطفیٰ ﷺ

اس مضمون میں ڈاکٹر سید سلطان شاہ صاحب نے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن سال اور ماہ کے حوالے سے جمہور علماء اسلام کا مؤقف ذکر کیا ہے۔ اگرچہ مؤرخین کے درمیان میں اس حوالے سے قدر اختلاف پایا

[111] ماہنامہ نعت، لاہور، ولادت پاک میں پیر کے دن کی اہمیت، جلد، شمارہ 6، ص16

جاتا ہے، لیکن زیر نظر مضمون اسی اختلاف کا حل ہے جو انہوں نے احادیث طیبہ کی روشنی میں اور متقدمین سیر نگاروں کی تحقیق کی روشنی میں پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ ولادت سرکار ﷺ کے دن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی اور اس کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **انهٔ سئل عن صيام يوم الاثنين فقال ذالك يوم ولدت فيه وانزلت علي فيه النبوة۔**

حضور پاک ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کی ابتداء ہوئی۔[112]

نبی ﷺ کی ولادت کے سال کے حوالے سے لکھتے ہیں: حدیث کے مطابق ولادت عام الفیل میں ہوئی، اس لیے یہی صحیح ہے۔ جلیل القدر محدث و مفسر اور مؤرخ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے "**وكان مولدهٔ عليه الصلوٰة والسلام عام الفيل وهٰذا هوا لمشهور عن الجمهور وقال ابراهيم بن منذر الخوامي وهوالذى لايشك فيه احد علمائنا انه عليه الصلوٰة والسلام ولد عام الفيل۔**[113]

جمہور کے نزدیک یہ قول مشہور ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو شک وشبہ نہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عام الفیل میں پیدا ہوئے،

اسی طرح سرکارِ دوعالم ﷺ کے ولادت باسعادت کے ماہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ابن کثیرؒ لکھتے ہیں "**ثم الجمهور على ذالك كان فى شهر ربيع الاول**۔" یعنی جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔[114]

ولادت باسعادت کی تاریخ کے حوالے سے کافی اختلاف پایا جاتا ہے، اس مضمون میں شاہ صاحب نے صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، محدثین، مؤرخین اور قدیم سیرت نگاروں کے حوالے سے لکھا ہے کہ سرکار ﷺ کے ولادت کی تاریخ بارہ ربیع الاول ہی ہے۔ جن حضرات نے اس کے برعکس قول کیا ہے انہوں نے محمود پاشا فلکی کی تحقیق پر یقین کیا ہے جس کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں: " محمود پاشا فلکی نے اگر علمِ فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں تو

---

[112] سید سلطان شاہ، یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ، ماہنامہ نعت، لاہور میلاد النبی ﷺ، حصہ اول، ص10

[113] مصدر سابق، ص13

[114] ایضاً

صحابہ کرام، تابعین اور دیگر قدماء کی روایات کو جھٹلانے کے لیے ان پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ تمام سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات بھی قطعی نہیں ہوتی۔"[115]

میلاد پاک سرکار ﷺ

ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی کی کتاب علموا اولاد کم محبۃ رسول اللہ ﷺ کا ایک باب "الاحتفاء بالمولد النبی الشریف" ماہنامہ نعت میں شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ محمد طفیل ضیغم نے کیا ہے۔ اس باب میں ڈاکٹر صاحب نے سب سے عظیم چیز سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت باسعادت کو قرار دیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے ایام وماہ وسال میں سرکار ﷺ کی سیرت کو پڑھا جائے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تعلیم دی جائے تاکہ ہماری نسلوں میں سیرت مصطفی ﷺ کا نور پیدا ہو۔ اس کا ایک بہترین ذریعہ سرکار ﷺ کی میلاد کی محفل منعقد کرنا ہے کہ جس میں آپ ﷺ کے معجزات، فضائل ومناقب کر تذکرہ ہوتا ہے، اپنی کتاب کے اس باب کا خلاصہ کچھ یوں کرتے ہیں:

"اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا میلاد منانا حضرت مصطفیٰ ﷺ کی یاد کو زندہ کرنا ہے۔ جب میلاد علم وعظمت کی مجالس میں منایا جاتا ہے اور اسلامی آداب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تو اہل علم اس بنظر استحسان دیکھتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے حضور ﷺ کی سیرت سے ربط پیدا ہوتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے معجزات، عادات واخلاق اور سیرت وکردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی سیرت کی پیروی کرنے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہمارے آقا وسردار ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔"[116]

ہلال ربیع الاول کا پیغام

یہ مضمون محترم محمد خان صاحب کا تحریر کردہ ہے، جس میں انہوں نے ایک مسلم کو بیدار کرتے ہوئے تنبیہ کی ہے کہ تیری زندگی میں کئی بار ربیع الاول کا مہینہ آیا اور گزر گیا لیکن تیری دل کی دنیا کیوں نہ تبدیل ہوئی۔ تو بھی اپنے آپ کو پیکر محمدی ﷺ میں ڈھال لے کیونکہ یہی پیکر رب تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اے مسلم! میری قدر، میں وہ ربیع الاول کا چاند ہوں جس میں تیرے اس مقبولِ خدا رسول ﷺ کا (جس کی مبارک ذات اور باجود وجود کے ساتھ تیری نجات وابستہ ہے) میلاد مبارک ہے۔ تو اس پاک ومطہر رسول ﷺ اور اس کے

---

[115] مصدر سابق، ص22

[116] ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی، میلاد پاک سرکار ﷺ مترجم: محمد طفیل ضیغم، ماہنامہ نعت، لاہور، میلاد النبی، حصہ اول، ص48 تا 49

اصحاب پر درود بھیج، اوراس کے اسوہ حسنہ کی پیروی کر۔ ایسا کرنے سے خدا کا فضل و کرم تیرے شامل حال رہے گا، تو دنیامیں عزت وآبروسے بسر کرے گا اور آخرت میں نجات پائے گا۔"[117]

بقیہ دو مضامین بھی اسی پیغام کو اجاگر کرتے ہوئے لکھے گئے ہیں،۔

میلادالنبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (حصہ دوم)

اس سلسلہ کی اشاعت نومبر 1988ء میں ہوئی۔ ماہنامہ نعت،لاہور میں شائع ہونے والا میلادالنبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ دوسرا حصہ ہے اس کے نثری مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ عربی مولودنامے	صاحبزادہ محب اللہ نوری	ص15
2۔ محافلِ میلاد	راجارشید محمود	ص39
3۔ قبہ مولد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	علامہ ضیاء القادری	ص75
4۔ ظہورِ قدسی	"	ص85

عربی مولودنامے

حضور سرور دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت مدار ایمان ہے اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تذکرہ بار بار کیاجائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت، کمال وفضائل اور معجزات کا ذکر کیاجائے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ عرب وعجم میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت، فضائل وکمالات اور سیرت طیبہ کے عنوانات سے لوگوں نے نعتیہ کلام پیش کیاہے اور اپنی نیاز مندی کا اظہار کیاہے۔

زیر نظر مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں محمد محب اللہ نوریؒ صاحب نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عربی میں لکھے گئے مولودناموں کا تذکرہ پیش کیاہے۔ یہ میلادنامے منظوم بھی ہیں اور منثور بھی۔ ان کے عنوانات درج ذیل ہیں:

1۔ المولد النبوی للنابلسی	مؤلف: عارف باللہ امام شیخ عبد الغنی نابلسی
2۔ المولد النبوی للشیخ المغربی	الشیخ محمد مغربیؒ
3۔ النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم	امام کبیر احمد بن حجرالہیتمیؒ

---

[117] محمد خان، ربیع الاول کا پیغام، ماہنامہ نعت، لاہور، میلادالنبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حصہ اول، ص82

4۔ نثر الدرر علی مولد ابن حجر	علامہ سید احمد بن عبد الغنی دمشقی
5۔ مولد الدردیر	الشیخ احمد الدردیر مالکی مصری
6۔ النظم البدیع فی مولد الشفیع (منظوم)	علامہ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی
7۔ مولود النبی ﷺ	سلیمان برسوی[118]

8۔ علامہ سخاویؒ نے "الضوء اللامع" میں درج ذیل مولود ناموں کا ذکر کیا ہے:

جامع الآثار فی مولد النبی المختار	حافظ ابن ناصر الدین دمشقی
الصاوی فی مولد النبی الهادی	نامعلوم
اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق	
التعریف بالمولد الشریف	
مختصر عرف التعریف بالمولد الشریف للجزری	
الدر المنظوم	شیخ محمد بن عثمان
اللفظ الجمیل	" [119]

9۔ علامہ یوسف الیان سرکیس نے درج ذیل مولود ناموں کا تذکرہ کیا ہے:

مولد البشیر النذیر السراج المنیر	ابو الوفاء حسینی، مطبوعہ مصر 1307ھ
مولد المصطفیٰ العدنانی (منظوم)	عطیہ بن ابراہیم شیبانی، سن اشاعت 1311ھ
مولد النبی ﷺ	ابو الفرح عبد الرحمٰن بن ابی الحسن ابن جوزی حنبلیؒ
مولد النبی (منظوم)	عائشہ بنت باعونیہ دمشقیہ شافعیہ[120]
مولد النبی ﷺ	عبد الرحیم بن احمد برعی یمنی
مولد النبی ﷺ	احمد بن قاسم مالکی بخاری حریری

[118] محب اللہ نوری، عربی مولود نامے۔ میلاد النبی حصہ دوم، ماہنامہ نعت، لاہور، نومبر 1988ء، ص 17 تا 21

[119] ایضاً

[120] مصدر سابق، ص 22

مولد النبی ﷺ	عبد اللہ حمصی شاذلی
مولد النبی ﷺ	شیخ خالد بن والدی
مولد النبی ﷺ	شیخ محمد وفا صیادی
مولد النبی ﷺ	شیخ محمود محفوظ دمشقی شافعی
المولد الجلیل حسن الشکل الجمیل	شیخ عبد اللہ بن محمد مناوی شاذلی[121]
10۔ موالید وادعیہ	نامعلوم
11۔ مولد اشرف الانام	نامعلوم
12۔ مولد البرزنجی (نثر)	سید جعفر بن حسن بن عبد الکریم بن سید محمد مدنی بن عبد الرسول
13۔ مولد البرزنجی (نظماً)	زین العابدین بن محمد ہادی
14۔ قصیدہ بردہ	شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید
15۔ مولد الدیبعی	حافظ عبد الرحمٰن بب علی الشیبانی
16۔ مولد الغرب	محمد بن محمد الدمیاطی
17۔ عقیدۃ العوام	شیخ احمد بن محمد بن رمضان المالکی[122]

ان عربی میلاد ناموں میں جہاں رسول اللہ ﷺ کے ولادت باسعادت کا تذکرہ موجود ہے وہیں پر ان کے مصنفین کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقیدت و محبت کے تذکرے بھی موجود ہیں۔ ان موالید ناموں میں صلوٰۃ وسلام بحالت قیام، رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا تذکرہ جو وقت ولادت رونما ہوئے، رضاعت، بچپن، شقِ صدر، تجارت، شادی، بعثت، دورِ مصائب وآلام، معراج، ہجرت، مدینہ منورہ میں تشریف آوری، حسنِ سیرت وحُسنِ صورت، شرم وحیا، تواضع وانکساری، اور فقر اختیاری وغیرہ امور کا تذکرہ ہے۔ اسی ان مولود ناموں میں اختتام مولود کا تذکرہ بھی ہے۔ جس کا ذکر محمد محب اللہ نوریؒ صاحب نے اس مضمون میں کیا ہے۔

---

[121] ایضاً

[122] محب اللہ نوری، عربی مولود نامے، میلاد النبی حصہ دوم، ماہنامہ نعت، لاہور، نومبر 1988ء، ص39

محافلِ میلاد

یہ مضمون راجارشید صاحب کی قلمی کاوش ہے، جو کہ ماہنامہ نعت کے میلاد النبی ﷺ حصہ دوم میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرنا ایک مستحسن عمل قرار دیا گیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لیے ایک عظیم نعمت ہیں۔ آپ ﷺ نعمت بھی اور فضل ورحمت بھی۔ اس لیے اس مسرت کا اظہار محافل کے انعقاد کی صورت میں کرنا بھی اظہار تشکر کا ایک طریقہ ہے۔

راجہ رشید محمود صاحب اپنے اس مضمون میں لکھتے ہیں کہ ویسے تو ہمیں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر مند رہنا چاہیے جو اس نے نبی ﷺ کی بعث کی صورت میں ہم پر کیا ہے لیکن بالخصوص ان ایام میں تذکرہ کرنا جس وقت آپ ﷺ دنیامیں تشریف لائے قرآن وحدیث اور اسلاف کے طریقہ کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"حضور رسول کریم ﷺ نے دوشنبہ (پیر) کے دن اس دنیا میں ظہور فرمایا۔ ایک سائل نے آپ سے پیر کے روزہ رکھنے کے بارے میں استفسار کیا تو سرکار ﷺ نے فرمایا: **ذاك يوم ولدت فيه**۔ (یہ میرا روزِ ولادت ہے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ آقا حضور ﷺ نے ہمیں بتادیا کہ میرے یوم پیدائش کو بھلانہ دینا، اس دن خوشی کرنا تمہارے لیے ضروری ہے، اس دن اللہ کے اس انعام اور احسان کا خوب خوب ذکر کرنا۔"[123]

سرکار ﷺ کے میلاد کی تاریخ کے حوالے سے سید سلیمان ندوی کی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ وہ مہینہ ہے جو ہماری قابلِ عزت تاریخ کا دیباچہ ہے اور ہمارے روشن دنوں کی صبح ہے۔ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے اس مہینے کو ولادتِ نبوی ﷺ کی یادگار اور مجلسِ میلاد کا زمانہ بنادیا۔ ملک معظم مظفر الدین پہلا شخص ہے جس نے مجلسِ میلاد قائم کی"[124]

اس کے علاوہ راجارشید محمود نے اپنے اس مضمون میں متقدمین علماء کی کتب کا تذکرہ کیا جو انہوں نے میلاد کے موضوع پر لکھی ہیں، محافل میلاد عرب وعجم کس طریقے سے اور ذوق وشوق سے منائی جاتی ہیں اس کا بھی ذکر مضمون ھٰذا کا حصہ ہے۔ اپنے مضمون کا اختتامیہ درج ذیل الفاظ سے کرتے ہیں:

---

[123] ایضاً، ص 41

[124] راجارشید محمود، محافل میلاد النبی، حصہ دوم، ماہنامہ نعت لاہور، ص 48 بحوالہ: شمس الاسلام، بھیرہ، جنوری، فروری 1982ء ص 9

"حضور سرورِ انبیاء، حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے ظہورِ پاک کے حوالے سے خوشی منانے، محافل منعقد کرنے، جلوسوں وغیرہ کے ذریعے شان وشوکت کا اظہار کرنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کے اقوال وارشادات واضح ہیں۔ ہمیں مسرت وانبساط اور ابتہاج وعقیدت کی محفلیں سجانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے لیکن ان میں عامۃ المسلمین کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے کسی وضعی روایت کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح جلوسوں مظاہروں میں ہر غیر اسلامی، غیر اخلاقی حرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ورنہ سرکار ﷺ ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔"[125]

ظہورِ قدسی

علامہ ضیاء القادری صاحب کا یہ مضمون ان جید علماء کی عبارات پر مشتمل ہے جنھوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے اس دنیا میں ظہور فرمانے پر اپنے جذبات کا اظہار نثر کی صورت میں کیا ہے۔ ویسے تو اس مضمون میں شائع کردہ تمام علماء و صلحاء کی عبارات محسنِ کائنات کی بارگاہ میں تہنیت نامے پیش کرتی اور رونقیں سمیٹتی نظر آتی ہیں۔ لیکن ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے مضمون کا ایک اقتباس، آپؒ لکھتے ہیں:

"دائرہ کائنات کا مرکز، مجموعہ مخلوقات کا حرفِ اولین، گلزارِ خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمانِ وجود کا نیرِ اعظم، وہ تاباں ودرخشاں نورِ عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے کائنات کو مالامال کر دیا۔"[126]

سید سلیمان ندویؒ کے مضمون کا ایک اقتباس ہے آپؒ لکھتے ہیں:

"خوشخبری ہو کہ اس ماہِ ربیع الاول کا چاند طلوع ہوا جو اسلام کی بہار کا مہینہ ہے، وہ مہینہ جس میں ہدایت کی صبح نمودار ہوئی اور نیکی کے چشمے نکلے۔ وہ مہینہ جس میں وہ شخص ظاہر ہوا جو عرب کو تاریکی سے روشنی میں، جہالت سے علم میں، وحشت سے تہذیب، کفر سے توحید، ذلت وپستی سے عزت وفضائل کی طرف لایا۔ پس اس وقت مذہباً سب سے بڑی قوم کے نزدیک سب سے بڑا مہینہ ہے اور مذہب خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے۔"[127]

علامہ غلام رسول سعیدیؒ لکھتے ہیں:

---

[125] ایضاً، ص60

[126] ضیاء القادری، علامہ، ظہورِ قدسی، میلادالنبی حصہ دوم، ماہنامہ نعت لاہور، ص85

[127] مصدر سابق، ص88

"حضور ﷺ آئے تو نظامِ عالم میں انقلاب آیا، دلوں کی سوچ بدلی، عمل کے اطوار بدلے۔ جن کا کردار ننگِ انسانیت تھا، ان کی پاکبازیوں پر قدسیوں کو رشک آنے لگا۔ وہ کیا آئے کہ چمنستانِ وجود میں خزاں نادیدہ بہار آئی، عرفان کی کلیاں چٹکیں، ایمان کے پھول مہکے۔ بندے کو خدا سے وہ قرب حاصل ہوا جس کا نہ تصور تھا نہ گمان۔ رحمتِ خداوندی کی ایسی بارش ہوئی کہ دنیائے وجود کا ہر ذرہ شاداب ہو گیا۔"[128]

اس کے علاوہ جن خوش نصیب انسانوں نے ظہورِ قدسی کے عنوان سے تہنیت و عجز و نیاز کے نذرانے پیش کیے ان میں مولانا ابوالحسن علی ندوی، قاضی عبدالدائم دائم، نسیم حجازی ، محمد حسین آسی، حاجی فضل احمد، صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، مولانا سید محمد متین ہاشمی، بدر القادری (بھارت)، محمد منشا تابش قصوری، ابوالسرور منظور احمد نوری، قمر یزدانی ، مولانا محمد حنیف یزدانی، سردار علی صابری، راجا رشید محمود اور درد کوروی جیسے عظیم لوگ شامل ہیں جن کی عبارات کو اس مضمون میں صفحات کی زینت بنایا گیا ہے۔

میلاد النبی ﷺ (حصہ سوم)

یہ رسالہ ماہنامہ نعت کے شمارہ 12 ،ج 1 دسمبر 1988ء، میں شائع ہوا۔ جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

1۔ حیات طیبہ میں ربیع الاول کی اہمیت	شہناز کوثر	ص 11
2۔ ولادت کے وقت سرکار ﷺ کے معجزات	سید محمد سلطان شاہ	ص 73
3۔ میلاد النبی ﷺ کا فلسفہ	خلیل احمد نوری	ص 95
4۔ سرزمین حجاز پر دھنک رنگ دستاویز	اختر امام رضوی	ص 107

حیات طیبہ میں ربیع الاول کی اہمیت

یہ محترمہ شہناز کوثر کا مضمون ہے، جس میں انہوں نے اس بات کی حکمت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے لیے تمام مہینوں میں سے ماہِ ربیع الاول کا کیوں انتخاب کیا۔ اور اس کے علاوہ باقی بھی تمام ایسے اہم واقعات جو تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں اسی ماہ میں رونما ہوئے۔

ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی نے اس کی جو وجہ بیان کی ہے اس کو تحریر کرتے ہوئے محترمہ شہناز کوثر صاحبہ لکھتی ہیں:

---

[128] ایضاً، ص 92

"یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر حضوراکرم ﷺ رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض ناسمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہوجاتے کہ آپ کو جو عظمت وشان حاصل ہے ، وہ ان مہینوں کی فضیلت اور قدر ومنزلت کی وجہ سے ہے لیکن خالقِ حکیم جل جلالہٗ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہِ ربیع الاول میں ہو تا کہ یہ مہینا آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف وبزرگی حاصل کرے اور نبی اکرم ﷺ اور جشنِ میلاد نبوی ﷺ کی بدولت خدائے علیٰ وقدیر کی عنایات ونوازشات کا اظہار ہو۔"[129]

اس کے علاوہ محترمہ شہناز کوثر نے ربیع الاول کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھاہے کہ نزولِ وحی کا آغاز، معراج النبی ﷺ (بعض روایت) ہجرت مدینہ ،قبامیں آمد، حضرت سلمان فارسی کا قبول اسلام، مسجد قبا کی تعمیر، سرکار ﷺ نے جمعہ کا پہلا خطبہ، حضرت ابوایوب انصاری کے ہاں قیام ،مسجد نبوی کی تعمیر، غزوہ بواط، غزوہ سفوان یا بدرِ اولیٰ، غزوہ لوط، سریہ زید بن حارثہ، کعب بن اشرف کا قتل یا سریہ محمد بن مسلمہ ،ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال، حضرت امّ کلثوم کا نکاح، غزوہ غطفان، غزوہ بنی نضیر، مسجد شمس کا قیام، سورہ حشر کا نزول، شراب کی شرعی حد، غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ بنی لحیان، مہم عکاشہ ، مہم ذوالقصہ ، غزوہ ذی قرد، سریہ حضرت شجاع بن وہب الاسدی، مہم کعب بن عمیر ، عدی بن حاتم ، وفدبَلّی، سریہ بنی کلاب، سریہ خالد بن ولید، حضرت ابراہیم کا انتقال، حضرت ابراہیم کے انتقال کے دن خطبہ ، مہم اسامہ ، سرکار کے آخری خطبے اور آپ ﷺ کا وصال بھی ماہِ ربیع الاول میں ہوا۔

ولادت کے وقت سرکار ﷺ کے معجزات

یہ مضمون سید سلطان شاہ صاحب کا تحریر کردہ ہے، جس میں انہوں نے سرکار ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت ظہور پذیر ہونے والے معجزات کا ذکر کیاہے۔

حضور سرورِ کائنات فخر موجودات سرکارِدوعالم ﷺ وجہِ تخلیق کائنات ہیں ۔ اگر حضور خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت نہ ہوتی تو بزمِ عالم میں رونق نہ ہوتی۔ اس لیے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی سب سے بڑی عظیم سعادت اور احسان قرار دیا اور اس کے لیے غیر معمولی خوارق عادات واقعات کا ظہور پذیر ہوا۔

سید سلطان شاہ صاحب نے ان معجزات کو دلائل کے ساتھ ذکر کیاہے، اس مضمون کی ابتداء میں سرکار ﷺ کی ولادت کو کائنات کی عظیم خوشخبری قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کی نبوت کے حوالے سے بات کی ہے، جس میں اس

[129] شہناز کوثر، حیات طیبہ میں ربیع الاول کی اہمیت، میلاد النبی حصہ سوم، ماہنامہ نعت، لاہور، دسمبر 1988ء، ص12

بات کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ ظہور میں اگرچہ سب سے آخر میں ہیں لیکن وجود میں سب سے پہلے ہیں۔ چند ایک معجزات جو انہوں نے ذکر کیے ہیں پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، میں حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر تھی۔ اس رات مجھے ہر چیز آفتاب کی مانند روشن نظر آتی تھی۔ ستاروں کو میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے میری طرف چلے آرہے ہیں۔[130]

2۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ سرکار ﷺ پیدا ہوتے ہی سجدہ الٰہی میں گر پڑے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم ﷺ دونوں ہاتھوں پر سجدہ کرتے اور دونوں آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے پیدا ہوئے۔ بعض اور راویوں کا بیان ہے کہ پیدا ہوتے ہی آپ ﷺ تو تقریب الٰہی کی جانماز پر سجدے کو جھکے مگر آپ کا نورِ عظمت الٰہی کے پردوں تک جا پہنچا اور انہیں چاک کر دیا۔[131]

3۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ولادت سے قبل دیکھا کہ ایک نور نکلا جس کی روشنی میں ان کو شام اور بصرہ کے محل دکھائی دیے۔[132]

4۔ طبرانی، ابو نعیم، خطیب اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے رب نے ایک عزت مجھے بخشی ہے، کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں اور کسی نے میرے پوشیدہ مقام کو نہیں دیکھا۔ ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے۔[133]

اپنے مضمون کا اختتام سید سلطان شاہ یوں کرتے ہیں:

حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پیدائشی طور پر نبی پیدا فرمایا تھا۔ کیونکہ معجزات نبوت کی علامت ہوتے ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے " انبیائے کرام میں سے کوئی نبی نہیں مگر انہیں معجزے عطا فرمائے گئے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ایمان لائیں " پھر

---

[130] سیدمحمدسلطان شاہ،ولادت کے وقت سرکارکے معجزات،میلادالنبی حصہ سوم،ماہنامہ نعت لاہور،دسمبر1988ء،ص76

[131] ایضاً، ص79

[132] ایضاً

[133] ایضاً

سرکار ﷺ تو سید المرسلین اور امام الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کا امتی بننے کی خواہش انبیاء نے کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ خدائے عزوجل نے محمد ﷺ سے بہتر نہ کسی کو پیدا فرمایا نہ ظاہر کیا، نہ لباسِ ہستی پہنایا اور نہ خدا تعالیٰ نے بجز آپ ﷺ کے کسی کی زندگی کی قسم کھائی۔[134]

میلاد النبی ﷺ کا فلسفہ

یہ تحریر خلیل احمد نوری صاحب کی ہے۔ جس میں انہوں نے میلاد النبی ﷺ کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی ولادت سے پہلے کے حالات کا تذکرہ کیا ہے اور پھر آپ ﷺ کی آمد سے جو کردار واحوال میں تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور رسولِ کریم ﷺ کے ولات باسعادت کے تذکرے کو خیر کا باعث قرار دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

" قرآن حکیم میں صالحین خصوصاً انبیاء ورسل کا بار بار تذکرہ ہے اور ان کے تذکرے کا حکم بھی دیا ہے۔ دسیوں مرتبہ "واذکر" کے لفظ میں یہ امر ربی موجود ہے۔ کہیں ایوب وادریس کے ذکر کا حکم ہے، کہیں ابراہیم واسماعیل کا، کہیں اسحاق ویعقوب کا، کہیں داؤد سلیمان کا، کہیں آدم ونوح کا، کہیں موسیٰ وعیسیٰ کا اور کہیں زکریا و یحییٰ کا۔ سلام اللہ علیھم۔

جب ان انبیاء کا ذکر خیر کا باعث ٹھہرا ہے تو وہ رسول معظم و محتشم جو امام الانبیاء والمرسلین کے منصب جلیلہ وعظیمہ پر فائز ہیں ان کا ذکر مبارک کیوں باعث فلاح دارین نہیں۔ جب یحییٰ وزکریا اور عیسیٰ موسیٰ علیھم السلام کی ولادت کے تذکرے قرآن نے اس لیے اپنے سینے میں محفوظ کیے ہیں کہ یوم النشور تک انہیں دہرایا جاتا رہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی ولادت وبعثت کے واقعات کا سننا اور سنانا بھی روشِ قرآنی کے عین مطابق ہے۔۔۔یہی جشنِ عید میلاد النبی ہے۔[135]

اعلانِ نبوت

نبی رحمت ﷺ نے شروع شروع میں خفیہ طریقے سے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، اور یہ سلسلہ تقریباً تین سال تک جاری رہا۔ تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۂ" شعراء" کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ o نازل فرمائی اور

---

[134] مصدر سابق، ص84

[135] خلیل احمد نوری، میلاد النبی کا فلسفہ، میلاد النبی حصہ سوم، ماہنامہ نعت، لاہور، دسمبر 1988ء، ص98

خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرایئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر" یا معشر قریش "کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کر لو گے ؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقینا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابو لہب بھی تھا، سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فول بکنے لگے۔

راجا رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

"تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کا آغاز عام طور پر کسی معجزے سے کیا۔ جب معجزے سے لوگوں کی عقلیں عاجز آ گئی کہ یہ بات عقل سے ماوراء ہے تو ان انبیاء کرام کے مخاطبین اس حقیقت کا سامنا کرنے کے لیے عملاً تیار ہو گئے کہ اب جو بات یہ کہیں گے، وہ اگرچہ ہماری سمجھ سے ماوراہی کیوں نہ ہو، اس میں کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہو گی۔ مگر حضور ﷺ نے اپنی نبوت کا باقاعدہ اعلان کرتے ہوئے قریشِ مکہ کے سامنے کوئی معجزہ پیش کر کے کفار کی عقلوں کو سلب کرنے کے بجائے ان کے سامنے اپنی زندگی کے چالیس سال رکھے کہ ان چالیس برسوں میں کفار کے درمیان حضور ﷺ کا بچپن اور جوانی گزری تھی۔ اور ادھیڑ عمر تک پہنچ کر حضور ﷺ نے پہلے اس بات کی دعوت دی کہ میری زندگی کے چالیس برسوں کے کسی ایک لمحے پر بھی انگلی اٹھا سکتے ہو تو بتاؤ۔"[136]

اس سے مقصود یہی تھا کہ جو شخص دنیوی معاملات میں اس قدر سچا ہے کہ تم خود اس شخصیت کو صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو تو ذرا سوچو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کتنا سچا ہو گا۔ اس لیے سب سے پہلے آپ ﷺ نے اپنی ذات کو پیش کیا پھر کائنات کا سب سے بڑا سچ ان کے سامنے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی معبود نہیں ہے اور جنھیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بت خدا نہیں ہو سکتے۔

---

[136] راجا رشید محمود، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، ماہنامہ نعت، لاہور، حصہ اول، ص 42

معرج النبی ﷺ

معراج کمالِ معجزاتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ وہ عظیم خارقِ عادت واقعہ ہے جس نے تسخیرِ کائنات کے مقفّل دروازوں کو کھولنے کی ابتداء کی۔ اِنسان نے آگے چل کر تحقیق و جستجو کے بند کواڑوں پر دستک دی اور خلاء میں پیچیدہ راستوں کی تلاش کا فریضہ سرانجام دیا۔ رات کے مختصر سے وقفے میں جب اللہ ربّ العزّت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجدِ حرام سے نہ صرف مسجد اقصیٰ تک بلکہ جملہ سماوِی کائنات کی بے اَنت وُسعتوں کے اُس پار" قَابَ قَوْسَيْنِ "اور" أَوْ أَدْنَىٰ "کے مقاماتِ بلند تک لے گیا اور آپ مدّتوں وہاں قیام کے بعد اُسی قلیل مدّتی زمینی ساعت میں اِس زمین پر دوبارہ جلوہ اَفروز بھی ہو گئے۔

قرآن کریم میں سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔[137]

ماہنامہ نعت، لاہور میں اس حوالے سے دو حصے شائع ہوئے جن کا عنوان معراج النبی ﷺ ہے۔ یہ رسائل اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہیں کہ ان میں ذکر معراج نظم کی صورت میں بھی اور نثر کی صورت میں۔ ہمارا موضوعِ بحث چونکہ نثر ہے کی صورت میں سیرت مصطفیٰ ﷺ جو بیان ہوئی اس کا تجزیہ پیش کرنا ہے تو اس لیے یہاں ان موضوعات کو بیان کیا جائے گا جو بصورت نثر ہیں۔

معراج النبی ﷺ (حصہ اول)

یہ حصہ ماہنامہ نعت، لاہور میں مارچ 1989ء کو شائع ہوا۔ اس کے مضامین درج ذیل ہیں:

معراجِ نبوی ﷺ	منظور حسین ماہر القادری
کارخانہ عالم میں تعطیل	سید معظم علی

[137] بنی اسرائیل: آیت نمبر 1

معراج کیوں اور کیسے	عبد التواب
اقبال اور معراج النبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	ڈاکٹر سید عبد اللہ
واقعہ معراج اور جدید سائنس	سید محمد سلطان شاہ
معراجِ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	راجا رشید محمود

منظور حسین ماہر القادری صاحب "معراج نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" کے عنوان کے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جسمانی معراج کو بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"جس قادرِ مطلق کی قدرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھڑکتے ہوئے شعلوں اور دہکتے ہوئے انگاروں کو چمنستان بنا سکتی ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفان کے ان خوفناک تھپیڑوں سے بچا سکتی ہے جن کے زور نے بلند پہاڑوں کی مضبوط چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کی لرزتی ہوئی موجوں پر راستہ بنا سکتی ہے، کیا اس کے لیے (معاذاللہ) یہ محال ہے اپنے محبوب و معزز بندے کو فضائے آسمانی کے بلند سے بلند کرہ میں لے جائے۔ احادیث صحیحہ سے حضرت جبریل علیہ السلام کا زمین و آسمان کا ہبوط و صعود ثابت ہے۔ جس قادرِ مطلق کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام آسمانوں کی بلندیوں سے زمین پر آسکتے ہیں، وہ اپنے اس مقدس بندے کو عرش پر لے گیا تو کون سی تعجب کی بات ہے جس کے غلاموں کی قسمت پر حضرت جبریل علیہ السلام رشک کرتے تھے۔"[138]

نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب معراج کے لیے تشریف لے گئے تو پوری کائنات کا نظام اپنی جگہ رک گیا اور جب واپس تشریف لائے تو دوبارہ وہ نظام جاری و ساری ہو گیا حتیٰ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کاشانہ مبارک کے دروازے کی کنڈی بھی اسی طرح ہلتی رہی۔ اس مضمون کو سید معظم علی نے بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے، چنانچہ "کارخانہ عالم میں تعطیل" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"مہمانِ الٰہی قربتِ الٰہی کا سفر تمام کر کے اپنے کاشانہ راحت میں جلوہ گر ہوئے تو کارخانہ عالم کی تعطیل بھی ختم ہو گئی۔ فلک الافلاک کی سٹیم چلی۔ کروں کی باہمی کشش جو بند کر دی گئی تھی، کھول دی گئی تو کارخانہ عالم کی ہر مشین کا ہر پرزہ جس جگہ رکا ہوا تھا، اسی جگہ سے حرکت میں آیا۔ کرہ نار میں حرارت، زمہریر میں برودت، کرہ ہوا میں لہک پیدا ہوئی۔ درختوں کی

[138] ماہر القادری، منظور حسین، معراج نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ماہنامہ نعت، لاہو، معراج النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حصہ اول، ص 6

شاخیں اور ان کے پتے اپنی جگہ سے حرکت میں آئے۔ دریاؤں کی موجیں، نہروں کی لہریں اپنی جگہ سے اٹھیں۔ بولنے والوں کی بند زبانیں، چلنے والوں کے رکے ہوئے قدم، سونے والوں کی تھمی ہوئی سانسیں اپنی اپنی جگہ سے چلیں۔[139]

موجودہ دور سائنسی دور ہے اور ہر چیز کو سائنس کے مطابق پرکھنے کی کوشش جاری و ساری ہے۔ اگر ہم اس تناظر میں اسلام کا مطالعہ کریں تو صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جس کی ہر بات کی، جدید سائنس تصدیق کرتی ہے اور تصدیق نہ بھی کرے تو تکذیب ہرگز نہیں کرتی۔ واقعہ معراج بھی دینِ اسلام کا ایک ایسا عظیم واقعہ ہے جس کو سائنس بھی تسلیم کرتی ہے کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ ڈاکٹر سید سلطان شاہ "معراج اور جدید سائنس" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ سائنس جس طرح دیگر معجزات کو تسلیم کرتی ہے اسی طرح اسراء و معراج کو بھی ثابت کرتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے جس سواری پر آپ ﷺ سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے اس کا نام براق تھا۔ براق کا مادہ برق ہے جس کے معنی بجلی (Electricity) کے ہیں۔ اور بجلی کی رفتار 30x8/10 میٹر فی سیکنڈ (186000 میل فی سیکنڈ) ہوتی ہے۔

مضمون کے اختتامی الفاظ جو کہ بڑے جاندار ہیں کچھ اس طرح سے ہیں:

"قرآن کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی اور دو امریکی، نیل آرمسٹرانگ اور کلونل ایلڈرن 20 جولائی 1969ء کو چاند کی سطح پر اترے۔ اگر امریکی خلاباز چاند تک پہنچ سکتے ہیں تو وہ ذات جن کے لیے یہ کائنات بنی، چاند سے آگے بھی جا سکتی ہے۔ تسخیر قمر کے بعد مریخ پر جانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ انسانی پرواز کی یہ کامیاب کاوشیں واقعہ معراج کی صداقت کی روشن مادی دلیلیں بنتی جا رہی ہیں۔ شاعر مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے

کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں[140]

راجہ رشید محمود صاحب "معراج سرکار ﷺ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

---

[139] مصدر سابق، ص 21

[140] سیدسلطان شاہ، معراج اور جدیدسائنس، معراج النبی حصہ اول، ماہنامہ نعت لاہور، ص79

"شہادت کی کاملیت و اکملیت کے خیال سے اور اپنے محبوب سے وصال کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بلا بھیجا۔ جبریل امین علیہ السلام پیغام لائے۔ لیکن اگر حضور ﷺ کو اپنی قیام گاہ سے بلایا جاتا تو جبریل کے لیے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہوتے یا باہر سے آپ ﷺ کو اجازت کے لیے پکارتے۔ مومنوں کے لیے یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں۔ اس لیے اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور سے بلا بھیجنے کا اہتمام کیا گیا۔ خدا کے محبوب ﷺ کو تکلیف دینا جبریل علیہ السلام کو کب گوارا تھا۔ چنانچہ

نور نے تلووں کو سہلا کر جگایا خواب سے

یوں ہوا سرکار کا معراج جسمانی شروع

معراج النبی ﷺ (حصہ دوم)

یہ حصہ ماہنامہ نعت، لاہور میں اپریل 1989ء کو شائع ہوا۔ اس کے مضامین درج ذیل ہیں:

1۔ واقعہ معراج	ملک شیر محمد خان اعوان
2۔ وصلِ حبیب ﷺ	مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ
3۔ تشریحِ آیات معراج	علامہ محمد اقبالؒ
4۔ معراج روحانی یا جسمانی	ڈاکٹر حافظ محمد یونس
5۔ معراج کیسے؟	آغا غیاث الرحمٰن انجم
6۔ لیلۃ المعراج	سید زاہد رضوی
7۔ رفعتِ شانِ سرکار ﷺ	محمد اسلم نقشبندی

"واقعہ معراج" کے عنوان میں ملک شیر محمد خان اعوان صاحب نے معراج کی حقیقت اور جسمانی معراج کا انکار کرنے والوں کو جواب دیے ہیں۔ اور مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے اس واقعہ معراج کو جس کا تفصیلی ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اسے صرف روحانی معراج پر محمول کرنے کو درست قرار نہیں دیا۔

"وصلِ حبیب" مولانا سید نعیم الدین مرادآبادیؒ کا مضمون ہے جو ماہنامہ "السوادالاعظم" مرادآباد کے "معراج نمبر رجب وشعبان 1346ھ۔ص 13۔17 میں شائع ہوا۔اس مضمون کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ماہنامہ نعت ،لاہور کے معراج النبی ﷺ حصہ دوم میں بھی اس مضمون کو صفحات کی زینت بنایا گیا ہے۔

اس مضمون میں سید صاحب نے تفصیلی طور پر معراج کا ذکر کیا ہے۔مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پھر وہاں سے آسمانوں کا سفر اور پھر مقامِ قرب تک آپ ﷺ کی پہنچ۔اس پر سید نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں:

"آیاتِ الٰہیہ کے ملاحظے کے بعد حضور ﷺ اس مقامِ قرب میں پہنچے جہاں کسی انس وملک کی رسائی نہ تھی، ساتھی رہ گئے۔ہنوز ستر حجاب نوری ہیں۔ہر حجاب پانچ سو برس کی راہ انقطاع تام ہے۔رحمتِ الٰہی کی اعانت وامداد سے محبوبِ مطلوب ﷺ نے بے حیرت ودہشت وہ حجابات طے کیے۔حضرتِ عزت سے ندا آئی۔ادن یاخیر البریہ۔ادن یااحمد۔ادن یامحمد۔اے بہترینِ کائنات قریب آ،اے احمد! قریب آ۔اے محمد! قریب آ۔[141]

"علامہ اقبال اور تشریح آیات معراج" یہ مضمون رسالہ "دارالسلام" پٹھان کوٹ (ستمبر 1941ء) میں "تعلیمات اقبال" کے عنوان سے شائع ہوا۔اس میں علامہ اقبالؒ سے سورۃ النجم کے پہلے رکوع کی تشریح طلب کی گئی تو انہوں نے اس پر تقریر کی اس تقریر کا ایک اقتباس کچھ یوں ہے:

"کان قاب قوسین اوادنیٰ معراج شریف کا ذکر ہے کہ جب حضور پاک ﷺ عرشِ معلیٰ پر تشریف لے گئے۔اس بات کو جاننے کے لیے یوں سمجھ لیجیے کہ دنیا میں انسانی ملاقات کی تین صورتیں ہیں۔

1۔ آمنے سامنے: ایک شخص کا دوسرے شخص کے سامنے آکر ملاقات کرنا

2۔ مصافحہ: ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا، اس صورت میں دونوں ایک مقام پر ملتے ہیں یا مس کرتے ہیں۔

3۔ معانقہ: بغل گیر ہونا۔اس صورت میں ایک شخص کے بازوؤں کی بنی ہوئی قوس دوسرے کی کمر کے گرد حلقہ بناتی ہے۔ یعنی دونوں قوسین ایک دوسرے کو قطع کر جاتی ہیں۔

1۔اس میں قوسِ الوہیت اور قوسِ بشریت ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں:

قوسین

---

[141] نعیم الدین مرادآبادی،وصل حبیب،معراج النبی حصہ دوم، ماہنامہ نعت لاہور،اپریل1989ء،ص19

2۔ دونوں قوسین ایک دوسرے سے مس کرتی ہیں یہ صورت ہاتھ ملانے کی صورت سے مشابہ ہے۔ یہ صورت دائمی ہے جس پر حضور پاک ﷺ، فائز ہیں۔ اسی سبب سے آپ کا اسم گرامی عبدہٗ ہے: قاب قوسین

3۔ ملاقات کی تیسری صورت بغل گیر ہونے سے مشابہ ہے۔ اس میں دو قوسین ایک دوسرے کو قطع کر گئی ہیں: اوادنیٰ کان قاب قوسین اوادنیٰ معراج شریف کی توضیح کے لیے آیا ہے۔ دونوں قوسیں ایک دوسرے کو قطع کر جانے سے عبدہٗ کا وہ مقام جو ان قوسوں کے مقامِ اتصال پر تھا، عرشِ الوہیت کے بیچ میں چلا گیا ہے جو جلال و کمال کے انتہائی اتحاد سے عبارت ہے۔ یہ وہ ملاقات ہے جو انبیاء میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں جبریل مقرب فرشتہ ہونے کے باوجود بھی نہ پہنچ سکے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوہ صفات

تو عینِ ذات می نگری در تبسمے [142]

ہجرتِ مدینہ

سیرت کے باب میں سرکار ﷺ کی ہجرت مدینہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے ماہنامہ نعت میں باقاعدہ کتابی صورت میں ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ کے نام سے رسالہ شائع کیا گیا۔ جس کی مصنفہ محترمہ شہناز کوثر صاحبہ ہیں۔ یہ رسالہ ماہنامہ نعت لاہور، مئی 1996ء کو شائع ہوا۔

اس رسالہ میں ہجرت کا معنی و مفہوم، قرآن کریم واحادیث کریمہ میں ہجرت کے احکام وواقعات، ہجرت کی ضرورت، سلف صالحین کی ہجرت اور نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی انفرادیت کا ذکر ہے۔

ہجرت کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے محترمہ شہناز کوثر صاحبہ لکھتی ہیں:

"ہجرت کا معنی فرقت ہے۔ کسی شی کو چھوڑ دینا، کسی کام کو ترک کرنا کسی معاملے سے بے تعلق ہونا ہجرت ہے۔ اصطلاحی معنیٰ میں ہجرت یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین نافذ نہ ہوں، جہاں کا آئین قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو، اور وہاں رہتے ہوئے جہاد کے ذریعے اس نظام کو فی الوقت بدلنا ممکن نہ ہو، جہاد ہی کی کیفیت میں، اپنے آپ کو زیادہ مضبوط کرنے اور دوبارہ اسی جگہ پر آکر حاکمیت الہیہ جاری کرنے کی خواہش میں، ملک کو چھوڑ دینا ہجرت ہے۔" [143]

---

[142] علامہ اقبال اورتشریح آیات معراج،معراج النبی حصہ دوم، ماہنامہ نعت،لاہور،ص38

[143] شہناز کوثر،ہجرت مدینہ، ماہنامہ نعت لاہور،مئی1996ء،ص10

ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ کی انفرادیت کو بیان کرتے ہوئے محترمہ شہناز کوثر صاحبہ لکھتی ہیں:

"ہمارے آقا و مولا ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت کی بنیاد، قوم کا دعوت قبول نہ کرنا اور ان کا اہلِ اسلام یا پیغمبر اسلام ﷺ کو تنگ کرنا، اور ان وجوہ سے مکہ چھوڑ کر مدینہ جا کر پناہ لینا نہیں ہے۔ بلکہ اس جدوجہد کو، اس جہاد کو حتمی کامیابی تک پہنچانا ہے جو مکہ میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنے کے لیے ضروری تھا۔ حضور ﷺ کی شریعت میں جہاد کو مرکزی اہمیت حاصل ہے اور اگر کسی وجہ سے جہاد کے نتیجے میں، فوری طور پر، حاکمیتِ الٰہی قائم کرنا مشکل دکھائی دیتا ہو تو ہجرت فرض ہو جاتی ہے۔ ہجرت کا معنی پناہ حاصل کرنا نہیں، بلکہ اپنی جدوجہد کو تیز کرنا، اپنے جہاد کی تیاری کو حتمی صورت دے کر واپس مڑ کر فتح کرنا ہے۔[144]

ہجرت مدینہ سے پہلے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے تمام نامساعد حالات کے باوجود ہجرت کے لیے صرف مدینہ منورہ کو ہی منتخب فرمایا۔ اس کی وجہ کیا تھی، اس کو واضح کرتے ہوئے، محترمہ شہناز کوثر صاحبہ "ہجرت، مدینہ ہی طرف کیوں؟ اس عنوان سے لکھتی ہیں:

"مدینہ طیبہ کے مقابلے میں حبشہ دور پار تھا۔ وہاں کا حاکم عیسائی تھا۔ وہاں سے مکہ کی طرف فوج کشی بھی آسان نہ تھی۔ وہاں سے کفارِ مکہ کی اقتصادی، سیاسی اور فوجی لحاظ سے کمزور کرنے کے لیے کاروائیاں نہیں کی جاسکتی تھیں۔ اور، سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ مدینہ کی طرف ہجرت ہو۔"[145]

ہجرتِ مدینہ کے دوران چند ایک معجزات بھی ظہور پذیر ہوئے۔ جن کا تذکرہ تمام کتب سیرت میں موجود ہے اور یقیناً ان معجزات کا ذکر کیے بغیر ہجرتِ مدینہ کا باب مکمل بھی نہیں ہوتا۔ مضمون بالا میں بھی اسی چیز کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس ظہور پذیر ہونے والے معجزات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

1۔ ہجرت کے معجزات میں پہلا معجزہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہجرت کے لیے جب اپنے گھر سے باہر نکلے تو اس وقت دشمنانِ اسلام دروازے پر پہرہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ان کی موجودگی میں اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور ان کو دکھائی نہ دیئے۔ ان کے پاس سے ہوتے ہوئے

[144] شہناز کوثر، ہجرت مصطفیٰ ﷺ، ماہنامہ نعت، لاہور، مئی 1996ء، ص 33

[145] مصدر سابق، ص40

گزر گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غارِ ثور تک گئے اور وہاں تین دن قیام فرمایا۔[146]

2۔ رسول اکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کا رخ فرمایا تو راستے میں آپ ﷺ کا گزر ام معبد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس سے ہوا۔ ام معبد کا نام عاتکہ بنت خالد بن منقذ بن ربیعہ تھا، مگر کنیت سے معروف تھیں۔ ان کے شوہر کا نام اکثم بن ابی الجون الخزاعی تھا، وہ ابو معبد کی کنیت سے مشہور تھے۔ ان دونوں نے جب رسول اکرم ﷺ کی برکات کا اپنے گھر میں مشاہدہ کر لیا تو بعد میں اسلام میں داخل ہو گئے۔

ام معبد ایک مہمان نواز خاتون تھیں۔ لوگ جب ان کے خیمے کے پاس سے گزرتے تو انہیں کھانا کھلاتیں۔ ہجرت کے سفر میں رسول اکرم ﷺ جب ان کے خیمے کے پاس پہنچے تو ان سے کھانے پینے کی چیز طلب کی اور کہا کہ وہ اس کی قیمت ادا کریں گے۔ مگر ام معبد کے گھر میں اس وقت کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے کہا: میرے پاس کھلانے کو کچھ بھی نہیں ہے، اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی تو میں آپ لوگوں کو ضرور کھلاتی۔ ام معبد کے خیمہ کے ایک کونے میں ایک دبلی پتلی بکری موجود تھی جس کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا نہ جانے وہ کب سے بھوکی پیاسی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ام معبد! کیا میں اس بکری کا دودھ دوہ سکتا ہوں؟" ام معبد نے کہا: بھلا اس بکری میں دودھ کہاں سے آ سکتا ہے؟ یہ تو گھر سے باہر دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے کے لیے بھی نہیں جا سکی، کیونکہ یہ بہت ہی کمزور اور لاغر ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر بھی مجھے دوہنے کی اجازت دے دو۔" ام معبد نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ کو اس میں دودھ دکھائی دیتا ہے تو ضرور دوہ لیں۔ اس گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، اللہ کا نام لیا اور دعا کی۔ بکری نے پاؤں پھیلا دیے۔ تھنوں میں بھرپور دودھ اُتر آیا۔ آپ ﷺ نے ام معبد سے ایک بڑا سا برتن لیا جو ایک جماعت کو آسودہ کر سکتا تھا اور اس میں اتنا دودھ دوہا کہ جھاگ اوپر آ گیا۔ پھر ام معبد کو پلایا وہ پی کر شکم سیر ہو گئیں۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا، وہ بھی شکم سیر ہو گئے تو خود پیا۔ پھر اسی برتن میں دوبارہ اتنا دودھ دوہا کہ برتن بھر گیا اور اسے ام معبد کے پاس چھوڑ کر چل دیے۔

ادھر جب ام معبد کا شوہر بکریاں چرا کر آیا تو گھر میں دودھ دیکھ کر دنگ رہ گیا اور بیوی سے پوچھنے لگا: یہ دودھ کہاں سے آ گیا جبکہ گھر میں کوئی بکری نہیں اور ایک بکری ہے بھی تو وہ کمزور اور لاغر ہے جس کے تھن بالکل سوکھ چکے

---

[146] ایضاً، ص78

ہیں؟

ام معبد نے جواب دیا: دراصل بات یہ ہے کہ ایک صاحب یہاں تشریف لائے تھے، انہوں نے جونہی بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، تھن دودھ سے بھر گئے، پھر انہوں نے دودھ دوہا، اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا، اور خود بھی پیا، اور مزید دودھ ہمارے پاس ہی چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ ابو معبد نے بیوی سے کہا: یہ تو وہی قریشی معلوم ہوتے ہیں جنہیں قریش تلاش کر رہے ہیں، ابو معبد نے کہا: ذرا اس مبارک شخصیت کا حلیہ تو بیان کرو۔ ام معبد نے اپنے شوہر سے رسول اکرم ﷺ کا حلیہ مبارکہ اپنے مخصوص الفاظ میں بیان کیا۔

ام معبد نے اللہ کے رسول ﷺ کا حلیہ مبارکہ بیان کیا کیا، عربی زبان میں فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیے۔ کتاب: رحمۃ للعالمین "میں قاضی سلیمان منصور پوری نے اور کتاب "الرحیق المختوم" میں مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

جیسے ام معبد نے حلیہ بیان کرنے میں نہایت عمدہ الفاظ استعمال کیے ہیں اسی طرح ترجمہ کرنے والوں نے بھی اردو الفاظ کے چناؤ کا حق ادا کر دیا۔ صاحب الرحیق المختوم کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"وہ ظاہری وضع قطع کے حامل تھے، جسمانی بناوٹ بڑی معقول تھی۔ چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، نہ تو توندلے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی۔ جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرمگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید و سیاہ آنکھیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمکدار کالے بال۔ خاموش ہوں تو باوقار، گفتگو کریں تو پرکشش۔ دور سے دیکھنے میں سب سے تابناک و پُرجمال، قریب سے سب سے زیادہ خوبصورت اور شیریں۔ گفتگو میں چاشنی، بات واضح اور دوٹوک، نہ مختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ درمیانہ قد، نہ چھوٹا کہ نگاہ میں نہ جچے، نہ لمبا کہ ناگوار لگے، دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ و خوش منظر ہے۔ رفقاء آپ کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے، کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں، کوئی حکم دیں تو لپک کے بجالاتے ہیں، مطاع و مکرم، نہ ترش رو نہ لغو گو۔"[147]

مضمون کے آخر میں ہجرت کے فوائد واثرات بیان کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرتِ مدینہ درحقیقت مسلمانوں کی ضعف سے قوت کی طرف تبدیلی کا نام ہے۔ ہجرتِ مدینہ سے مسلمانوں کے تمام قبائل سے تعلق بڑھ گئے

[147] مصدر سابق، ص79

۔اسلام کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔اور پھر ایک وقت آیا کہ رسالت مآب ﷺ فاتحانہ انداز کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اسلام نے آب و تاب کے ساتھ غلبہ حاصل کیا۔

غزوہ بدر

غزوہ بدر مسلمانوں اور کفار کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ تھی۔ تاریخ اسلام کا یہ ایک عظیم معرکہ ہے جسے "یوم الفرقان" بھی کہا جاتا ہے۔اس معرکہ سے مسلمانوں کو ہر لحاظ سے تقویت پہنچی اور بالخصوص تائید الٰہی نے ان کے حوصلے بلند کر دیے۔ماہنامہ نعت میں اس حوالے سے منظوم کام بھی موجود ہے اور منثور کام بھی۔ جس میں سیرت مصطفیٰ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے اس معرکہ کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کی تعداد 313 اور کفار 1000 تعداد میں تھے، لیکن مسلمانوں کا جذبہ دیدنی تھا۔یہی توکل اور ایمان ویقین کی کیفیت تھی جس کی بنا پر فرشتے بھی ان کی مدد کو اتارے گئے۔ چنانچہ ماہنامہ نعت، لاہور کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:

"آقا ﷺ کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو جمع کیا۔اس واقعہ اور کفارِ مکہ کی تیاریوں کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے جواب میں نہایت جوشیلی، جاں نثاری وفدایانہ تقریر کی۔ حضرت سعد بن عبادہ (خزرج کے سردار) نے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم اگر آپ حکم فرمائیں تو ہم سمندر میں کودنے کو تیار ہیں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم حضرت موسیٰ کی امت کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب خود جا کر لڑے، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں سے، بائیں سے، سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے ۔ پھر آپ نے اور تمام صحابہ نے اعلان کیا کہ ہم لوگ واقعی آپ کے تابعدار ہوں گے ، جہاں آپ کا پسینہ گرے گا ہم اپنا خون بہادیں گے۔ آپ بسم اللہ کیجئے اور جنگ کا حکم فرمائیں۔ ان شاء اللہ اسلام ہی غالب آئے گا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس جذبۂ سرفروشانہ اور جوش ایمانی کو دیکھا تو آپ کا چہرہ اقدس فرط مسرت سے چمک اٹھا۔"[148]

---

[148] راجا رشید محمود، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، ماہنامہ نعت، لاہور، مئی 1992، ص 118

راجا اظہر محمود نے اس پر باقاعدہ اس پر ایک کتاب لکھی ہے جو کہ پنجابی زبان میں ہے "سرکار ﷺ دی جنگی زندگی" اس کتاب میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں رونما ہونے والے غزوات کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ غزوہ بدر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعضے لکھدے نیں کہ حضور ﷺ جس قافلے دی خبر سن کے ذوالعشیرہ تیکر اپڑے سن، تے قافلہ نہیں سی ملیا، جس ویلے اوہ قافلہ ساز سامان لے کے واپس مکے ول مڑیا تے حضور ﷺ نے اوہدے تے حملہ کرن لئی ارادہ کیتا۔ اودھر مکے وچ افواہ پھیل گئی کہ قریش دے تجارتی قافلے اتے مسلمان حملہ کرن گے۔ ابو جہل بندے کٹھے کر کے لے آیا۔

"اصل گل ایہہ اے کہ جے سرکار ﷺ کسے تجارتی قافلے دی کھوج وچ آئے ہندے تے اوہنوں بچ کے نہ جان دیندے۔ مکے دے کافر مسلماناں نال جیہڑا سلوک کردے رہے سن، تے کرز بن جابر فہری راہیں جو چھیڑ چھاڑ مدینے پاک وچ کر گئے سن، اوہدے بدلے وچ اوہناں دے تجارتی قافلے لٹ لیے جاندے، حرج کوئی نہیں سی۔ پر ایہ گل سوچن لائق اے کہ بدر دی لڑائی تیکر مسلماناں جس قافلے دا پچھا وی کیتا، اوہ بچ کے نکل جاندا سی۔۔ ہتھ کوئی وی نہ آیا۔ جیہڑا سریہ نخلہ دے نتیجے وچ ہتھ آیا سی، اوہ وی حضور ﷺ دی ہدایت مطابق نہیں سی آیا۔

حقیقت ایہہ اے کہ حضور ﷺ سمجھدے سن کہ سریہ نخلہ وچ پئی ہوئی مارنوں مکے دے مشرک ہضم نہیں کر رہے۔ اوہ کوئی شرارت کر سکدے نیں۔ ایس لئی سرکار ﷺ بندے کٹھے کر کے ٹرے سن، جے ایہ نہ ہووے کہ مشرک مدینے تے چڑھائی کر دین۔ ہو سکدا اے، آپ نوں کافراں دے حملے دی اطلاع ای مل گئی ہووے۔ اجے مدینے دا دفاع تے مضبوط نہیں سی ہویا۔ ایہوای ہویا، کافر مشرک پوری تیاریاں نال مکیوں ٹر کے بدر تیکر اپڑ گئے۔"[149]

مضمون ھٰذا جو کہ پنجابی زبان میں تحریر کیا گیا ہے، اس میں راجہ اظہر محمود صاحب نے مسلمانوں کی تعداد کا ذکر دلائل کے ساتھ کیا ہے اسی طرح غزوہ بدر کے اسباب میں انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب ابوسفیان کے قافلے کو لوٹنے کی غرض سے مدینہ سے نہیں نکلے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں جیسا کہ اوپر کے اقتباس میں یہ بات مذکور ہے۔

---

[149] راجہ اظہر محمود، سرکار ﷺ دی جنگی زندگی، ماہنامہ نعت، لاہور، اپریل 1999ء، ص 10

صلح حدیبیہ

628ء (6 ھجری) میں 1400 مسلمانوں کے ہمراہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ عرب کے رواج کے مطابق غیر مسلح افراد چاہے وہ دشمن کیوں نہ ہوں کعبہ کی زیارت کر سکتے تھے جس میں رسومات بھی شامل تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان تقریباً غیر مسلح تھے۔ مگر عرب کے رواج کے خلاف مشرکینِ مکہ نے حضرت خالد بن ولید (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) کی قیادت میں دو سو مسلح سواروں کے ساتھ مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر مکہ کے باہر ہی روک لیا۔ رسول اللہ نے حضرت عثمان غنی کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ انھیں وہاں روک لیا گیا۔ ان کے واپس آنے میں تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت میں مسلمانوں نے عہد کیا کہ وہ مرتے دم تک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عثمان واپس آ گئے اس بیعت کی خبر مکہ والوں کو ہوئی اور انھوں نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے تیار پایا۔ تو صلح پر آمادہ ہو گئے۔ رسول پاک نے مکہ والوں کی شرائط قبول فرمالیا۔

ایڈیٹر ماہنامہ نعت، لاہور "صلح حدیبیہ" کے عنوان کے تحت ان شرائط ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کچھ ردوبدل کے ساتھ دس سال کے لیے لڑائی موقوف ہوئی اور یہ شرطیں منظور ہوئیں کہ

1۔ مسلمان اس سال واپس جائیں اگلے سال تین دن کے لیے آئیں

2۔ تلوار کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو، اور تلواریں بھی میان میں ہوں

3۔ جاتے وقت مکہ میں جو مسلمان رہ گئے ہیں، ان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں

4۔ قریش میں سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے اور اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا جائے تو وہ واپس نہ کیا جائے۔

5۔ عرب کے قبیلوں میں سے جو جس فریق کے ساتھ چاہے، معاہدہ میں شریک ہو جائے۔

اس معاہدے کے بعد مسلمان واپس چلے آئے۔ معاہدہ کی شرطیں گو ظاہر میں کڑی تھیں اور اسی لیے جوش میں بھرے مسلمانوں کو ان کے ماننے میں تامل ہو رہا تھا۔ مگر خود خدا کا رسول ﷺ اس کو مان چکا تھا تو پھر کس کو انکار کی جرات ہو سکتی تھی۔ چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہو گیا کہ یہ شرطیں اسلام کے حق میں بے حد فائدہ کی تھیں۔[150]

حجۃ الوداع

یہ خطبہ تاریخ اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ سرکار ﷺ نے اپنے اس الوداعی خطبہ میں وہ تمام امور اور باتیں بیان فرمادیں جو انسانیت کی فلاح و بہبود میں کلید کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس خطبہ کی پہلی شق پڑھ کر ہی سمجھ آجاتا ہے تو جو ایک انسان کو حقوق اور احترام رسول اللہ ﷺ کے دین نے عطا فرمائے ہیں وہ کہیں اور نظر نہیں آتے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کون سا دن ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ حرمت والا دن ہے یعنی دس ذوالحجہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کونسا شہر ہے؟ انہوں نے عرض کی۔ بلدِ حرام مکہ مکرمہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کون سا مہینہ ہے تو انہوں نے عرض کی۔ ذوالحجہ المبارکہ

آپ ﷺ نے فرمایا یقین رکھو کہ تمہارے اموال، خون اور عزتیں باہم ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں اور واجب الاحترام جیسے کہ اس دن کی حرمت و عزت۔ اس حرمت والے مہینہ اور عزت و کرامت والے شہر میں ان طیبات کو بار بار دہرایا۔ پھر سر اقدس کو آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ! کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے؟ تین مرتبہ ان الفاظ کو دہرایا۔ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو یہ احکام پہنچائیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ بعض تم میں سے کوئی شخص میرے بعد دین اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے میرے بعد نعمتِ اسلام اور اخوتِ اسلامیہ کی ناشکر گزاری نہ کرنا اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا۔ باہم جنگ و جدال پر نہ اتر آنا۔[151]

---

[150] راجا رشید محمود، صلح حدیبیہ، ماہنامہ نعت، لاہور، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، حصہ دوم مئی 1992، ص 207

[151] راجا رشید محمود، حجۃ الوداع، ماہنامہ نعت، لاہور، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، حصہ سوم جون 1992ء، ص 258

وصال النبی ﷺ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک دیکھا ۔ دیکھتے ہی انہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا یقین ہو گیا ۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور چہرہ ڈھانپ دیا۔

وہاں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی تشریف لائے ۔ صحابہ کا غم سے برا حال تھا ۔ بہت سے صحابہ ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی تلوار ہاتھ میں لیے یہ کہہ رہے تھے کہ جس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے میں اسکی گردن اڑا دوں گا ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آتے ہی ایک ہاتھ بلند کر کے سب سے خاموشی کی درخواست کی۔ اور پھر باآواز بلند فرمایا

"اگر ہم میں سے کوئی ایسا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود سمجھتا ہے تو وہ جان لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے"۔

یہ کہہ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس دردناک حقیقت کے دلوں میں اترنے کے لئے جتنا وقفہ ضروری تھا، دیا اور پھر اعلان کیا:

"لیکن جو اللہ کو اپنا معبود سمجھتا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا"۔

اس کے بعد آل عمران کی یہ آیت پڑھی جو جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔ [152]

اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں ' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے تو جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا سو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہی کرے گا اور عنقریب اللہ کا شکر کرنے والوں کو جزا دے گا ۔

یوں لگتا تھا جیسے لوگوں نے اس آیت کا مفہوم پہلی مرتبہ سمجھا تھا۔ اور سب صحابہ کو یقین آگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اور اس فانی دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا اور زور زور سے رونے لگے۔ گریہ وزاری کے عالم میں

---

[152] آل عمران:144

کھڑے نہ رہ سکے تو بیٹھ گئے، اسی طرح چہرہ چھپائے زارو قطار روتے رہے۔ انکا سارا جسم لرزے کے عالم میں تھا۔ پھر مدینہ اس طرح گریہ کناں ہوا کہ معلوم ہوتا تھا ساری کائنات رو رہی ھے۔ زمانے نے آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینے کی خوشی انتہا دیکھی تھی، آج مدینے کے غم کی انتہا دیکھ رہا تھا۔

ماہنامہ نعت کے شمارہ حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، حصہ سوم، جون 1992ء کے صفحہ نمبر 288 میں وصال النبی ﷺ کے حوالے سے مضمون شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون راجا رشید محمود صاحب نے تحریر کیا ہے جس میں تاریخ وصال اور وصال سے پہلے اور بعد کے حالات ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کی بیماری کے زمانے میں انصار آپ کی عنایات اور مہربانیوں کو یاد کرکے نہایت ہی آہ وزاری کرتے۔ ایک دفعہ اسی حالت میں کہ وہ رہے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا گزر ہوا۔ انہوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے ہمیں حضور ﷺ کا عشق اور آپ ﷺ کی صحبت کا فیض کسی پل چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ ان میں سے ایک صاحب نے جاکر رحمۃ للعٰلمین کو جاکر بتایا تو آپ ﷺ نے انصار کی نسبت لوگوں سے خطاب فرمایا کہ لوگو! میں انصار کے معاملے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تمام مسلمان بڑھتے جائیں گے لیکن انصار اس طرح کم ہو کر رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ وہ اپنی طرف سے اپنا فرض ادا کر چکے ہیں، اب تمہیں ان کا فرض ادا کرنا ہے۔ وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں اور جو تم میں خلیفہ ہو اس کو چاہیے کہ ان میں جو لوگ ہوں، ان کو قبول کرے اور جن سے خطا ہوئی، اسے معاف کرے۔"[153]

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"وفات ظاہری سے 3 روز قبل جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ "میری بیویوں کو جمع کرو۔" تمام ازواج مطہرات جمع ہو گئیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا": کیا تم سب مجھے اجازت دیتی ہو کہ بیماری کے دن میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں گزار لوں؟" (ایضاً)[154]

سب نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کو اجازت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اجازت لینے کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے راجا رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

---

[153] راجا رشید محمود، وصال النبی ﷺ، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت حصہ سوم، ماہنامہ نعت لاہور، جون 1992، ص 290

[154] حوالہ سابق

"یہاں یہ بات اہم ہے کہ دو جہانوں کے سردار حضور ﷺ اپنی بیویوں کو جو حکم دیتے، وہ خوشی سے مان جاتیں مگر انتہائی بیماری کے عالم میں اجازت لینے کا مقصد یہ ہے کہ بیویوں میں برابری اور ایک بیوی کے پاس رہنے کے لیے دوسری بیویوں کی رضامندی ضروری ہے۔"[155]

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وصال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسحاق علوی لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے وصال کی تاریخ دوشنبہ 12 ربیع الاول 11ھ بیان کی ہے۔ یہ تاریخ اس اعتبار سے متفق علیہ ہے کہ کلینی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ تقویمی قاعدے سے 29 کا چاند مان کر، یکم ربیع الاول چہار شنبہ تھی لیکن اگر 30 کا چاند مان لیا جائے تو 12 ربیع الاول کو ٹھیک دوشنبہ پڑتا ہے۔"[156]

خلاصہ کلام

نبی ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو اپنے اندر ایک سبق اور امت کے لیے نمونہ رکھتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے کردار و افعال کو سیرت طیبہ کے مطابق کر لیں تو زندگی آسان و سہل ہو سکتی ہے۔ ماہنامہ نعت، لاہور اس حوالے سے ایک منفرد مقام رکھتا ہے، اس میں نبی ﷺ کی سیرت کے ہر پہلو کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیا۔

---

[155] ایضاً

[156] ایضاً، ص297

فصل دوم

فروغِ تعلیمات سیرت اور ماہنامہ نعت

تعلیمات سیرت کے فروغ کے لیے ہر میدان میں امت کے رجال کار نے سعی و کوشش کی ہے۔اس حوالے سے کانفرنسیں بھی منعقد کی جاتی رہیں، کتابیں بھی لکھی گئیں اور رسائل بھی لکھے گئے۔ اس حوالے سے ماہنامہ نعت، لاہور کا کردار منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں نبی ﷺ کی سیرت کے تمام گوشوں کو امت مسلمہ تک پہنچانے کا مشن بڑی محنت و لگن کے ساتھ جاری وساری رکھا گیا ہے۔ ذیل میں چیدہ چیدہ عنوانات پر تبصرہ پیش کیا جاتا ہے، جن سے فروغ تعلیمات سیرت کے حوالے سے ماہنامہ نعت کے کردار کا علم ہوتا ہے۔

سیرتِ رحمتِ عالم ﷺ اور معاشرے کے کمزور طبقات

حضور ﷺ اور بچے

نبی کریم ﷺ کی محبت و شفقت اپنی پوری امت کے لیے بالخصوص اور پوری انسانیت کے لیے بالعموم بحرِ ناپیدار کے مانند تھی۔ آپ ﷺ کو بچوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ بچے بھاگے بھاگے آتے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لپٹ جاتے۔ آپ ﷺ بچوں کو سلام کرنے میں پہل فرماتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، بچوں سے پیار و محبت کا یہ عالم تھا کہ کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی تو نماز مختصر فرمادیتے۔ راجہ رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ نے بچوں کے پہلے بنیادی حق کی حفاظت فرمائی، دختر کشی کی رسم کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ مسلمان معاشرے میں بچیوں کی عزت و حرمت بحال کرنے کی خاطر اقدامات فرمائے۔ لڑکیوں کے ساتھ محبت اور مہربانی کے سلوک کی طرف زیادہ توجہ دلائی اور فرمایا" جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش اور کفالت کرے، یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں، وہ شخص قیامت میں میرے ساتھ اس طرح ہو گا جیسے یہ دو انگلیاں ہیں۔ حضور حبیب خدا علیہ الصلوۃ والثناء نے یہ بھی فرمایا کہ عورت کی برکتوں میں سے ایک برکت یہ ہے کہ اس کے ہاں سب سے پہلے بچی پیدا ہو۔"[157]

ماہنامہ نعت کا یہ رسالہ بعنوان "حضور ﷺ اور بچے" اپنی نوعیت کا ایک منفرد رسالہ ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا بچوں کے ساتھ سلوک اور وہ خوش نصیب جنھیں سرکار دو عالم ﷺ کی مبارک زندگی میں بچپن نصیب ہوا ان کا تذکرہ کیا ہے۔

چنانچہ سب سے پہلا عنوان ہے اس رسالہ کا وہ بچے "جنھیں حضور ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے کا شرف ملا" اس عنوان کے تحت ان خوش نصیب بچوں کے نام لکھے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

---

[157] راجا رشید محمود، حضور ﷺ اور بچے، ماہنامہ نعت، لاہور، اپریل 1993ء، ص 14

1۔ حضرت تمیم ابن غیلان بن سلمہ

2۔ حضرت ابویزید محمد بن خیثم

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمر حضرمی

4۔ حضرت عتبہ بن ابی سفیان

5۔ حضرت قاسم ابن محمد رسول اللہ ﷺ

6۔ حضرت محمد بن ابی بن کعب

7۔ حضرت زینب بنت علی بن ابی طالب

8۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عباس بن عبد المطلب

9۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر ذوالجناحین

10۔ حضرت عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین [158]

جو پیدا ہوتے ہی بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں لائے گئے

1۔ حضرت عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش

2۔ حضرت ابوعبد الرحمٰن سائب ابن ابی لبابہ بن عبد المنذر

3۔ حضرت ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ

4۔ حضرت علی المرتضیٰ

5۔ حضرت زینب بنت علی المرتضیٰ

6۔ حضرت حسن بن علی المرتضیٰ

7۔ حضرت حسین ابن علی المرتضیٰ

8۔ حضرت فاطمۃ الزہراء

9۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس

10۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر بن العوام وغیرھم۔ رضی اللہ عنہم اجمعین [159]

---

[158] مصدر سابق، ص 23 تا 27

حضور ﷺ نے جن کا نام رکھا

1۔ جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

2۔ حضرت مرتج بن ناشرہ بن سوید الجہنی

یہ کہتے ہیں کہ حضور فخر موجودات ﷺ نے میرے والد ناشرہ کو کسی جنگی مہم پر روانہ فرمایا۔ اس اثناء میں میری ولادت ہو گئی تو مجھے میری والدہ اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ میری والدہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ بچے کا نام تجویز فرمادیں۔ ارشاد ہوا، چونکہ اس نے داخلہ اسلام میں جلدی کی ہے، اس لیے اس کا نام مرتج ہو گا۔[160]

جن بچوں کو حضور ﷺ نے گھٹی دی

بعض صحابہ کرام علیھم الرضوان سب سے پہلے اپنے بچے کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاتے تھے۔ حضور ﷺ اس بچے کو گود میں لے کر چھوہارا وغیرہ چبا کر اس کے منہ میں ڈال دیتے تھے، اس کو تحنیک کہتے ہیں۔ ان خوش نصیبوں میں حضرت عبد اللہ بن ابی طلحہ زید بن سہل انصاری، حضرت ابراہیم بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر بن العوام، حضرت محمد بن ثابت بن قیس، حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل۔ وغیرھم رضی اللہ عنھم شامل ہیں۔[161]

جن سے دوستی اللہ سے دوستی اور دشمنی اللہ سے دشمنی قرار پائی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلوالیا۔ پھر سرکار ﷺ نے ان سب حضرات پر اپنا کپڑا ڈالا اور اس کے بعد فرمایا، اے اللہ! تو اس کا دشمن ہو جا، جو ان سے عداوت برتے اور تو اس کا دوست ہو جا، جو ان سے دوستی کرے۔[162]

---

[159] ایضاً، ص27 تا29

[160] مصدر سابق، ص33

[161] ایضاً، ص37تا39

[162] ایضاً، ص54

حضور پر نور ﷺ جن کی قبر میں اترے

حضرت عبد اللہ بن عثمان بن عفان کی والدہ حضرت رقیہ حضور ﷺ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عبد اللہ سرزمینِ حبش میں پیدا ہوئے۔ یہ چھ برس زندہ رہ کر عالمِ جاودانی میں تشریف لے گئے۔ حضور رسول کریم ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے۔ [163]

جو سرکار ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو چومتے تھے

حضرت ابن براء جب حضور ﷺ سے ملے تو یہ آپ ﷺ سے چمٹے جاتے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھوں پیروں کو چومتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا، آپ ﷺ جو چاہیں، مجھے حکم دیں، میں کسی بات میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس بات سے سرکار ﷺ مسکرائے۔ یہ اس وقت نوجوان کم سن تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اچھا جاؤ، اپنے باپ کو قتل کرو۔ یہ تعمیل کو چلے مگر حضور ﷺ نے انہیں واپس بلا لیا اور فرمایا، میں قطع قرابت کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ [164]

جو بچپن میں دولت ایمان سے مشرف ہوئے

1۔ حضرت علی المرتضیٰ ابن ابو طالب

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم

3۔ حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی

4۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عویم بن ساعدہ انصاری

اس رسالہ میں اس کے علاوہ اور بھی خوش نصیب بچوں کا ذکر موجود ہے جنھیں کسی نہ کسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ سے نسبت حاصل رہی اور رسول کریم ﷺ کے محبت و شفقت ان کے شامل حال رہی۔

دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ خواتین

اسلام سے پہلے عورت کو کمزور ترین طبقہ سمجھ کر ان کے ساتھ انسانیت سے گرا ہوا سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام نے آکر اس کمزور طبقے کو سہارا دیا اور ایک مقام عطا کیا۔ حتیٰ کہ قرآن کریم میں پوری ایک سورت (سورۃ النساء) عورتوں کے نام سے نازل ہوئی۔ یہ کتاب "دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ خواتین" اسی سلسلے کا ایک کڑی ہے کہ جس میں ان خوش نصیب خواتین کا ذکر جنھیں رسول کریم ﷺ کی بارگاہ سے اعزاز و انعام سے نوازا کیا گیا۔ جس کمزور طبقہ کو معاشرے کا

---

[163] ایضاً، ص70

[164] مصدر سابق، 84

فرد سمجھنے کے لیے لوگ تیار نہ تھے رحمتِ دوعالم ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انہیں بھی ایک مقام ومرتبہ عطا کیا اور جس معاشرے میں لوگ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے اس معاشرے میں یہ اعلان کیا کہ میری بیٹی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

محترمہ شہناز کوثر نے اس کتاب میں خواتین کے مختلف اعزازات کا ذکر کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند ایک کا بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ حضور ﷺ نے جنھیں ماں کہہ کر اعزاز بخشا

یعنی وہ خوش نصیب جنھیں اللہ کے رسول ﷺ نے ماں کہہ کر پکارا، جن کے سراپا میں رسول اللہ ﷺ کو ماں جیسا پیکر نظر آیا۔ ان خوش نصیب عورتوں میں ایک آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیما بھی ہیں، انہوں نے اپنی ماں سیدہ حلیمہ سعدیہ کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کی پرورش کی تھی اس لیے آپ ﷺ نے انہیں اس مناسبت سے ماں کہہ کر اعزاز بخشا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے تایا زبیر بن عبد المطلب کی زوجہ عاتکہ بنت وہب کو بھی ماں کہہ کر اعزاز بخشا۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد جنھوں نے آپ ﷺ کی ماں کی طرح پرورش کی، حضرت ام ایمن اور حضرت حلیمہ بنت ابوذوہیب کو ماں کہہ کر پکارا۔[165]

2۔ جن کے لیے حضور ﷺ نے دعا فرمائی

یعنی وہ خوش نصیب خواتین جن کے لیے رحمتِ دوعالم ﷺ نے دعا فرمائی۔ ان خوش نصیب خواتین میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد، حضرت ام رومان، حضرت ام حرام، حضرت ہالہ بنت خویلد، حضرت ام سمیہ، حضرت ام زفر اور حضرت ابوہریرہ کی والدہ۔ رضی اللہ عنہن۔[166]

[165] شہناز کوثر، دربار رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ خواتین، ماہنامہ نعت، لاہور، جون 1997ء، ص 19 تا 21

[166] مصدر سابق، ص 24

3۔ جن کے تحفے کو حضور ﷺ نے قبول فرمایا

جن خواتین کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ حضور ﷺ نے ان کے تحفے کو قبول فرمایا، ان میں آنحضور ﷺ کے چچا حضرت زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔ یہ بعض اوقات حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں کوئی تحفہ یا کھانا بھجوایا کرتی تھیں۔ حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کا کھانا یا تحفہ آپ ﷺ تک پہنچانے کی ذمہ داری حضرت سدرہ رضی اللہ عنہا کی ہوتی۔ جو حضرت ضباعہ کی کنیز تھیں۔

حضرت ہزیلہ بنت حارث، ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث کی حقیقی بہن تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری خالہ حضرت ہزیلہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں گھی، پنیر، اور گوہ بھیجی۔ حضور ﷺ نے گھی، پنیر تو کھایا مگر گوہ نہ کھائی۔[167]

4۔ جنھیں قرآن پڑھایا اور امام مقرر کیا

حضرت ام ورقہ بنت نوفل کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے نہایت ذوق وشوق سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ ابن اثیر کے مطابق انہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ انہیں عبادت کا بہت شوق تھا چونکہ وہ قرآن پاک کی حافظہ تھیں اس لیے حضور اکرم ﷺ نے انہیں عورتوں کا امام مقرر فرمادیا۔ انہوں نے اپنے گھر کو سجدہ گاہ بنایا تھا جہاں وہ عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں۔ ان کی درخواست پر حضور ﷺ نے ایک مؤذن بھی مقرر کر دیا تھا۔ اس مؤذن کی آواز سن کر عورتیں نماز ادا کرنے کے لیے ام ورقہ کے گھر آجایا کرتی تھیں۔[168]

5۔ جنھیں بارگاہِ حضور ﷺ سے نام عطا ہوا

نام رکھنا والدین کا کام ہے۔ اولاد کے حقوق میں یہ بھی شامل ہے کہ بچے کا نام والدین رکھیں۔ نام شخصیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ اچھا نام رکھنا چاہیے۔ اس لیے آقا ﷺ نے بعض صحابہ وصحابیات کا نام بھی والدین کی فرمائش پر رکھا۔ خواتین میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینب اور دوسری حضرت سہلہ بنت عدی ہیں۔[169]

---

[167] ایضاً 34

[168] مصدر سابق، ص 46

[169] ایضاً، ص 52

6۔ جنھیں لقب عطا فرمایا گیا

رسول کریم ﷺ نے جس طرح اپنے بعض صحابہ کو کسی مخصوص لقب سے پکارا تو وہ اس کی پہچان بن گیا اسی طرح بعض خواتین بھی ایسی ہیں جنھیں رحمت دوعالم ﷺ نے کسی لقب سے سرفراز فرمایا۔ ان میں ایک خوش نصیب حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ غار ثور میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا لے کر جاتی تھیں۔ یہ کام کافی رازداری سے سرانجام دینے کے لیے انہوں ایک کپڑے کے دو ٹکڑے کیے ایک کمر سے باندھ لیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ کسی کام کاج کے لیے جارہی ہیں۔ تو آپ نے اس کپڑے کے دو ٹکڑے کر کے اپنے جسم کے ساتھ باندھے تھے اس لیے آپ کو "ذات النطاقین" کہا جاتا ہے اور یہ لقب آپ کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے عطا ہوا۔[170]

یقیناً درج بالا امور خواتین کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہیں جو رحمت دوعالم ﷺ نے عطا فرما کر عورت کو ایک عزت کو وقار عطا فرمایا۔ اس کتاب میں اور بھی بہت سی خواتین کا ذکر ہے جنہوں نے دربار رسالت سے مختلف انداز میں اعزاز پایا۔

رسول اللہ ﷺ کے سیاہ فام رفقاء

عرب کا معاشرہ جہاں نسلی اور خاندانی تعصب کا شکار تھا وہیں پر رنگ اور ذات پات کا تعصب بھی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسلام نے آکر جہاں اور بہت سے کمزور طبقات کو عزت دی اور مقام عطا فرمایا ان میں سیاہ فام حبشی النسل افراد بھی ہیں جنھیں کالے رنگ کی بنیاد پر لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور اپنا رفیق بنایا۔ اس طرح کے تعصبات کی دنیا آج بھی شکار ہے لیکن اس کا اگر قلع قمع کیا ہے تو دینِ محمدی ﷺ نے کیا ہے۔

یہ کتاب راجہ اظہر محمود صاحب کی تحریر کردہ ہے جس میں انہوں نے ان خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو سیاہ فام تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کا رفیق ہونے کی وجہ سے انہیں وہ شرف وامتیاز ملا کہ کتابوں میں ان کے تذکرے آج بھی موجود ہیں اور لوگ ان کی قسمت پر رشک کرتے ہیں۔

ان سیاہ فام میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا تذکرہ راجا اظہر محمود صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے:

[170] ایضاً، ص54

1۔ حضرت بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ

یہ وہ عظیم شخصیت ہیں جنھیں مؤذن رسول اللہ ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جن کی پہچان ہی اذان بلالی ہے ۔ یہ سیاہ فام ہونے کے باوجود ایسے مقدر کے سکندر تھے کہ تمام خوبیاں ان کے سیاہ رنگ پر نچھاور ہوتی نظر آتی ہیں۔ اسلام کی سب سے عظیم عبادت کے لیے روئے زمین کے عظیم لوگوں کو بلانے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ آپ کے بارے میں راجہ اظہر صاحب ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

"سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے مؤذن کے علاوہ آپ ﷺ کے عصا بردار، خازن اور ذاتی خادم بھی تھے۔ حضور ﷺ کی گھریلو ضروریات کا بندوبست کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیت المال کا تمام انتظام بھی انہی کے سپرد کر رکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس جو اموال آتے تھے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ انہیں محفوظ رکھتے تھے اور حضور ﷺ کی منشا کے مطابق انہیں تقسیم کرتے تھے۔ سفر کے دوران میں جب کبھی پڑاؤ کا وقت آتا تو حضور اکرم ﷺ کے لیے خیمہ خود نصب کرتے اور دوپہر کے وقت سایہ دار جگہ کا انتظام کرتے۔ غزوات کے موقعوں پر میدان جنگ میں کچھ در سائبان کھڑا کر دیتے جہاں سے حضور ﷺ جنگ کا نظارہ کرتے۔ جب تک جنگ جاری رہتی، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ برابر میدان جنگ اور حضور ﷺ کے سائبان کے درمیان چکر لگاتے رہتے اور حضور ﷺ کے احکام اور ضروری ہدایات فوج تک پہنچاتے رہتے۔ دوسری طرف میدان جنگ کی صورت حال سے بھی آپ کو مطلع رکھتے۔"[171]

2۔ حضرت ہلال حبشی رضی اللہ عنہ

یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو کہا اے ابودرداء! یہ وہ شخص ہے جنت جن کی مشتاق ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے جن کو اپنے لیے دعا کا کہا اور اسی طرح حضرت ابودرداء نے دعا کے لیے کہا۔ ان کے وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہلال وہ بزرگ تھے جن کی توجہ سے زمین وآسمان کا دائرہ قائم ہے۔ ہلال وہ خوش نصیب ہیں جن کے جنازے میں اتنے فرشتے حاضر ہوئے کہ زمین فرشتوں سے بھر گئی۔[172]

---

[171] راجا اظہر محمود، حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء، ماہنامہ نعت، لاہور، مئی 1993ء، ص26

[172] راجا اظہر محمود، حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء، ماہنامہ نعت، لاہور، مئی 1993ء، ص37 تا 40

3۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

یہ وہ خوش نصیب ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ کے ماہ وسال قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں اور حضور ﷺ انہیں اپنی ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ جن خوش نصیب عورتوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا ان میں یہ بھی شامل ہیں۔ ان سے احادیث بھی مروی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو بہت محبوب تھیں اور یہ رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت فرمایا کرتیں تھیں۔ اس وقت کا عالم کیا ہوگا جب رسول اللہ ﷺ چھ سال کے بچے تھے اور سیدہ آمنہ داغِ مفارقت دی گئیں اس کے بعد ام ایمن نے حضور ﷺ کو سنبھالا دیا اور مکہ لے کر آئیں یہ وہ خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی کے حصے میں نہ آئی۔[173]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

ان کا نام اسامہ، کنیت ابو محمد اور لقب " حب رسول اللہ ﷺ "یعنی محبوب رسول تھا۔ والد کا نام زید بن حارثہ تھا۔ یہ ان خوش نصیب میں سے ہیں جن کی پرورش دامنِ رحمت میں ہوئی۔ حضور ﷺ کے خدمت گار بھی تھے اور اکثر سفر میں بھی رسول اللہ ﷺ انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کو وضو کرانے کا بھی شرف حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ان سے محبت کی ایک وجہ یہ بھی تھے کہ یہ حضرت برکہ یعنی ام ایمن کے بیٹے تھے جس نے رسول اللہ ﷺ کو ماں جیسا پیار دیا تھا۔ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے اپنی دائیں ران پر حضرت اسامہ کو اور اپنی بائیں ران پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بٹھایا اور یوں دعا کی اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں، پس تو بھی ان پر رحم فرما۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ اے اللہ! میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔[174]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں جس آخری جرنیل کو نامزد کیا وہ حضرت اسامہ بن زید ہیں آپ اگرچہ کم سن تھے لیکن رسول اکرم ﷺ کے اس فیصلے کو بعد از وصال بھی برقرار رکھا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی سپہ سالاری میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔[175]

---

[173] مصدر سابق، ص 41 تا 51

[174] ایضاً، ص 57

[175] مصدر سابق، ص 64

یہ وہ خوش بخت ہیں جنہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رفیق ہونے کا شرف ملا اور پھر سید و سردار کی حیثیت سے انہوں نے زندگی گزاری۔ راجا اظہر محمود صاحب نے ان کے علاوہ جن سیاہ فام رفقاء کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔ حضرت روبجل حبشی، حضرت ابو ثعلبہ حبشی، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت انجشہ، حضرا سود حبشی، حضرت عرار، حضرت زرعہ، حضرت زاہر بن حرام الاشجعی، حضرت خفاف بن ندبہ، حضرت اسلم حبشی، حضرت نفیع ابو بکرہ، حضرت رباح اسود، حضرت سعیرۃ الاسدیہ، حضرت جعال یا جعیل، حضرت نبعہ حبشیہ، حضرت عبد اللہ حبشی، حضرت سعد الاسود سہمی رضی اللہ عنہم و عنہن۔

اخلاقی تعلیمات اور ماہنامہ نعت

سیرت طیبہ کے اہم موضوع اخلاقی تعلیمات بھی ہیں۔ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ وصف بدرجہ اتم عطا ہوا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صاحب خلق عظیم ہیں اور اپنے ماننے والوں کو حسن اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔

سیرت کے باب میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاقی تعلیمات کو ماہنامہ نعت میں بیان کیا گیا ہے۔ راجہ رشید محمود صاحب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس وصف کے بارے لکھتے ہیں:

"مظلوموں کی خبر گیری اور بیواؤں غریبوں کی پشت پناہی فرمانے والے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہ جن کے مبعوث ہونے سے خلق پر نظر کرم ہوئی۔ جنھوں نے گناہوں سے لتھڑے ہوئے دلوں کو خدائے تعالیٰ کی رضا میں فنا کر دیا، جنھوں نے شرک و بدعت سے بھرے ہوئے دلوں کو ایک ہی نظر سے پارس بنا دیا، وہ رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے لیکن دوسروں کا پیٹ بھرتے جنھوں نے کبھی کسی سائل کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہ جانے دیا، کلیجے کے ٹکڑوں کو بھوکا رکھ کر غیروں کو کھلانے والے سرور کائنات۔ وہ باعث تخلیق کائنات جن کا ثانی بطن گیتی سے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ جنھوں نے کارخانہ حیات کو زیر و زبر کر دیا۔ وہ بادشاہِ کونین کہ دشمن بھی جن صداقت و امانت کے مداح تھے، جن کی تحمل و بردباری آج بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہے، جن کی سخاوت ضرب المثل ہے، وہ ممدوحِ خدا، جنھوں نے دنیا کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔"[176]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم امن و سلامتی کے پیامبر ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسے معاشرے کی تشکیل کی جس میں مخلوق کے سامنے جھکنے والے اشرف المخلوقات انسان کو درِ مولا پہ جھکنا نصیب ہوا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسے محبت بھرے معاشرے کی ترغیب دی ہے جس میں ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوا جائے، عیبوں کی پردہ پوشی ہو، جان و مال، عزت و آبرو

---

[176] راجا رشید محمود، جہاتِ سیرت، ماہنامہ نعت، لاہور، جولائی 2009ء، ص 7

کی حفاظت ہو، جس میں نہ کوئی کسی کی غیبت کرے اور نہ کسی سے حسد کرے۔ ایسی امن وسلامتی کی راہیں نہ کسی نے دکھائیں اور نہ اس پر چل کر دکھایا۔

راجارشید محمود لکھتے ہیں: "اگر ہم صاحب ایمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اپنائیت کا برتاؤ نہیں کرتے، غیبت بلکہ بہتان طرازی کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، ایسے عمل کرتے ہیں جن سے دوسروں کو تکلیف پہنچے، طبقاتی منافرت یا لسانی و نسلی گروہ بندیوں کا شکار ہیں، مذہبی نفرتوں کی آبیاری کرتے ہیں، اجتماعیت کے شعور سے بیگانہ ہوتے جارہے ہیں ذلت و رسوائی بھی تو جھیل رہے ہیں۔ مسلمانوں کی کمزوریوں نے اسلام دشمن طاقتوں کو طاقتور بنادیاہے اور وہ دین امن وسلامتی کے نام لیواؤں کو " دہشت گرد" بنا کر ان سے مسلم امہ کو نقصان پہنچارہے، اور اسلام کو دنیا بھر میں مطعون کررہے ہی۔ ان دہشت گردوں کے ہاتھوں مسجدوں، مزاروں، جنازوں اور دیگر اجتماعات میں شامل اہل ایمان کو مروارہے ہیں اور نتیجے میں اسلامی ملکوں خاص طور سے پاکستان کو غیر مستحکم اور کمزور کررہے ہیں۔[177]

آپ ﷺ صبر واستقلال کے پیکر تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کو ان تمام مراحل سے گزارا جن سے گزر کر ایک عظیم پیکر لوگوں کے سامنے وجود پذیر ہوا۔ جو دن کے اجالوں میں لوگوں کی تکلیفیں سہتاہے اور رات کی تاریکی میں سجدہ ریز ہو کر اس خالق ومالک کی بارگاہ میں انہیں کی ہدایت کی دعا کرتاہے، جس نے ہر مشکل کام کو اپنے عمل سے آسان بنادیا۔ آپ ﷺ کے صبر واستقلال کے بارے راجہ رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

"طائف میں آپ کو لہولہان کردیا گیا، مکہ میں ہر طرح تنگ کرنے کی کاروائیاں کی گئیں حتیٰ کہ قتل تک کرنے کی کوششیں ہوئیں مگر آپ کی ثابت قدمی آج بھی ضرب المثل دکھائی دیتی ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے پر بھی سازشیوں کی سازشوں نے پیچھانہ چھوڑا۔ ان پیچھا کرنے والوں کے ساتھ ساتھ یہودِ مدینہ اور منافقین مدینہ کی ریشہ دوانیوں کا بھی سامنارہا۔ غزوہ احد میں جب لشکر اسلام میں بھگدڑ مچی تو استقلال واستقامت کا پہاڑ حضور حبیب کبریا ﷺ کی صورت میں دامن احد میں ڈٹارہا۔ جنگِ حنین میں ایسی ہی صورت پیش آئی تو وہاں بھی چشمِ فلک نے آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ دیکھی۔[178]

---

[177] راجارشید محمود، جہاتِ سیرت، ماہنامہ نعت، لاہور، جولائی 2009ء، ص22 تا 23

[178] مصدر سابق، ص46 تا 47

آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں خوشی و غمی دونوں کے اسوہ کی تعلیم ملتی ہے۔ آپ ﷺ گنہگار کو اللہ کی رحمت کی وسعت بتاتے کہ کہیں مایوس ہو کر رب کی رحمت سے دور نہ ہو جائے اور نیکوکار کو اللہ کے خوف اور اس کی جباریت وقہاریت کا وصف یاد دلاتے کہ کہیں اپنی عبادت اور نیکیوں کے گھمنڈ میں تکبر و غرور میں نہ آجائے۔ آپ ﷺ نے خوش مزاجی کو حسن عطا کیا اور لوگوں کی رہنمائی کی کہ خوش مزاجی ضروری نہیں کہ حقیقت سے ہٹ کر بات کی جائے بلکہ عین حقیقت میں بھی خوش مزاجی کا رنگ بھرا جا سکتا ہے اور یہ آپ ﷺ نے سکھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خوش مزاجی کے حوالے سے راجا رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

"حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موروثی کنیز جنھیں آپ ﷺ نے امی بعد امی فرما کر، ماں کا درجہ عطا فرمایا، انہوں نے ایک بار عرض کی کہ آپ مجھے سواری کے لیے ایک اونٹ عطا فرمائیں۔ فرمایا: میں آپ کو اونٹ کا بچہ دوں گا۔ عرض کیا: میں سواری چاہتی ہوں، آپ مجھے پالنے پوسنے پر لگانا چاہتے ہیں۔ فرمایا: ماں! ہر اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔"[179]

ہم سنتے ہیں کہ کوئی اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیتا ہے، لیکن اس کا عملی نمونہ رحمتِ دوعالم ﷺ کی سیرت میں ملتا ہے۔ اصل معاف کرنا یہ ہے کہ جب انسان کسی پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہو اور پھر اسے معاف کرے مجبور و مقہور انسان تو اس لیے معاف کر دیتا ہے کہ وہ بدلا لینے پر قادر نہیں ہوتا۔ رحمتِ دوعالم ﷺ نے اپنی جان کے دشمنوں پر غلبہ پانے کے باوجود ان سے بدلہ نہین لیا۔ بیٹی کا قاتل ہبار ابن اسود آیا اسے بھی معاف کر دیا اور اپنے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کرنے والا حبشی آیا اسے جنتی بنا دیا اور ہند آئی تو شرفِ صحابیت سے سرفراز ہو کر گئیں۔

راجہ اظہر محمود صاحب نے ایک پنجابی زبان میں کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے " حضور ﷺ دا ویریاں نال سلوک"۔ یہ کتاب ماہنامہ نعت کے شمارہ 5، مئی 1997 میں شائع ہوئی۔ اس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ سلوک و رویہ کو بیان کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں انہوں نے اس بات کو موضوع سخن بنایا کہ رسول اللہ ﷺ کا تو دشمنوں کے ساتھ یہ عظیم سلوک ہیں لیکن ہم بھائی بھائی ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہیں ۔اس موضوع کا عنوان ہے:" سرکار ﷺ دا اسوہ، تے ساڈا کردار" اس کے تحت ایک مقام پر لکھتے ہیں:

---

[179] مصدر سابق، ص52

"اللہ پاک تے اوہدے محبوب ﷺ نے ناحق قتل توں منع کر دیاں ہویاں اک انسان دے قتل نوں ساری انسانی دنیا دے قتل دی طرح قرار دتا اے۔ ساڈی بد بختی ایہ ے کہ اسیں اسلام داناں وی لینے آں۔ جس ویلے سانوں کوئی سیاسی یا معاشرتی ضرورت آپیندی اے، اسیں اپنے حق وچ کوئی دلیل ڈھونڈن واسطے اللہ تے اوہدے رسول ﷺ دے احکام پڑھن تے پھرولن وی لگ پینے آں۔ پر ساڈے آلے دوالے دنیں راتیں جیہڑے قتل ہندے نیں، ساڈے اخبار ایہو جیہیاں کئی خبراں لے کے صبح سویرے سانوں اپنا منہ وکھاوندے نہیں، جنھاں وچ زندگیاں دے سورج ڈبن دی اطلاع ہندی اے۔ [180]

آپ ﷺ کے اخلاق کا یہ پہلو بھی بہت عظیم ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی کسی سے اپنی ذات کی وجہ سے انتقام نہیں لیا لوگوں نے کیا کچھ نہیں کہا اور کیا کیا تکلیف انہوں نے روا نہیں رکھی لیکن آپ ﷺ نے سب کے لیے محبت و الفت کا رویہ رکھا انہیں دعائیں دیں اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتب احادیث میں مذکور ہے کہ ان کی والدہ پہلے دولت اسلام سے محروم تھیں، ایک دن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رسول پاک ﷺ کی ذات کے بارے نازیبا الفاظ کہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہوا۔ روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی روئیداد سنائی جس کو راجا اظہر محمو صاحب پنجابی میں یوں بیان کرتے ہیں:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روندیاں روندیاں سرکار ﷺ دی بارگاہ وچ حاضر ہوئے۔ ساری گل دسی تے گزارش کیتی جے اوس نکڑمی واسطے دعا فرماؤ۔

حضور پاک ﷺ رحمت ای رحمت سن، ایس گل دا کجھ برا نہ منایا پئی آپ ﷺ نوں برا بھلا کہیا گیا اے، گالہاں کڈھیاں گئیاں نیں، سگوں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دی ماں لئی دعا فرمائی۔۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خوشی خوشی آپ ﷺ دے حضور حاضر ہوئے تے عرض کیتی یا رسول اللہ ﷺ اللہ پاک نے تہاڈی دعا قبول فرمائی تے میری ماں نوں ہدایت عطا کر دتی اے۔" [181]

---

[180] راجہ اظہر محمود، حضور ﷺ داویریاں نال سلوک، ماہنامہ نعت، لاہور، مئی 1997ء، ص16

[181] مصدر سابق، ص58

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کائنات انسانیت کے لیے جو آخری پیغام لائے، وہ کامل واکمل ہے، اس میں کسی جہت سے کوئی خلا نہیں، کوئی کمزوری نہیں، کہیں اور سے امداد کی حاجت نہیں۔ اسلام کا نظامِ عبادات بھی انسان کو اخلاقی طور پر درست کرنے کے لیے ہے۔ راجا رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

"عبادات میں غور کریں تو نماز جہاں انسان کو برائیوں سے بچاتی ہے، خدا سے ڈرنا سکھاتی ہے، نعمت کی تحدیث اور اس پر شکر ادا کرنے کا درس دیتی ہے، وہاں اتحاد اور تنظیم پیدا کرتی ہے، مودت و مروت کو بڑھاتی ہے، مساوات کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ یہاں کوئی امیر نہیں، کوئی غریب نہیں، سب ایک ہی صف میں کھڑے ہیں، یہاں کوئی کسی سے نفرت نہیں کرتا، یہاں کالے اور گورے کی کوئی تمیز نہیں، ایک کالا بھجنگ شخص ایک حسین ترین انسان کے پہلو میں کھڑا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر اللہ کی رحمتوں کے نزول کی دعائیں کر رہے ہیں۔ ایک لنگڑا، لولا یا مریض کسی تندرست کے کندھے سے کندھا ملائے ہے اور ان میں کوئی بعد نہیں، ایک دوسرے سے احساس نفرت و حقارت نہیں۔[182]

اسی طرح سے بقیہ عبادات کا معاملہ ہے، زکوٰۃ خالص ہمدردی و غمگساری کا نام ہے اور دل سے مال کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دینے کی نفی ہے۔ روزہ انسانی ہمدردی و غمگساری کا درس دیتا ہے، حج انسانی مساوات کا درس دیتا ہے۔

خلاصہ کلام

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا انسانی کردار کی اصلاح اور معاشرے کی اصلاح میں کلیدی کردار ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت سے انسان نہ صرف دنیا میں باعزت مقام حاصل کرلیتا ہے بلکہ اللہ کا بھی محبوب بن جاتا ہے۔ کوئی انسان سوائے سیرت و کردار کی اچھائی کے متاثر کن شخصیت کا حامل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کمال صرف سیرت مصطفیٰ ﷺ میں رکھا ہے کہ اس کو اپناتے ہی انسان کی شخصیت نکھر جاتی ہے۔ ماہنامہ نعت، لاہور کا تعلیمات سیرت کے فروغ کے حوالے سے مشن قابل تحسین ہے جس میں ہر طرح کے انسان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا نمونہ موجود ہے۔

---

[182] راجا رشید محمود، نظام مصطفیٰ ﷺ کے چند پہلو، ماہنامہ نعت، لاہور، اگست 2009، ص 83

فصل سوم

تحفظ ناموس رسالت اور ماہنامہ نعت

تحفظ ناموس رسالت کی اہمیت

تحفظ ناموس رسالت کی اصل روح حضور رنبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمان ہے کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اسے مال، جائیداد، اولاد، ماں باپ حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

تحفظ ناموس رسالت ہر صاحب ایمان کے دل کی آواز اور اس کی عقیدت کا اعزاز ہے۔ ہر مسلمان اپنے آقا و مولا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عزت و توقیر پر فدا ہونا ایمان کی بنیاد سمجھتا ہے۔ یہی تعلیمات قرآنی کی تاثیر ہے اور یہی احکام ربانی کی تفسیر ہے۔ عزت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کٹ مرنا اور ناموس رسالت پر جان لٹا دینا ابدی کامرانی کی دلیل ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عزت و ناموس پر پہرہ دینے کی عملی تصویر اگر دیکھنی ہو تو صحابہ کرام علیھم الرضوان کی سیرت دیکھیے کہ کس انداز میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ پروفیسر اکرم رضا صاحب انہی نفوس قدسیہ کی عقیدت و محبت کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے آقا و مولا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کفار کے مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے انصار کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ کفار مکہ کی لڑائی ہم سے ہے، تم اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو میری طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہو گا، سب دم بخود ہیں، سانسیں رک چکی ہیں۔ معاً حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی آواز گونجتی ہے:" خدا کی قسم آپ فرمادیں تو ہم سمندر میں کود جائیں"
ابھی سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مرحباہی کہا تھا کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ گویا ہوئے:" ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں۔ ہم آپ کے دائیں سے، بائیں سے سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے۔"[183]

ناموسِ رسالت کا مسئلہ بہت ہی نازک اور حساس ہے، اس مسئلہ کی نزاکت کو سمجھنے کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو اپنے تمام رسل و انبیاء کی ناموس اور بالخصوص رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناموس بہت زیادہ عزیز ہے۔ کوہِ صفا پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی ذات کے بارے میں لوگوں سے دریافت کرتے ہیں تو سب نے یک زبان ہو کر کہا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صادق و امین ہیں۔ جب سب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صداقت کو تسلیم کر لیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا سرمدی پیغام انہیں سنایا۔ پھر کیا تھا پورا مجمع آوازیں کسنے لگا اور ان آوازوں میں ایک بدترین آواز چچا ابولہب کی تھی جس نے ذلت کی انتہا کو چھو کر کہا:

---

[183] محمد اکرم رضا، پروفیسر، شہیدان ناموس رسالت، ماہنامہ نعت، لاہور، جنوری 1991ء، ص30

"اے محمد !(ﷺ) تمہارے وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں جن سے تو نے ہمیں یہاں بلایا ہے۔"

ابو لہب کے اس خبث باطن اور انتہائی ذلیل طرزِ گفتگو نے زمین و آسمان کو لرزا دیا۔ میرے آقا ﷺ خاموش تھے بہت کچھ کہہ سکتے تھے مگر شانِ رحمۃ للعلمینی آڑے آرہی تھی۔ آپ کے صبر اور خاموشی کا انتقام آوازہ خداوندی نے لیا۔ اور ربِ کریم نے ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے مخالف سے اس درجہ سخت انداز میں خطاب کیا کہ پورے قرآن میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یوں محسوس ہوتا جیسے ابو لہب اور اس کے خاندان پر ابدی اور دائمی لعنتوں کے سلگتے ہوئے پتھر برس رہے ہوں۔ خدائے جبار و قہار کا ارشاد ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝[184]

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ خود بھی ہلاک ہو نہیں کام آئے گا اس کو اس کا مال اور جو اس نے کمایا۔ عنقریب داخل ہو گا آگ میں جو شعلے مارنے والی ہے اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے اس کی گردن میں رسی ہے مونج کی۔

تحفظ ناموسِ رسالت اور قرآن

قرآن حکیم نے جس قدر زور عظمت و شان مصطفوی ﷺ پر دیا ہے اور احترام محبوب خدا کی جتنی تاکید کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو ناموس حضور ﷺ کا تحفظ کس قدر عزیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدائے کریم قرآن میں حضور نبی کریم ﷺ کے غیر معمولی محامد و محاسن بیان کر کے ہی آپ کے ناموس کے تحفظ کو ایمان کا لازمی جز قرار دے سکتا تھا۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو قرآن حکیم حضور ﷺ کے ظاہری و باطنی کمالات کا اعلان عام ہے۔

قرآن کہیں آپ کی رحمت عام کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٧[185]

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت کرتے ہوئے جہان والوں کے لیے۔

[184] سورۃ اللھب

[185] الانبیاء:107

کہیں آپ ﷺ کی عمر مبارک کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:لعمرك ۔ترجمہ: آپ کی عمر عزیز کی قسم۔ کہیں آپ کے شہر مقدس کی قسم کھائی۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ○ ترجمہ: میں قسم اٹھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی۔

کہیں آپ ﷺ کی دلی خواہش پر تبدیلی قبلہ کا حکم: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَاۖ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔[186]

ترجمہ: بیشک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں' پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانوں!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو۔

کہیں آپ ﷺ کو ہر قسم کے فیوض و برکات کی کثرت کا مژدہ سنانا: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ○ ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ کہیں آپ ﷺ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار اور ابتر بتانا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ○ ترجمہ: بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے۔ کہیں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو کامیابی و کامرانی اور اللہ کی اطاعت قرار دینا: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○[187]

ترجمہ: اور جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے رسول کی، تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[188]

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی'

کہیں آپ ﷺ کے ہاتھوں دین اسلام کا اکمال کر کے آپ ﷺ کو رہتی دنیا تک کے لیے محسنِ اعظم کی مسندِ خاص پر بٹھانا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔[189]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین پسند کر لیا۔

کہیں اعزازات و اکرامات عطا کر کے خود ہی آپ کی محافظت کا ذمہ اٹھانا:

---

[186] البقرہ:144

[187] الاحزاب:71

[188] النساء:80

[189] المائدہ:3

يُرِيۡدُوۡنَ لِيُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ ‌ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ○[190]

ترجمہ: وہ اپنے مونہوں سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

ان آیات مبارکہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک صاحبِ ایمان اس ہستی عظیم کے ناموس اور عزت کے لیے جان لڑا سکتا ہے جو خدا کو بھی عزیز ہو اور مخلوق خدا کو بھی، جو افضل الخلائق بھی ہو اور " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا مصداق بھی۔

پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں:

"خدا اپنے ملائکہ کے ساتھ جس کی شان میں رطب اللسان ہو کر فخر محسوس کر رہا ہو، ایسی عدیم النظیر ہستی پر اپنی متاع حیات لٹا کر بھی مسلمان سمجھتا ہے کہ اس نے بہت سستا سودا کیا ہے کیونکہ جس زندگی کو وہ قربان کر رہا ہے وہ تو خدا کی دی ہوئی امانت ہے جبکہ اس فداکاری کے بدلے میں جو القاباتِ سرمدی عطا ہو رہے ہیں، وہ ایک جاں کیا ہزاروں زندگیوں کی مجموعی قدر و قیمت سے کہیں زیادہ افضل و سربلند ہے۔"[191]

ڈاکٹر سید سلطان شاہ "حفاظت ناموس حضور ﷺ کی اہمیت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"جس شخص نے اپنے قول یا فعل سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف دی، اللہ تعالیٰ نے اس سے بدلہ ضرور لیا۔ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا مکہ میں اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا مدینے میں انتقال ہو گیا تو عاص بن وائل نے کہا کہ ان کی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہی۔ اس لیے آپ ﷺ کے بعد آپ کا نام ختم ہو جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرمائی اور عاص بن وائل کے "ابتر" ہونے کی خبر دی۔ دیکھیے حضور سید المرسلین رحمۃ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو لاولد ہونے کا طعنہ دینے والے کو اللہ تعالیٰ نے منقطع النسل بنا دیا۔"[192]

گستاخ رسول کی شرعی سزا

محبت رسول ﷺ دینِ حق کی شرطِ اول اور عقیدہ و ایمان کی اساس ہے۔ اہانتِ رسول ایک ناقابل معافی جرم ہے اور ناقابل تلافی ظلم ہے۔ قرآن و حدیث، سیرت ہادی دوعالم ﷺ اور اسوہ صحابہ اس پر گواہ ہیں۔ پوری تاریخ اسلام

---

[190] الصف:8

[191] اکرم رضا، پروفیسر، شہیدان ناموسِ رسالت، ماہنامہ نعت، لاہور، مئی 1991ء، ص34

[192] سید سلطان شاہ، حفاظت ناموس حضور ﷺ کی اہمیت، شہیدان ناموس رسالت، حصہ دوم، فروری 1991ء، ص16

کے اوراق بھی گواہ ہیں کہ غیور و جسور مسلمانوں نے اپنے اقا و مولا ﷺ کی ذات بابرکات میں ارتکاب گستاخی کرنے والوں کو ہمیشہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر فنا کے گھاٹ میں اتارا۔

اس حوالے سے ماہنامہ نعت، لاہور میں "تحفظ ناموس رسالت" کے نام سے رائے کمال صاحب کے مضامین کا ایک گلدستہ شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے گستاخ رسول کی شرعی سزا، عہد رسالت اور عہد صحابہ سے اس کی مثالیں اور اس حوالے سے مختلف لوگوں کی رائے کا ذکر کیا ہے۔

گستاخ رسول اور عہدِ رسالت ﷺ

اصول دین یہ ہے کہ اگر رسالت مآب ﷺ نے اپنے عہد مبارکہ میں کسی ایک کو بھی اہانت کا مرتکب ہونے کی وجہ سے سزا دی ہوتی تو یہ کافی ہوتی۔ چہ جائکہ اس معاملے میں کتب سیر و احادیث اور صفحہ تاریخ پر متعدد نظائر موجود ہیں۔ ذیل میں ان افراد کا ذکر کیا جائے گا، جن کا ذکر رائے محمد کمال نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔ جنھوں نے عہدِ رسالت میں توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا تو خود رسالت مآب ﷺ نے انہیں مستوجب قتل قرار دیا۔

1۔ **نضر بن حارث:** تاریخی اعتبار سے پہلی نظیر کا باقاعدہ تعلق، ہجرت کے صرف ایک سال بعد سے ہے، جبکہ غزوہ بدر کی شکل میں حق و باطل کا ابتدائی معرکہ پیش آیا۔ آقائے نامدار ﷺ کو زرمگاہِ اول میں شاندار فتح نصیب ہوئی تو میدانِ بدر سے مدینہ طیبہ لوٹتے ہوئے اس سفر میں وادی صفراء پہنچے تو نضر بن حارث کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ تعمیلِ ارشاد میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

2۔ **عقبہ بن ابی معیط:** یہ شخص بھی اہانتِ رسول میں پیش پیش رہا، لوگوں کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ آخر کار یہ شخص گرفتار ہوا اور اسے جب قتل کیا جانے لگا تو اس نے پکار کر کہا۔ "قبیلہ قریش کے لوگو! آج میں تمہارے سامنے قتل کیا جا رہا ہوں اور تم خاموش ہو۔" اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تو اپنے کفر اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی کے باعث قتل ہو رہا ہے۔"[193]

3۔ **عصماء نامی شاعرہ:** 3 ہجری میں اہانتِ رسول ﷺ کے چار مجرموں کو یکے بعد دیگرے قتل کیا گیا۔ روایات میں ہے کہ عصماء نامی ایک یہودی شاعرہ، جو محبوبِ خدا ﷺ کی ذات بابرکات کو نشانہ طنز و تضحیک بناتی اور آپ ﷺ کی ارفع

---

[193] رائے محمد کمال، شہیدانِ ناموس رسالت، ماہنامہ نعت، لاہور، جولائی اگست 1999ء، ص 13

واعلیٰ شانِ مبارک میں ہجویہ اشعار بکا کرتی تھی۔ ایک صحابی عمر بن عدی (جو نابینا تھے) کے ہاتھوں فنا فی النار ہوئی۔ اس پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے اس صحابی کو بطورِ تحسین وافرین "بصیر اور بینا" کے القاب وخطابات سے سرفراز فرمایا۔ کتب سیر وتواریخ میں اس واقعہ سے متعلق کئی مزید معلومات بھی مرقوم ہیں۔[194]

4۔ حدیث مبارک میں ہے "حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک یہودیہ، حضور اکرم ﷺ کی بے ادب وگستاخ تھی اور آپ ﷺ کی شان میں طعن اور ہجو کرتی۔ بایں سبب ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹا، یہاں تک کہ وہ مر گئی، رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔"[195]

5۔ **کعب بن اشرف:** کعب بن اشرف ایک رئیس اور شاعر تھا۔ ہمہ وقت شرانگیزیوں میں مشغول رہتا اور کفارِ مکہ کو جنگ کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ شاہِ کون ومکان، نبی آخر الزماں ﷺ نے دعا فرمائی۔ "اے اللہ! ہمیں ابن اشرف کے شر سے محفوظ رکھ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرنے لیے تیار ہے؟ اس لیے کہ وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ "یارسول اللہ ﷺ کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کروں"۔ فرمایا "ہاں" ۔ ان کے ساتھ حارث بن اوس بھی گئے۔ انہوں نے اسے قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنے آقا ومولا ﷺ کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ المفضل نے اپنی کتاب (معانی القرآن) میں درج کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی، شاتم مذکور کا سر کاٹ کر ایک ٹوکری میں رکھ کر لائے اور صاحبِ لولاک ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔[196]

6۔ **ابی بن خلف کا واقعہ:** غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا اور نالائقی کی باتیں کہنے لگا۔ حضرت زبیر بن العوام ساتھ ہی کھڑے تھے۔ انہوں نے اس کا نیزہ چھین کر اس پر پھینکا جو اس کی گردن پر لگا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی۔

---

[194] مصدر سابق، ص14
[195] مصدر سابق، ص15
[196] ایضاً، ص17

7۔ فتح مکہ اور گستاخِ رسول ﷺ:

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فتح مکہ کے وقت اہلِ مکہ کو امان دی تھی۔ یہ کوئی عام فتح نہ تھی بلکہ رب العزت کی طرف سے فتح مبیں تھی۔ تاریخ انسانیت میں آٹھویں ہجری کا سال ہمیشہ یادگار و باوقار رہے گا۔ دشمنانِ اسلام پوری طرح بے بس و بے کس اور آپ ﷺ کے رحم و کرم پر تھے۔ حضور خاتم المرسلین رحمۃ للعلمین ﷺ نے ابد الآباد تک کے لیے حسن سلوک کی ایک بے نظیر مثال قائم فرمادی۔ آپ ﷺ نے اللہ کے حضور میں اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور فرمایا۔ "آج تم پر کچھ ملامت نہیں، جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

تاہم ایک جماعت کے لیے خاص طور پر حکم فرمایا تھا کہ وہ حل و حرم میں جہاں بھی پائے جائیں، قتل کر دیے جائیں۔ اگرچہ غلافِ کعبہ میں لپٹے ہوئے ہوں۔ اللہ کے حکم سے آج کے دن، حرم بھی میرے لیے حلال ہے۔ یہ وہ جماعت تھی جو اہانت و تحقیر اور تنقیص و تعریض کی مرتکب ہو چکی تھی۔[197]

رائے محمد کمال نے عہد رسالت کی مثالیں پیش کرنے کے بعد درج ذیل نتائج کا ذکر کیا:

1۔ یہ کہ احادیث مبارکہ سے گستاخانِ نبی ﷺ کے لیے سزائے موت کا نافذ کیا جانا ثابت ہے۔ اور فی الواقع بہت سی نظائر موجود ہیں۔

2۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے والوں کو خود آپ ﷺ کے حکمِ خاص سے ٹھکانے لگایا جاتا رہا۔

3۔ یہ کہ گستاخان و شاتمان کو جن اصحاب نے کیفرِ کردار تک پہنچایا، آپ ﷺ نے ان کی تحسین فرمائی اور اظہار مسرت کیا۔

4۔ یہ کہ بنو قریظہ کے چھ سات سو کے قریب جنگجو کا قتل کیا جانا، اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کا حکم قائم کرنے کے لیے باطل کی سازشوں، فتنہ پروریوں اور فتنہ انگیزیوں کو بزور طاقت بھی مٹایا جاسکتا ہے۔

5۔ یہ عملِ رسول اللہ ﷺ کی رو سے یہ نظائر اسلام کی مبادیات و اساسات کا لازمی حصہ قرار پاتے ہیں

6۔ یہ سنت رسول ﷺ کے ثبوت کے بعد اس سے انکار، پورے دین کا انکار ہے۔ نیز یہ کہ اس کو دل پسند معانی پہنانا، کھینچ تان کر اپنی فکرِ خام کے قریب لانا مقراض باطل سے پیوست کرکے کوئی حسبِ ضرورت خاکہ بنانا، دراصل شرک فی النبوت ہے اور اس جرم کی سزا بجائے خود موت ہے۔۔[198]

---

[197] مصدر سابق، ص25

عہدِ صحابہ اور گستاخِ رسول ﷺ

عہد صحابہ میں بھی ارتکاب توہین رسول ﷺ پر موت کی سزا مقرر تھی۔ منافقین کے ارتکاب گستاخی کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کا رسول اللہ ﷺ سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی ایک دلیل ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جانتے تھے کہ شاتمِ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے۔

رائے محمد کمال صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور کی مثالیں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر کے پاس تھا۔ آپ ایک آدمی پر کسی بات سے ناراض ہوئے تو اس نے زیادتی کی۔ میں نے کہا اے خلیفۃ الرسول! مجھے اجازت ہو تو اس کا سر قلم کر دوں، انہوں نے کہا: میری بات نے اس کے غضب و غصہ کو ختم کر دیا۔ پھر آپ اٹھے، اندر گئے بعد ازاں مجھے بلا بھیجا۔ میں گیا تو کہا، "آپ نے ابھی کیا کہا تھا؟" میں نے عرض کی کہ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ فرمایا، اگر میں آپ کو حکم دیتا یا اجازت دیتا تو ایسا کر گزرو گے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے کہا۔ "نہیں! قسم بخدا، رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں"۔[199]

2۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں اطلاع ملی کہ فلاں والی نے ایک عورت کے دانت اکھڑوا دیے ہیں، کیونکہ اس عورت نے حضور علیہ السلام کی شان میں بعض ناروا کلمات بکے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اب سزا دی جا چکی ہے۔ ورنہ میں حکم دیتا کہ عورت کو قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں جو گستاخی کا ارتکاب کرے، اس کی سزا قتل ہے۔[200]

3۔ روح البیان میں علامہ اسماعیل حقیؒ درج فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں ایک امام مسجد نماز میں ہمیشہ سورہ عبس کی قراءت کرتا تھا۔ تو آپ نے اسے موت کا ذائقہ چکھا دیا، اس لیے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے مقامات جلیلہ و درجات عالیہ کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قراءت کرتا تھا۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ مقتدیوں کے دل میں

---

[198] ایضاً، ص37

[199] مصدر سابق، ص39

[200] ایضاً، ص41

سے قدر و منزلت جاتی رہے اور قدر و منزلت و رفعت و عفت کا احساس کم ہو۔ یہی سبب ہے وہ بارگاہِ فاروقی میں واجب القتل ٹھہرا۔[201]

تحریک تحفظ ناموس رسالت

نبی کریم ﷺ کی ناموس کی حفاظت مسلمانان عالم کے ایمان اساس ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس کی بنیاد پر ایک مسلمان بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جاتا ہے۔ جسے علامہ اقبال نے روح محمدی سے تعبیر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں نے جب بھی مسلمانوں کو کمزور کرنا چاہا تو ان کے ایمان کے مرکز و محور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ان کا ناطہ کمزور کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے لیے انہوں نے ہر حربے کو استعمال کیا۔ محترم رائے کمال صاحب تحریک شاتمِ رسول کے پس منظر میں لکھتے ہیں:

"ہندوؤں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے ضروری سمجھا کہ ان کے دلوں سے عشقِ رسول ﷺ کی چنگاریاں بجھادی جائیں۔ وہ جانتے تھے کہ جب مسلمانوں کے سینے حب نبی ﷺ سے تہی ہو جائیں گے تو یہ قوم زندہ نہ رہ سکے گی۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ کی طرح فیصلہ ہوا کہ اس فاقہ کش کے بدن سے جو موت سے ذرا نہیں ڈرتا، روح محمد ﷺ نکال دو!۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو پھر یہ زندہ تو رہیں گے لیکن ان کے مقدر میں زندگی نہ ہو گی۔"[202]

ہندوؤں کے ان ناپاک عزائم کو مسلمانانِ ہند نے بھی بھانپ لیا تھا اس لیے وہ بھی اس کے لیے ہر دم تیار رہے۔ اس حوالے سے رائے محمد کمال صاحب لکھتے ہیں:

"مسلمانان ہند کو نبی آخر الزماں ﷺ سے بد ظن کرنے کے لیے انہوں نے ہر حربہ آزمایا۔ بر ملا تقریری گستاخیاں شروع کی گئیں اور زہر آلود مواد بھی چھپوایا۔ مگر مشرکانِ ہند کو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی۔۔ مسلمان اس معاملے میں خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھے بلکہ جب کبھی کوئی کٹھن مرحلہ پیش آیا، رسولِ عربی ﷺ کے ہندی نام لیواؤں نے کتابِ عشق میں اپنی وفاؤں سے نئے اور روشن باب کا اضافہ کیا۔ ہندو گستاخی رسول کے لیے آگے بڑھے، مسلمان تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر فدا ہوتے رہے۔ جب قلم کی زبان سیاہ نصب شاتمان رسول کی سمجھ میں نہ آئی تو غیور و جسور مسلمان مجاہد ہاتھوں

---

[201] ایضاً، ص45

[202] رائے محمد کمال، شہیدان ناموس رسالت، فروری 1991ء، ص35

میں خنجر، ہونٹوں پر درودو سلام کے ترانے اور دلوں میں شوق و محبت کے لازوال ولولے لیے آگے بڑھے اور دریدہ دہنوں کو واصل جہنم کر دیا۔ جذبہ حرمت کے تحت بھرپور اور پاکیزہ جوانیاں نثار ہوئیں اور قوم کے لیے نقشِ وفا چھوڑ گئیں۔"[203]

تحفظ ناموسِ رسالت کے حوالے سے پاکستانی کوششیں

تحفظ ناموس رسالت کے حوالے پاکستان میں ایک قانون بنایا گیا جس میں گستاخ رسول کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔اس قانون کا پس منظر بیان کرتے ہوئے راجہ اظہر محمود صاحب لکھتے ہیں:

"حفاظتِ ناموسِ سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سوال پر اب تک کسی قانون سازی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا تھا، حکومتی سطح پر کوئی ایسا مسئلہ کبھی زیر غور نہ آیا تھا کہ اگست 1980ء میں اس وقت کے صدر ضیاء الحق صاحب نے ایک دو روزہ علماء کنونشن بلایا جس میں یہ مسئلہ پہلی بار اٹھایا گیا۔ سید محمود احمد رضوی نے ایک قرارداد پیش کی جس کی تائید عباس حیدر رضوی نے کی اور کنونشن کے شرکاء نے بالاتفاق اس قرارداد کو منظور کیا کہ " حکومت پاکستان اللہ تعالیٰ، حضور رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، خلفائے راشدین اور اہلِ بیت کی شان میں گستاخی کو قابلِ دست اندازی پولیس جرم قرار دے۔ اس سلسلے میں زبانی یا عملی توہین یا اس بارے میں کی گئی کسی بھی کاروائی کو قابل دست اندازی پولیس سمجھا جائے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت ترین سزا دی جائے۔ شائع شدہ توہین آمیز مواد کو بھی جرم سمجھا جائے۔"[204]

13، مارچ 1987ء کو محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ نے وفاقی شرعی عدالت میں درخواست دائر کر دی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ جس جرم کی سزا میں "حد" مقرر ہو، اسمبلی تو کیا، ملک کے تمام عوام بلکہ دنیا بھر کے انسان مل کر بھی اس میں سوئی کی نوک کے برابر تبدیلی کا اختیار نہیں رکھتے۔ عدالت نے تفصیلی سماعت اور مختلف علماء وماہرین قانون سے رائے لینے کے بعد 30۔ اکتوبر 1990ء کو ان کے موقف کو درست تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ صادر فرمایا کہ توہین رسالت پر سزائے موت ہی دی جائے گی، "عمر قید" کی سزا کے الفاظ حذف کر دیے جائیں۔[205]

فقہائے اندلس اور تحفظ ناموس رسالت

ابراہیم فرازی ماہر علوم اور اپنے زمانے کا مشہور شاعر تھا۔ وہ قاضی ابو العباس بن طالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ جب اس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ خداوندِ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں

---

[203] مصدر سابق، ص35

[204] راجہ اظہر محمود، شہیدان ناموس رسالت، حصہ سوم، ماہنامہ نعت، لاہور، مئی 1991ء، ص86، بحوالہ: نوائے وقت لاہور، 23 اگست 1980

[205] مصدر سابق، ص90

گستاخیاں کرتا ہے اور استہزاء کے کلمات استعمال کرتا ہے تو قاضی بن عمرو اور دیگر فقہاء نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور اس کی کوتاہیوں کے ثبوت کے بعد اس کے قتل اور پھانسی کا حکم دیا۔ چنانچہ پہلے اس کے پیٹ میں چھری ماری گئی اور اس کے بعد اس کو اٹھا کر سولی پر لٹکا یا گیا۔ بعد میں اس کی نعش سولی سے اتار کر جلادی گئی۔[206](سید سلطان شاہ، تحریک شماتتِ سرکار کی کوششیں اور مسلمان حکمران، ماہنامہ نعت، لاہور، شہیدان ناموس رسالت، حصہ پنجم، مئی 1991ء، ص19)

اسپین میں تحریک شماتت رسول ﷺ

اسپین میں عبد الرحمٰن الاوسط کے دور میں بہت سے نصرانی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مسلمانوں کے عمدہ اخلاق نے انہیں بہت متاثر کیا اور وہ عربی زبان اور اسلامی تمدن کی طرف مائل ہوگئے۔ سید سلطان شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"جونہی عیسائیوں میں مشرقیت بڑھتی گئی، پادریوں کی تشویش میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور مسلمانوں کے خلاف ان کے نفرت بھرے جذبات بڑھنے لگے۔ امیر عبد الرحمٰن کی رواداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے شماتتِ رسول کی تحریک شروع کی۔"[207]

اس تحریک کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں:

" شماتتِ رسول کی یہ تحریک امیر عبد الرحمان الاوسط کے دور میں شروع ہوئی اور اس کے فرزندِ ارجمند امیر محمد بن عبد الرحمٰن کے عہد میں اپنے انجام کو پہنچی۔ دونوں باپ بیٹوں نے توہینِ رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا حکم دیا۔ یہ تحریک 234ھ، میں شروع ہوئی اور 264ھ میں ختم ہوئی۔ اس دوران بہت سے شاتمانِ رسول کو واصل جہنم کیا گیا۔"[208]

اس مضمون میں شاتمان رسول کے خلاف مسلم حکمرانوں کے جذبہ ایمانی کو ذکر کرنے کے بعد سید سلطان شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"مندرجہ بالا تمام واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے شاتمانِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ کبھی نرمی کا سلوک نہیں کیا اور انہیں ہمیشہ واجب القتل سمجھا اور جب کبھی کسی نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیے،

---

[206]سید سلطان شاہ، تحریک شماتتِ سرکار کی کوششیں اور مسلمان حکمران، ماہنامہ نعت، لاہور، شہیدان ناموس رسالت، حصہ پنجم
، مئی 1991ء، ص19

[207]مصدر سابق

[208]ایضاً

اس کی گردن اڑا دی گئی۔ لیکن ذرا غور کیجیے، کیا موجودہ مسلم حکومتیں تحفظ ناموس رسالت کے سلسلے میں اپنے فرائض پورے کر رہی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ رشدی کی دل شکن کتاب پر کتنے مسلم ممالک نے اس کے ارتداد اور قتل کا فتویٰ جاری کر کے مسلمانوں کو اسے فنا فی النار کرنے کی ترغیب دلائی؟ فقط ایران نے کیا خمینی کے علاوہ تمام علماء اور ایران کے علاوہ تمام اسلامی ملک اپنے ایمان پر اپنے مفادات کو اور ناموس مصطفیٰ ﷺ پر نصاریٰ کی دوستی کو ترجیح دیتے رہے ؟۔۔۔"[209]

سلمان رشدی اور اس کی کتاب کا پس منظر

ماضی قریب میں سلمان رشدی نامی ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا جس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل مجروح ہوئے۔ اس کا دینِ اسلام اور حیات طیبہ ﷺ پر سب سے بڑا حملہ "شیطانی آیات" نامی کتاب ہے۔ مجہول النسب رشدی 1947ء میں بمبئی کے ایک مادیت گزیدہ گھرانے میں پیدا ہوا۔ کیمبرج یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہا اور تاریخ کے مضمون میں ڈگری لی۔[210]

26 ستمبر 1998ء کو برطانوی پبلشر وائکنگ پریس نے اس کی ایک بدنامِ زمانہ کتاب شیطانی آیات (The stanic verses) ریلیز کی تھی۔ رائے محمد کمال صاحب مزید لکھتے ہیں:

"مردود رشدی نے اس رسالے کا نام ہی گستاخانہ تجویز کیا۔ وہ دینِ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ایک انتہائی بے ہودہ اور فحش ناول ہے۔ اس میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام تو اصل حالت میں درج کر دیے گئے ہیں جب کہ ناول میں اساسی کردار محاونڈ (Mahound) لکھا گیا۔ خاکم بدہن، جو کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کو بگاڑ کر بنایا گیا ہے۔ قدیم دور میں مستشرقین اور یورپ کے مسیحی علماء نے خبث باطن کے تحت آپ ﷺ کے اسم مبارک کو طرح طرح سے بگاڑا تھا؟ یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔"[211]

اپنے اس مضمون میں رائے محمد کمال صاحب کہتے ہیں کہ رشدی کی یہ مذموم کوشش اعداء اسلام کا شاخسانہ ہے اور اس طرح کی باطل حرکتیں اسلام دشمن عناصر کی طرف پہلے بھی معرضِ وجود میں آتی رہی ہیں لیکن اب یہ کہ انہیں

---

[209] مصدر سابق، ص28

[210] رائے محمد کمال، تحفظ ناموس رسالت، ماہنامہ نعت، لاہور، جولائی اگست 1999ء، ص126

[211] مصدر سابق، ص127

سلمان رشدی کی صورت میں ایک مادیت گزیدہ بندہ مل گیا جس نے اپنی ناپاک کوششوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر اعتراضات کیے ہیں۔

شہیدان ناموس رسالت

ماہنامہ نعت، لاہور کا یہ اعزاز ہے کہ انہوں ایسے جاں نثاروں کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ کیا ہے جنھوں نے رسالت مآب ﷺ کی ناموس کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ذیل ان کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:

غازی عبد القیوم شہیدؒ

کراچی اپنے جن فرزندوں پر تا قیامت فخر اور ناز کرتا رہے گا ان میں سر فہرست غازی عبد القیوم ہیں جنہوں نے یہاں مختصر عرصہ گزارا لیکن اس شہر کی تاریخ میں امر ہوگئے اور کراچی کا کوئی تذکرہ ان کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ وہ 1910ء کے کسی مہینے میں ہزارہ کے گاؤں غازی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبد اللہ خان تھا کم عمری میں ہی والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے گھر کا دینی ماحول اور محلے کی مسجد کے پیش امام کی رفاقت نے ان کو پابند صوم وصلوٰۃ بنادیا 24 سال کی عمر میں شادی ہوگئی جب ذمہ داریوں کا بوجھ پڑا تو حصول روزگار کے لئے کراچی کا رخ کیا یہاں انہیں کوئی ملازمت نہ ملی تو تانگہ چلانے لگے۔ رہائش رام سوامی کے علاقے میں تھی جو بھی آمدن ہوتی اس میں اپنی دلہن، بوڑھی والدہ اور ضعیف چچا کی کفالت کرتے۔[212]

ہزارہ کے گاؤں غازی میں 1910ء کے لگ بھگ عبد اللہ نامی شخص کے گھر جب عبد القیوم کی ولادت ہوئی تو کسے پتہ تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر آقاؐ کی حرمت پر جان نچھاور کر دے گا لیکن چونکہ اس کی قسمت میں روز اوّل سے یہ اعزاز لکھا تھا اس لئے حالات ایسے بنے کہ وہ ہزارہ سے تلاش معاش میں کراچی پہنچے۔ جو قیام پاکستان سے قبل کیماڑی سے گرومندر تک پھیلا ہوا تھا مذکور ہے کہ 24 سال کی عمر میں غازی عبد القیوم کی شادی ہوگئی تھی اور 25ویں سال میں وہ صاحب گنبد خضریٰ کی عظمت کا تحفظ کرتے ہوئے جنت کو سدھار گئے۔ اپنی ضعیف والدہ، نئی نویلی دلہن اور بوڑھے چچا کی کفالت کے لئے انہوں نے کوچوانی کا پیشہ اختیار کیا۔[213]

---

[212] سید آل احمد رضوی، پیکر غیرت وحمیت غازی عبد القیوم شہید، شہیدان ناموس رسالت، حصہ چہارم، اپریل 1991ء، ماہنامہ نعت، لاہور، ص 19

[213] مصدر سابق

33ء میں حیدرآباد کے نتھورام نے "تاریخ اسلام" نامی کتابچہ شائع کیا جس کا زہریلا مواد "رنگیلا رسول" اور اس نوع کی دوسری تحریروں جیسا ہی تھا جن میں عام مسلمانوں کے جذبات سے کھیلا گیا تھا اس لئے یہ پمفلٹ سامنے آیا تو مسلمانوں میں اضطراب پھیلا۔ شیخ عبدالمجید سندھی جیسی ہستیوں نے اسے عدالت میں چیلنج کیا تو علما مشائخ نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی جمعہ کے اجتماعات میں اس جسارت کی مذمت کی گئی اور عامتہ المسلمین کو بتایا گیا کہ کس طرح چند فتنہ ذہن ماحول کو پراگندہ کررہے ہیں۔ عاشقان رسولؐ کو کسی پل بھی چین نہ تھا ایسے ہی محبت کرنے والوں میں ایک غازی عبدالقیوم بھی تھا جس نے جونامارکیٹ کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی تو اسے نتھورام کی شرانگیزی کا پتہ چلا۔ اس نے دل کے نہاں خانے میں موجود جذبہ محبت کا تقاضا جانا کہ محبوب رب کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرتکب کو جہنم رسید کردیا جائے۔ عدالت نے مسلم اکابرین کی اپیل پر کتابچہ ضبط کرکے ملزم کو محض ایک سال قید بامشقت اور جرمانے کا حکم سنایا تھا یہ فیصلہ جلتی پر تیل کا کام کر گیا۔

"تاریخ اسلام" کے ہندو مصنف نتھورام نے اس سزا کے خلاف بھی اپیل دائر کردی جس کی سماعت 34ء میں شروع ہوئی۔ کراچی کی عدالت میں جس روز نتھورام کے مقدمے کی سماعت ہونی تھی اس سے ایک دن قبل غازی عبدالقیوم نے بازار سے ایک خنجر خریدا اور اسے دھار لگوائی اور کمرہ عدالت میں شناخت کے بعد ایک سمت بیٹھے نتھورام کے پیٹ اور گدی پر اس طرح وار کئے کہ وہ اسی وقت اپنے انجام کو پہنچا عدالت میں افراتفری پھیل گئی۔ کسی عدالتی اہلکار نے گرفتاری کے بعد غازی سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا تو ناخواندہ شخص نے جس کا دل جذبہ عشق رسولؐ سے سرشار تھا کمرہ میں آویزاں شاہ جارج کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خوبصورت جواب دیا کہ اگر یہ تمہارے بادشاہ کو گالی دیتا اور تم میں غیرت ہوتی تو اس کو سزا نہ دیتے اگلا جملہ تھا کہ اس نے تو میرے آقاؐ اور شہنشاہوں کے شہنشاہ کی شان میں گستاخی کی تھی اس لئے یہ اسی انجام کا مستحق تھا۔ وہاں موجود پولیس اہلکاروں نے انہیں حراست میں لے لیا تو کسی مزاحمت کے بغیر انہوں نے خود کو قانون کے سپرد کردیا۔[214]

ان کے مقدمے کی پیروی کراچی کے مشہور بیرسٹر محمد اسلم نے مفت کی لیکن غازی عبدالقیوم خان کا ایک ہی بیان تھا کہ آپ جو چاہیں کریں مجھ سے قتل کا انکار نہ کرائیں۔ اس سے میرے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی۔ بیرسٹر اسلم اس معاملے کو ایک اور تناظر میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ اسلام میں مذہبی پیشواؤں کو برا کہنے سے منع کیا گیا ہے اور انہوں نے

---

[214] سید آل احمد رضوی، پیکر غیرت وحمیت غازی عبدالقیوم شہید، شہیدان ناموس رسالت، حصہ چہارم، اپریل 1991ء، ماہنامہ نعت، لاہور، ص 19

اسی مقصد کے لئے صفائی کے گواہوں کی فہرست میں مولانا ظفر علی خان، علمائے فرنگی محل، علامہ اقبال اور دیگر کے نام بھی دیئے اور کہا کہ عبدالقیوم خود کو جس جذبے کے تحت قاتل قرار دیتا ہے اس کی ترجمانی یہی شخصیات کر سکتی ہیں لیکن ان کے نکتہ کو مسترد کر دیا گیا۔ بیرسٹر اسلم اس معاملے کو فوری انتقام قرار دینا چاہتے تھے لیکن عدالت نے غازی عبدالقیوم کو سزائے موت کا حکم سنایا اس نے یہ فیصلہ سن کر الحمد للہ کہا۔ اس کے بعد بھی غازی عبدالقیوم کے وکیل تگ و دو میں لگے رہے۔ گورنر ممبئی کو رحم کی اپیل بھی بھیجی دوسری طرف پریوی کونسل نے رحم کی استدعا مسترد کی تو 19 مارچ 35ء کو عاشق صادق کو پھانسی دے دی گئی۔ یہ تاریخ فیصلے کے ٹھیک تین روز بعد کی ہے۔[215](رائے محمد کمال، غازی عبدالقیوم شہید، ایضا، ص9)

غازی عبدالقیوم کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی انہیں بڑی عزت و تکریم کے ساتھ " میوہ شاہ " قبرستان میں دفن کیا گیا۔ شمعِ رسالت کے پروانے کی ایمان پرور داستان تاریخ عالم میں ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گئی۔

غازی عبدالرشید شہیدؒ

دسمبر 1926ء کا واقعہ ہے۔ سوامی شردھانند دہلی میں اپنے نیا بازار والے مکان پر موجود تھا کہ ایک غیرت مند نوجوان نے اسے للکارا اور پے در پے پستول سے فائر کر کے دشمنِ رسول کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔ حملہ آور نے تاریخ میں غازی عبدالرشید کے نام سے شہرت پائی۔

بلند شہر اور میرٹھ کے بارہ دیہات وقصبات پر مشتمل ایک علاقہ بارہ بستی افغاناں کے نام سے مشہور ہے اور اس کا مرکزی مقام قصبہ بگراسی ضلع بلند شہر میں ہے۔ قاضی عبدالرشید صاحبؒ بگراسی کے ایک علمی معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے تایازاد بھائی مولانا قاضی سید محمد بشیر سے حاصل کی اور درسِ نظامی کے لیے گلاؤٹھی کے ایک عربی مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ ازاں بعد آپ اپنے والدین کے ہمراہ بگراسی سے ترکِ سکونت کرکے دہلی میں آبسے۔ غازی عبدالرشید شہیدؒ پر مذہب کی گہری چھاپ تھی اور عشقِ رسول ﷺ ان کا سرمایہ حیات۔۔[216]

---

[215] رائے محمد کمال، غازی عبدالقیوم شہید، ایضا، ص9

[216] رائے محمد کمال، غازی عبدالرشید شہید، شہیدان ناموس رسالت، حصہ چہارم، ماہنامہ نعت، لاہور اپریل 1991ء، ص30

برصغیر پاک وہند میں ایک گہری اور منظم سازش کے تحت تحریکِ شماتتِ رسول شروع ہوئی۔اس کی پہلی واضح علامت آنجہانی دیانند سرسوتی کے انتہاپسند چیلے سوامی شردھانند کی صورت میں سامنے آئی۔اس کا مرکز دہلی تھا مسلمانوں کی دل آزاری، ضبطیٔ قرآن کی جدوجہد مشاہیر اسلام پر گستاخانہ تبصرے۔اولیاءِ کرام کی توہین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق مغلظات اور بکواس، شانِ اہلبیت میں ہرزہ سرائی، امہات المومنین کو گالیاں اور سرکارِ مدینہ ﷺ کی حرمت وتقدیس کو نشانہ سب وشتم بنانا ہی اس کا مقصدِ حیات تھا۔ وہ برملا کہا کرتا کہ اگر ہندو بقا چاہتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کو فنا کردیں۔"[217]

آپؒ کی شہادت کے بارے رائے محمد کمال لکھتے ہیں:

"الغرض غازی صاحب نے شاتمِ نبی سوامی شردھانند کو واصل جہنم کرچکنے کے بعد جائے واردات سے فرار ہونے کی قطعاً کوشش نہ کی بلکہ بصد شوق گرفتاری کے لیے پیش کردیا۔ جب آپ کو ہتھکڑی لگائی گئی تو فرمانے لگے،"یہ تو رہِ شوق میں پھولوں کے گجرے ہیں۔"پولیس نے تفتیش کی غرض سے آپ کو چودہ پندرہ دن حراست میں رکھا اور جنوری 1927ء میں اس مقدمے کی باقاعدہ سماعت ہوئی۔ چونکہ آپ برضا ورغبت ہر جگہ فخریہ انداز میں اقرارِ قتل کررہے تھے اس لیے سزائے موت یقینی تھی۔ بالآخر غازی عبدالرشید کو 14 نومبر 1927ء کی صبح آٹھ بجے پھانسی دی گئی۔[218]

غازی صاحبؒ کی قبر جیل خانہ دہلی کے مشرقی جنوبی گوشے میں مسلمانوں کے نئے قبرستان میں واقع ہے جس کے مشرق میں فیروز شاہ تغلق بادشاہ کا پرانا قلعہ ہے۔غازی شہید کی میت کا جیل کے دروازے پر ساڑھے ستر ہزار مسلمانوں نے خیر مقدم کیا۔ڈھائی بجے قبرستان میں جنازے کی نماز ہوئی۔حاکموں کے حکم کے مطابق ساڑھے تین بجے دفن کردیا۔[219]

غازی محمد صدیق شہیدؒ

غازی محمد صدیق کا نسبی تعلق شیخ برادری سے تھا۔ شمعِ نبوت کے اس شیدائی کی ولادت باسعادت 1914ء کے درمیانی مہینوں میں ہوئی۔ پانچ سال کا ہوجانے پر انہیں مسجد میں بٹھایا گیا۔ 1925ء تک دینی تعلیم کے علاوہ آپ پانچویں جماعت بھی پاس کرچکے تھے۔ آپ کے والد ماجد شیخ کرم الٰہی فیروز پور چھاؤنی جو قصور سے قریباً پندرہ میل کے فاصلے پر ہے، پکے چمڑے کا آبائی پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے۔

---

[217] ایضاً

[218] مصدر سابق، ص 32 تا 33

[219] سعدی سنگروری، اپنے نانا کی حرمت پر پیر کے دن قربان ہونے والے غازی عبدالرشید، ایضاص 50

پالا مل ایک صاحبِ ثروت ہندو سنار تھا۔ اس کی دکان حضرت در گاہ حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذرا دور تھی ۔ اس کی پشت پر ہندو ساہو کاروں کا ہاتھ تھا۔ اایک مرتبہ اس نے کہا " مسلمانوں کا خدا اپنے بندوں سے زکوٰۃ کی بھیک مانگتا ہے جبکہ ان بیچاروں ک دووقت کی روٹی بھی کھانے کو نہیں ملتی "(العیاذ باللہ) مسلمانوں کو چپ سادھے دیکھ کر اس کا حوصلہ روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک دن اس مردود نے سرکارِ مدینہ ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق نازیبا کلمات بکے۔ شانِ رسالت مآب ﷺ میں صریحاً گستاخی کی۔[220]

اس گستاخی پر مسلمانوں میں شدید غم وغصے کی لہر پیدا ہوئی، عدالت نے اس کی صریح گستاخی پر اسے چھ ماہ قید دو سو روپے جرمانہ سزا سنائی۔ بعد ازاں 20 ستمبر 1934ء کو ضمانت پر اس گستاخ کو رہائی اور پھر سے اس کی گستاخیوں کا سلسلہ شروع ہو گا۔

27 ستمبر 1934ء کو غازی محمد صدیق نے اس گستاخ کو واصل جہنم کیا جس کی پاداش میں 29 ذی قعد 1353ھ مطابق 6 مارچ 1935ء کو بروز بدھ صبح ساڑھے چھ بجے تختہ دار پر جامِ شہادت نوش فرمایا۔[221]

ان کے علاوہ اس شہیدان ناموسِ رسالت میں غازی عبد اللہ شہیدؒ (قصور)، غازی عبد اللہ خاں اور میاں میر احمد، غازی محمد منیر شہید، غازی عبد العزیز، غازی محمد حنیف شہید غازی محمد اعظم ، عبد الخالق قریشی، غازی غلام محمد شہید اور غازی منظور حسین شہید علیہم الرحمہ۔

شہیدان ناموس رسالت نمبر

1۔ غازی علم الدین شہیدؒ

2۔ غازی عامر عبد الرحمٰن چیمہ شہیدؒ

1۔ غازی علم الدین شہیدؒ

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کبھی کسی ناعاقبت اندیش نے ناموس رسالت پر طعنہ زنی کی ہے عشاقان مصطفی صل اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے سربلندی ملت میں اپنا حصہ ڈالا ہے.

---

[220] رائے محمد کمال، غازی محمد صدیق شہیدؒ، شہیدان ناموس رسالت، حصہ چہارم، ماہنامہ نعت، لاہور، اپریل 1991ء، ص 63، بحوالہ: روزنامہ " انقلاب " لاہور، 7 دسمبر 1934ء

[221] ایضاً، ص 29

عشق مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسا خذینہ ہے جس کی نہ تو قیمت کا تعین ممکن ہے اور نا ہی تمام کائنات میں مثل ہی ڈھونڈنا ممکن ہے...

تاریخ میں ایسے چند ایک ہی کردار موجود ہیں جن کے غیر فطری وغیر ارادی افعال نے تاریخ انسانی پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور غازی علم الدین شہید کا تاریخی کردار بھی انہی میں سے ایک ہے. جبکہ 1929 میں لاہور کی آبادی پانچ لاکھ کے لگ بھگ تھی اس وقت غازی علم الدین شہید کا نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی تعداد چھ لاکھ سے زائد ریکارڈ کی گئی اور نماز جنازہ ساڑھے پانچ میل پر پھیلا ہوا تھا[222]

پیدائش وابتدائی ایام

علم الدین 4 دسمبر 1908ء بمطابق 8 ذیقعدہ 1366ھ کو لاہور پنجاب پاکستان کے کوچہ چابک سواراں میں طالع مند نامی بڑھئی (یعنی ترکھان) کے گھر میں پیدا ہوئے. علم دین نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے ایک مدرسے میں حاصل کی اور تعلیم سے فراغت کے بعد اپ نے اپنے آبائی پیشہ کو اختیار کیا۔ آپکے دو بھائی تھے جن میں سے ایک سرکاری ملازمت کرتے تھے اور دوسرے میاں محمد امین صاحب تھے. میاں محمد امین صاحب بھی طالع مند صاحب کے ساتھ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اس خاندان کی شرافت وکاریگری کی دھوم دور دور تک تھی. آپکا گھرانہ متوسط گھرانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ کاریگری میں ملکہ حاصل کر چکنے کے بعد اپنے بنوں بازار کوہاٹ میں اپنا فرنیچر سازی کا کام شروع کیا اور رزق حلال کی تگ و دو میں مصروف ہو گئے[223]

1928ء اور اسکے واقعات

"راجپال" نامی لاہور کے ایک ناشر نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف ایک گستاخانہ کتاب "رنگیلا رسول" شائع کی. اس دل آزار عمل نے اہل ایمان کے جذبات کو مجروح کیا اور مسلمانوں میں سخت غم وغصہ پیدا ہوا۔ جب مسلمان رہنماؤں نے اس کتاب کو ضبط کرنے اور ناشر کے خلاف تادیبی کاروائی عمل میں لانے کا مطالبہ کیا تو انگریز حکومت کے مجسٹریٹ نے "راجپال" کو صرف چھ ماہ قید کی سزا سنائی۔ اس کی علاوہ کتاب کو ضبط کرنے کے مطالبے

---

[222] رائے محمد کمال، غازی علم دین شہید، شہیدان ناموس رسالت، ماہنامہ نعت، لاہور، حصہ دوم، فروری 1991ء، ص50

[223] رائے محمد کمال، غازی علم الدین شہید، شہیدان ناموس رسالت، حصہ دوم، فروری 1991ء ص49

کو رد کر دیا گیا. اس پر ظلم یہ ہوا کہ "راجپال" نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی جہاں جسٹس دلیپ سنگھ مسیح نے اس کو رہا کر دیا. اب مسلمانوں کا غم و غصہ گم آسمان کو چھونے لگا اور گلی گلی احتجاج شروع ہو گیا۔

بجائے کہ راجپال کو سرزنش کی جاتی، دو سپاہی اور ایک حوالدار اسکی حفاظت پر مامور کر دیے گئے اور ساتھ ہی ساتھ روایتی مسلم دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریز حکومت نے دفعہ 144 نافذ کر کے مسلمان رہنماؤں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا. بلا شبہ حکومت وقت ملعون راجپال کو بچانے کی پالیسی پر عمل پیرا تھی۔[224]

ملعون راجپال کو جہنم واصل کرنے کی کوششیں

24 ستمبر 1928 کو لاہور کے ایک شخص خدا بخش نے اس شاتم رسول "راجپال" کو اس کی دکان پر نشانہ بنایا، تاہم اس نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ خدا بخش گرفتار ہو گیا اور اسے 7 سال قید کی سزا سنائی گئی.

افغانستان کا ایک شخص عبد العزیز ایک مرد مجاہد کفن باندھ کر گھر سے نکلا. اس نے لاہور آ کر اس شاتم رسول کی دکان کا رخ کیا مگر یہ بدبخت دکان میں موجود ہی نہیں تھا اور سوامی ستیانند راجپال کا دوست اس کی جگہ موجود تھا۔ غلط فہمی میں عبد العزیز نے سوامی ستیانند کو ہی راجپال سمجھ کر قتل دیا۔ عبد العزیز کو انگریز حکومت نے گرفتار کیا اور 14 سال کی سزا سنائی[225].

راجپال کا قتل

6 اپریل 1929ء کو ایک بجے دوپہر غازی علم الدین نے کھوکھے والے کی نشاندہی پر راجپال کو اسکی دوکان واقع ہسپتال روڈ انارکلی نزد مزار قطب الدین ایبک لاہور میں داخل ہوتے ہوئے پہچانا اور جیسے ہی راجپال اپنی نشست پر بیٹھا آپ نے راجپال کو للکارا، چھری نکالی، اور راجپال کے جگر میں پیوست کر دی۔ عاشق کے ایک ہی وار نے راجپال کا کام تمام کر دیا۔ تھانے انارکلی پولیس کو دکان کے ایک ملازم نے اطلاع دی اور غازی علم الدین نے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے گرفتاری پیش کر دی.

---

[224] سید بشیر احمد سعدی سنگروزی، محافظ ناموس رسالت غازی علم الدین شہید، ایضاً، ص 70

[225] ایضاً، ص 72

یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر آپ چاہتے تو فرار ہو سکتے تھے لیکن آپ نے فرار ہونے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔[226] ...

راجپال کے قتل کا مقدمہ اور اپیلیں

مقدمہ لوئس نامی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا جس نے غازی علم الدین پر فرد جرم عائد کر کے صفائی کا موقع دیئے بغیر مقدمہ سیشن کورٹ میں منتقل کر دیا۔

مورخہ 22 مئی 1929 کو غازی علم الدین کو سیشن کورٹ کے نیپ نامی انگریز جج نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ غازی علم الدین کی جانب سے سلیم بار ایٹ لاء پیش ہوئے اور آپ کے حق میں دلائل دیئے مگر تمام دلائل بے سود ثابت ہوئے۔ ہائی کورٹ میں اپیل کے لیے اس وقت کے سب سے بڑے اور مشہور وکیل محمد علی جناح کی خدمات حاصل کی گئیں۔ آپ بمبئی سے لاہور تشریف لائے اور آپکی معاونت بیرسٹر فرخ حسین نے کی۔

یہاں یہ روایت بھی مشہور ہے کہ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے غازی علم الدین کو کہا کہ "آپ اس قتل کا انکار کر دو کہ آپ نے قتل نہیں کیا! آپ کی سزا ختم کروانا میری ذمہ داری ہے" جس کے جواب میں غازی علم الدین نے جواب دیا کہ "تمام زندگی میں ایک ہی تو کام کیا ہے اور آپ اس سے بھی مکرنے کا مشورہ دے رہے ہیں"!

7 جولائی 1929ء کو ہائی کورٹ نے غازی علم الدین کو سزائے موت کا حکم سنا دیا. 15 جولائی 1929ء کو ہائی کورٹ کے لارجر بنچ نے بھی سیشن کورٹ کی سزا کو بحال رکھا اور غازی علم الدین کی اپیل خارج کر دی[227].

شہادت

اپیل خارج ہونے کی اطلاع جب غازی علم دین کو دی گئی تو آپ نے فرمایا "شکر الحمد اللہ! میں یہی چاہتا تھا۔ بزدلوں کی طرح قیدی بن کر جیل میں سڑنے کے بجائے تختہ دار پر چڑھ کر ناموس رسالت پر اپنی جان فدا کرنا میرے لئے ہزار ابدی سکون وراحت ہے"۔

31 اکتوبر 1929 بروز جمعرات کو میانوالی جیل میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔[228]

---

[226] رائے محمد کمال، غازی علم الدین شہید، شہیدان ناموس رسالت، حصہ دوم، فروری 1991ء ص 49

[227] مصدر سابق، ص 51

[228] مصدر سابق، ص 54

حسنِ یوسف پہ کٹی مصر میں انگُشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

لاش حوالگی اور تدفین

4نومبر 1929 کو جسد خاکی کی حوالگی کا مطالبہ لے کر مسلمان ذمہ داران کے ایک وفد نے گورنر پنجاب سے ملاقات کی ،جن میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، مولانا عبد العزیز، مولانا ظفر علی خان، سر محمد شفیع، خلیفہ شجاع، میاں امیر الدین، سر فضل حسین، مولانا غلام محی الدین قصوری اور دیگر صاحبان شامل تھے اور یقین دلایا کہ تدفین پر امن ہونے کی ذمہ داری ہے۔[229]

13نومبر 1929 کو مجسٹریٹ مرزا مہدی حسن اور سید مراتب علی شاہ کی سربراہی میں ایک وفد میانوالی روانہ ہوا اور 14 نومبر 1929 کو جسد خاکی وصول کیا.

15نومبر 1929 کو محکمہ ریلوے نے غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جسد خاکی لاہور چھاؤنی میں علامہ اقبال اور سر محمد شفیع کے حوالے کیا۔

اس وقت غازی علم الدین شہید کا نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی تعداد چھ لاکھ سے زائد ریکارڈ کی گئی اور نماز جنازہ ساڑھے پانچ میل پر پھیلا ہوا تھا۔

آپکی نماز جنازہ خطیب مسجد وزیر خان قاری شمس الدین نے پڑھائی. سید محمد دیدار علی شاہ محدث لاہوری اور علامہ اقبال نے غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا[230].

اس موقع پر ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "اسیں گلاں ای کردے رہے تے ترکھاناں دامنڈا بازی لے گیا"

انہوں نے ضرب کلیم میں ایک نظم بعنوان "لاہور و کراچی "لکھ کر بھی غازی علم الدین شہید اور غازی عبد القیوم شہید کے حضور بایں الفاظ خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور،

[229]میاں محمد ابو الفتح، قبرستان میانی صاحب میں غازی صاحب کی تدفین، ماہنامہ نعت، لاہور، فروری 1991ء، ص 87

[230]ایضاً، ص93

موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنیٰ کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ

قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر[231]

آپ کی آخری آرام گاہ میانی صاحب قبرستان بہاولپور روڈ میں ایک نمایاں مقام پر موجود ہے۔

غازی عامر عبد الرحمٰن چیمہ شہیدؒ

عامر عبد الرحمٰن چیمہ 4 دسمبر 1977ء بروز اتوار بمطابق 22 ذوالحجہ 1937ھ اپنے ننھیال گڑھی اعوان میں پیدا ہوئے۔ عامر کی ولدہ ماجدہ ثریا بیگم نے عامر اور والدِ محترم نے عبد الرحمٰن نے رکھا یوں مکمل نام عامر عبد الرحمٰن ہوا۔

عامر نے اپنی زندگی کے چار برس ننھیال میں گزارے۔ انہوں نے ڈھوک کشمیریاں کی محمدی مسجد میں ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ پانچویں جماعت تک گورنمنٹ پرائمری سکول ڈھوک کشمیریاں ، راولپنڈی میں تعلیم حاصل کی۔ راولپنڈی سے سائنس کے ساتھ میٹرک کا امتحان 689 نمبر حاصل کرکے پاس کیا۔ ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل آباد سے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے 26 نومبر 2004ء میں جرمنی روانہ ہوئے۔[232]

30 ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے اخبار جیلنز پوسٹن نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں 12 نہایت توہین آمیز اور نازیبا کارٹون شائع کیے۔ پھر مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لیے ایک منظم سازش کے تحت جنوری 2006ء میں 22 ممالک کے 75 اخبارات ورسائل نے ان کارٹونوں کو دوبارہ شائع کیا۔ ان کارٹونوں کی اشاعت سے مشتعل ہو کر جرمنی میں مقیم ایک پاکستانی طالب علم عامر عبد الرحمن چیمہ نے متعلقہ اخبار کے چیف ایڈیٹر ہینز ک برودڑ پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے نتیجہ میں وہ نہایت عبرتناک حالت میں جہنم واصل ہو گیا۔ عامر عبد الرحمن چیمہ گرفتار ہوئے۔ جرمن پولیس اور مختلف حکومتی ایجنسیوں نے برلن جیل میں 44 دن تک عامر چیمہ کو ذہنی و جسمانی اذیتیں دے کر تشدد کیا۔[233]

[231] رائے محمد کمال، غازی علم الدین شہید، شہیدان ناموس رسالت، حصہ دوم، فروری 1991ء ص 56

[232] افضال احمد انور، غازی عامر عبد الرحمٰن چیمہ شہید نمبر، ماہنامہ نعت، لاہور، ستمبر 2006، ص 16

[233] ایضاً، ص 38

ایک موقع پر تفتیشی افسر نے عامر چیمہ کو مشروط طور پر رہا کرنے کی پیش کش کرتے ہوئے کہا کہ وہ جرمن ٹیلی ویژن پر آ کر اعلان کرے کہ وہ ذہنی مریض ہے، دماغی طور پر تندرست نہیں ہے اور اس نے یہ قدم محض جذبات میں آ کر اٹھایا ہے۔ مزید براں یہ کہ اس فعل کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور میں اپنے کیے پر بے حد شرمندہ اور نادم ہوں۔[234]

دوران تفتیش ایک جرمن پولیس اہلکار نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں گستاخانہ انداز گفتگو اختیار کیا تو اخباری رپورٹوں کے مطابق غازی عامر چیمہ شہید اچانک شیر کی طرح دھاڑا اور اس آفیسر کے منہ پر تھوک دیا اور روتے ہوئے کہا "میں نے جو کچھ کیا ہے، وہ نہایت سوچ سمجھ کر اور اپنے ضمیر کے فیصلے کے مطابق کیا ہے۔ مجھے اپنے فعل پر بے حد فخر ہے۔ یہ میری ساری زندگی کی کمائی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے ایک تو کیا، ہزاروں جانیں بھی قربان۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اگر کسی بدبخت نے میرے آقا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی توہین کی تو میں اسے بھی کیفر کردار تک پہنچاؤں گا۔ بحیثیت مسلمان یہ میرا فرض ہے اور میں اس فریضہ کی ادائیگی کرتا رہوں گا۔" عامر چیمہ کی اس بے باک اور بے خوف جسارت کے بعد جیل حکام آپے سے باہر ہو گئے اور انھوں نے عامر چیمہ پر بہیمانہ تشدد کی انتہا کر دی، اس کے پیچھے سے ہاتھ باندھے گئے۔ پلاس کے ساتھ اس کے ناخن کھینچے گئے۔ پاؤں کے تلوؤں پر بید مارے گئے، گرم استری سے اس کا جسم داغا گیا، جسم کے نازک حصوں پر بے تحاشا ٹھڈے مارے گئے، ڈرل مشین کے ذریعے اس کے گھٹنوں میں سوراخ کیے گئے۔ عامر چیمہ نہایت اذیت کی حالت میں اللہ اکبر کے نعرے لگاتا رہا۔ اسی دوران میں اس کی سانسیں اکھڑ گئیں اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر ان بدبختوں نے اس کی شہ رگ کاٹ دی۔[235]

عامر چیمہ کی شہادت 3 مئی 2006ء کو ہوئی۔ شہید کا جسد خاکی 10 دن کی تاخیر کے بعد 13 مئی 2006ء کو صبح 9 بجے پی آئی اے کی پرواز کے ذریعے لاہور لایا گیا۔ بعد ازاں شہید کے آبائی گاؤں ساروکی (وزیر آباد) میں تدفین ہوئی۔ ایک اندازے کے مطابق جنازے میں 5 لاکھ سے زائد لوگ موجود تھے۔ انہوں نے 28 برس چار ماہ 29 دن عمر پائی اور جانثاران مصطفیٰ ﷺ، امام العاشقین، سید المجاہدین اور محسن المؤمنین کے تمغے اپنے سینے پر سجائے خالق حقیقی سے جا ملے۔[236]

---

[234] ایضاً، ص 47، بحوالہ: روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 15 مئی 2006

[235] مصدر سابق، ص 76، بحوالہ: روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 15 مئی 2006

[236] ایضاً، ص 17

عامر عبدالرحمن چیمہ کے استادِ محترم جناب محمد یحییٰ علوی صاحب جو کہ گورنمنٹ جامعہ سکول فار بوائز راولپنڈی میں استاد ہیں اور اسلامیات، عربی کی تدریس کر چکے ہیں، فرماتے ہیں: "الحمدللہ میرا معمول ہے کہ ہر شبِ جمعہ کو کم از کم 500 مرتبہ درود شریف پڑھ کر سوتا ہوں۔ 4 مئی کو نمازِ عشا ادا کرنے کے بعد جب میں مسجد سے نکلا تو ایک دوست نے بتایا کہ پروفیسر نذیر چیمہ صاحب کا بیٹا عامر جو گستاخ رسول پر حملے کے جرم میں جرمنی میں گرفتار تھا، شہید کر دیا گیا۔ یہ خبر سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا اور عامر کی یادیں دل میں بسائے سو گیا۔ صبح سے کچھ دیر قبل میں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑے میدان میں بہت زیادہ قمقمے جگمگا رہے ہیں۔ اور ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے۔ اس دوران میں مَیں نے دیکھا کہ اس روشن میدان میں ایک بلند سٹیج سجا ہوا ہے اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ آپ کے رخِ زیبا سے نور ہی نور پھوٹ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلفائے راشدینؓ بھی موجود ہیں۔ اسی اثناء میں میدان کی دوسری طرف سے سفید لباس میں ملبوس عامر شہید آتے ہیں اور تیز قدموں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتے ہیں۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم عامر کو اپنی طرف آتا دیکھ کر خوشی اور مسرت سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آغوش مبارک وا کر کے عامر کو پکارتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "مرحبا! اے میرے بیٹے۔ پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) یہ دیکھو کون آیا ہے۔ میں عامر کو تمہارے سپرد کر رہا ہوں، تم اس کا خیال رکھنا۔"[237]

اے کاش! ہر مسلمان گھرانے سے ایک ایک عامر اٹھے جو دنیا کو یہ بتا دے کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے زندہ ہیں اور جب تک ہمارے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے، ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ کرتے رہیں گے۔

خلاصہ کلام

ہر انسان کو اپنی عزت و ناموس بڑی عزیز ہوتی ہے اور اپنی عزت بچانے کے لیے مال و دولت تو درکنار جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ لوگ تو ان کی آبرو کا تحفظ بھی اپنی ذمہ داری گردانتے ہیں جن سے ان کا کوئی نسبی تعلق ہو یا جن سے انہوں نے رشتہ محبت و عقیدت استوار کر لیا ہو۔ محب اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی بھی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا پھر اس کو یہ علم ہو کہ اسے جو عزت ملی ہے وہ اس ذات کی وجہ سے ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ ہستی دنیا و عقبیٰ میں کبھی اس کی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گی تو ایسی ہستی کے تحفظ ناموس کی خاطر وہ کیوں نہ کٹ مرے۔ ایسی ہی یہ عظیم

[237] مصدر سابق، 183

ہستیوں کے تذکرہ خیر سے ماہنامہ نعت، لاہور نے اپنے اوراق کو زینت بخشی ہے۔ یقیناً ان نفوس قدسیہ کے محبت وعقیدت سے لبریز کارنامے پڑھ کر ایمان کو جلا ملتی ہے اور یہ سہرا ماہنامہ نعت کے سر سجتا ہے۔

باب سوم

فروغ سیرت میں ماہنامہ نعت کے اثرات ونتائج

فصل اول

سیرت نگاری کے حوالے سے ماہنامہ نعت کے خصوصی نمبروں کا تعارف

سیرت نمبروں کی اہمیت

جہاں تک تعلق ہے علوم اسلامیہ کے مختلف علوم کے لکھنے کا تو ابتداء کے اندر اس پر مختلف موضوعات پر کتب تالیف کی گئیں۔ ان میں مسلمانوں کا ایک اہم موضوع "سیرت النبی ﷺ" رہا ہے۔ جس پر مسلمانوں کا بیش بہا ذخیرہ ملتا ہے۔ کتب احادیث میں بہت سی روایات اور خاص طور پر تاریخ کے اندر بھی نبی ﷺ کی سیرت کو محفوظ کیا گیا ہے۔ پھر جب الگ سے کتب سیرت لکھنے کا رواج چلا اور اب تک چلا آرہا ہے کہ نبی ﷺ کے شب و روز، نبی ﷺ کی حیثیتیں ، نبی ﷺ کے غزوات، نبی ﷺ کے معاملات، غرض یہ کہ دین کا ہر شعبہ جب سیرت النبی ﷺ سے جڑ جاتا ہے تو اسے سیرت النبی ﷺ کا موضوع بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

یونہی سلسلہ تصنیف و تالیف کے چلتے چلتے ایک دور ایسا آتا ہے، جس میں مقالات لکھنے کا رواج عام ہوا تھا، اور مختلف مجلات، مختلف مقامات سے شائع ہوتے۔ انہی مجلات میں ایک مجلہ خصوصی طور پر شائع کیا جاتا ہے اور اس کا ایک خاص عنوان رکھا جاتا ہے۔ جیسے قرآن نمبر، معیشت نمبر، معاشرت نمبر وغیرہ۔ اسی طرح اور بھی بہت سے خصوصی نمبر نکالے جاتے ہیں۔ ان خصوصی نمبروں کے اندر ایک خاص اور منفرد مقام حاصل ہے۔ ان نمبروں کو جو حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک کا موضوع بنا کر لکھے گئے ہیں، ان نمبروں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ چند صفحات کے اندر نبی اکرم ﷺ کی مختلف حیثیتوں کو بیان کرنے کے اہتمام سے قاری با آسانی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں سے آشنا ہو جاتا ہے اور اگر مقالہ اچھا لکھا ہو تو قاری کو اپنے ذہن میں اٹھنے والے تمام سوالات کا جوابات بھی مل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے نئے سوالات بھی قاری کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جن کے جوابات کے تجسس میں وہ مزید سیرت پاک کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

مجلات کے اندر نہ صرف نبی پاک ﷺ کی سیرت پاک کو بیان کیا جاتا ہے بلکہ ان کتابوں کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے جن میں سیرت پاک کو بیان کیا گیا ہو۔ اس سے مراد "کتب سیرۃ" ہیں۔ ان کتب سیرۃ اور ان کے موضوعات کو اپنی تحقیق کو موضوع بنا کر سیرت نمبروں میں بیان کیا جاتا ہو۔ جو کہ یقیناً علوم اسلامیہ کے طلباء و طالبات کے لیے علم میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہیں اور اس شعبے سے منسلک لوگوں کو بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ سیرت نمبروں کا خصوصی مطالعہ کریں اور سیرت پاک کے مختلف شعبوں سے واقفیت حاصل کریں۔

مجلات میں یہ خصوصی نمبر ز مختلف جامعات میں بھی شائع کیے جاتے ہیں۔ جبکہ نجی سطح پر بھی یہ شائع کیے جاتے ہیں جہاں کہیں بھی مجلات کو شائع کرنے کا اہتمام ہے۔ وہاں سیرت نمبروں کا بھی ضرور اہتمام ہے، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ادارہ تحقیقات اسلامی سے شائع ہونے والا مجلہ "فکر و نظر" کے خصوصی سیرت نمبر کا جائزہ لیا جائے تو اس میں نامور محققین کے مضامین سیرت نبوی ﷺ کے مختلف گوشوں پر ملتے ہیں ان کی فہرست یوں ہے:

☆۔ حدیث نبوی ﷺ کا بلاغی اعجاز از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

☆۔ ادعیہ ماثورہ۔ ادبی محاسن از ڈاکٹر محمد طفیل

☆۔ مکاتیب نبوی ﷺ کا ادبی پہلو از ڈاکٹر خورشید رضوی

☆۔ ذکرِ رسول ﷺ از ڈاکٹر انعام الحق کوثر

☆۔ اسلامی فلاحی ریاست (اسوہ حسنہ کی روشنی میں) از ڈاکٹر شیر محمد زمان

☆۔ شمائل نبوی ﷺ کا ایک ارتقائی جائزہ از ڈاکٹر خالق داد ملک

☆۔ تعلیمات نبوی ﷺ میں سائنسی محرکات از پروفیسر امتیاز احمد سعید

☆۔ آنحضرت ﷺ کا منہج تعلیم از غزل کاشمیری

ادارہ تحقیقات اسلامی تحقیق میں اپنا ایک خاص الگ مقام رکھتا ہے اور اس کے شائع کردہ اس خصوصی سیرت نمبر کے مضامین سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ نبی پاک ﷺ کی سیرت مبارکہ کے بہت سے پہلو جو کہیں کتب سیرہ میں نہیں ملتے یا اتنی تفصیل سے نہیں ملتے ان کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اسی طرح نقوشِ رسول ﷺ نمبر ہیں جن میں سیرت مبارکہ کے بہت سے پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے جیسے کہ

☆۔ رسول اللہ ﷺ ایک نظر میں

☆۔ سیرت نبوی ﷺ کی توقیت

☆۔ الرسالات النبویہ

☆۔ حقیقت توحید

☆۔ حقیقت وحی

☆۔ فخر موجودات ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی

☆۔ محمد رسول اللہ ﷺ

☆۔ ایک عظیم انقلاب کا بانی ورہبر

☆۔ علوم انسانی کے فروغ پر ہمارے رسول ﷺ کا اثر

☆۔ اخلاقی اصلاح

☆۔ ہمارے رسول ﷺ بحیثیت سپہ سالار

☆۔ متعلقاتِ سیرت

☆۔ عالم بشریت۔ اسلام سے پہلے

☆۔ رحمۃ للعلمین ﷺ بحیثیت انسان کامل

☆۔ اصلاحِ معاشرہ

☆۔ عظمتِ انسانی کا نقیبِ اول ہمارے رسول ﷺ

☆۔ سیاسی نظام پر اثرات

☆۔ فلاحی معاشرہ اور اقتصادی نظام

☆۔ عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو وارتقاء

☆۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت

☆۔ فوجی تنظیم عہد رسالت میں

☆۔ اسلامی ریاست کا مالی انتظام

☆۔ عہد نبوی ﷺ کا مذہبی نظام

☆۔ مکالماتِ رسول ﷺ

☆۔ کاتبانِ وحی

☆۔ سیرت الطیبات

☆۔ عہد نبوی ﷺ کے چند نامور سپہ سالار

☆۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے

☆۔رسول اکرم ﷺ کی حکمت سیاست

☆۔بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے والے وفود

☆۔اقوالِ رسول ﷺ اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، نظامات

جتنے بھی سیرت نمبر شائع ہوئے ہیں ان میں "نقوش نمبر" کو جو انفرادی مقام حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ہو سکا۔ یہ ادارہ نقوش کی بہت بڑی خدمت ہے۔ کہ انہوں نے برصغیر کی مختلف شخصیات کے سیرت نبوی ﷺ پر لکھے گئے انتہائی اہم، مدلل اور تحقیقی انداز میں لکھے گئے مضامین کو اپنے سیرت نمبروں کی زینت بنایا ہے اور واقعتاً یہ علمی حلقوں کے اندر نمایاں مقام رکھتا ہے۔

ماہنامہ سوئے حرم (جلد 1، شمارہ 1) کے سیرت نمبر میں حیات طیبہ کے درج ذیل گوشے ملتے ہیں:

☆۔نبی رحمت ﷺ اور بچے از مبصر الرحمٰن قاسمی

☆۔محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے از سید احمد محمود

☆۔شمائل رسول ﷺ از عبدالسمیع

☆۔رسول ﷺ کے نکاح از محمد رفیع مفتی

☆۔سیرت رسول ﷺ کا بنیادی ماخذ قرآن از ثاقب اکبر

ماہنامہ "الحسن" لاہور کے سیرت النبی ﷺ نمبر (ستمبر تا نومبر 1992) جو 248 صفحات پر مشتمل تھا اس میں یہ مضامین تھے:

☆۔سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیرت پر اجمالی نظر

☆۔اسلام میں نبوت کا تصور

☆۔تصنیف و تالیف کا آغاز اور اسکا مقصد

☆۔محبوبِ کبریا ﷺ کی شانِ رفعت

☆۔اسراء و معراج نقلی و عقلی بحث

☆۔رسول اللہ ﷺ بحیثیت شوہر

☆۔معلم انسانیت ﷺ کی پسندیدہ غذائیں

☆۔ سیرت محمدی ﷺ کا تاریخی پہلو

☆۔ جسم انسانی پر محسن انسانیت ﷺ کا احسان

☆۔ آثار حیات

☆۔ خاتم الانبیاء ﷺ کے امتیازی اسماء

☆۔ رسول اللہ ﷺ بحیثیت عظیم مدبر

☆۔ رسالت مآب ﷺ کی شگفتہ مزاجی

☆۔ ہمارے نبی ﷺ کی عمومی بعثت

☆۔ سیرت النبی ﷺ

☆۔ شانِ رسول ﷺ

☆۔ صنف نازک کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کا طرزِ عمل

☆۔ صاحب خلق عظیم

☆۔ اندازِ تعلیم وتربیت اور اس کے اثرات

☆۔ نبی رحمت ﷺ

☆۔ ہجرت رسول ﷺ

ان سیرت نمبروں کے علاوہ بہت سے سیرت نمبر ایسے ہیں جو آپ ﷺ کی سیرت پاک کو بیان کرنے میں کوشاں ہیں ان جریدوں کے نمبروں کا عنوان ایسے بھی ہوتا ہے:

☆۔ میلاد نمبر

☆۔ رسول ﷺ نمبر

☆۔ ہجرت نمبر

☆۔ معجزاتِ رسول ﷺ نمبر

☆۔ حیات النبی ﷺ نمبر

☆۔ معراج نمبر

☆۔ خیر البشر ﷺ نمبر

☆۔ پیغمبر ﷺ نمبر

☆۔ نبی ﷺ نمبر

☆۔ رحمۃ للعلمین ﷺ نمبر

☆۔ اخلاقِ رسول ﷺ نمبر

☆۔ رسول کریم ﷺ نمبر

☆۔ عکس سیرت نمبر

☆۔ خاتم الانبیاء ﷺ نمبر

☆۔ مدینۃ النبی ﷺ نمبر

الاضواء، القلم اور دیگر شماروں کے خصوصی نمبروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ برصغیر کے اندر سیرت پر ہونے والے کاموں کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مقالہ کے اندر سیرت نگاری کے رجحانات کیا ہیں کیا تھے؟ ابتداء میں متقدمین کی کتب سیرۃ کس کس محرکات کے تحت لکھی گئی ہیں۔ سیرت نگاری کے وہ کون سے پہلو ہیں جن پر پہلے نہیں لکھ گیا اور برصغیر میں ان کو خاص موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت سے عشق کا یہ تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو تحریر میں لایا جائے اور مقالات کی صورت میں پیش کیا جائے۔

کسی خاص ادارے کے سیرت نمبروں کو دیکھ کر پوری طرح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ سیرت نمبروں کی اہمیت کیا ہے؟ مختلف سیرت نمبروں کو دیکھا جائے تو نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کے متنوع پہلو سامنے آتے ہیں۔

سیرت نمبر کا خصوصی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سیرت نمبر کے اندر دیگر بہت سے موضوعات جو اپنی جگہ پر ضروری ہوتے ہیں لیکن جب ہم اس کو سیرت نمبر کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں تو وہ سیرت کی ایک ایسی کتاب اور ایسا مجموعہ بن جاتا ہے جس میں آپ ﷺ کی شخصیت کے بہت سے گوشے ایک جگہ پر سمٹ کر آجاتے ہیں اس طرح سیرت نمبر نبی کریم ﷺ کی سیرت کا ایک مجموعہ ہوتا ہے۔

ایک اور خاص فائدہ سیرت نمبروں کا یہ ہوتا ہے کہ یہ با آسانی دستیاب ہوتے ہیں۔ سیرت کی کتابوں کے پیش نظر یہ کم قیمت میں قاری کو بہت سے مواد فراہم کرتے ہیں اور یوں گھر گھر میں سیرت پاک کو بیان کرتے ہیں۔ اس لیے سیرت نمبر ایسا گلدستہ ہوتا ہے جس کے اندر ہر پھول اپنی خوشبو رکھتا ہے۔

ماہنامہ نعت کے اردو سیرت نمبروں کا تعارفی جائزہ

ماہنامہ نعت کے سال آغاز جنوری 1988ء سے لے کر دسمبر 2011ء تک شائع ہونے والے اردو سیرت نمبروں کی فہرست درج ذیل ہے:

1۔ جہاتِ سیرت

2۔ نزول وحی

3۔ شعب ابی طالب

4۔ تسخیر عالمین رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم

5۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بچے

6۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند پہلو

7۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات کریمہ

8۔ حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت

9۔ اعزاز یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم

10۔ اعزاز یافتہ صحابیات رضی اللہ عنہن

11۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار خواتین

12۔ ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

13۔ ہجرت حبشہ

14۔ مکی زندگی کے مسلمان

15۔ سیرت منظوم

16۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی

17۔ بیعت عقبہ

18۔ حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء

19۔ مجھے ان سے پیار ہے

20۔ ہوا یہ کہ

21۔ ہمارے حضور ﷺ کی زندگی

23۔ معراج النبی ﷺ (1)

24۔ معراج النبی ﷺ(2)

25۔ معراج النبی ﷺ(3)

26۔ میلاد النبی ﷺ(1 تا5)

27۔ سراپائے سرکار ﷺ(1،2)

1۔ **جہات سیرت ﷺ:**

جہات سیرت ماہنامہ نعت لاہور جولائی 2009ء، میں شائع ہوا۔[238]

راجا رشید محمود کے مضامین جو کہ مختلف جرائد میں شائع ہوئے ہیں ان کو جہات سیرت میں جمع کیا گیا ہے۔ ان میں دو مضامین ایسے ہیں جو راجا رشید محمود نے زمانہ طالبعلمی میں میٹرک پاس کرنے سے بھی پہلے لکھے اور 1955ء کے ایک رسالے میں شائع ہوئے ان مضامین کے نام یہ ہیں:

1۔ سرورِ کائنات ﷺ

2۔ رونق بزم کائنات[239]

جہات سیرت میں دو ایسے مضامین بھی شامل ہیں جن میں راجا رشید محمود نے اس غلط الزام کی تردید کی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اپنے مضامین میں راجا رشید محمود نے پورے اہتمام کے ساتھ غزوات اور سرایا کے ذکر پر تفصیلی گفتگو کر کے یہ بتایا کہ کتنی جنگیں مدافعانہ تھیں اور کتنی جنگوں میں قاتلوں اور ڈاکوؤں کا پیچھا کیا گیا، کہاں کہاں

---

[238] راجا رشید محمود، جہات سیرت، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج22، شمارہ 7، جولائی 2009ء، ص 1

[239] ایضاً، ص 3

مہمیں ترتیب دی گئیں جہاں کے کافر قبیلے مدینہ پر حملہ کے لیے تیاری کر رہے تھے انہیں ڈرانے کے لیے بھی مہمات ترتیب دی گئیں۔ ان مضامین کے نام (امن و سلامتی کے پیغامبر) تلوار جس کے زور سے اسلام پھیلا۔ راجا رشید محمود کی تقاریر جو کہ ریڈیو پاکستان سے نشر کی گئیں تھیں انہیں بھی اس رسالے میں شامل کیا گیا۔[240]

جن کی فہرست درج ذیل ہے:

1۔ غیر مسلموں میں مقبول رسول ﷺ

2۔ خالق و مخلوق کے درمیان رابطے کا مستحکم ذریعہ

3۔ حضور ﷺ کا طریقہ تزکیہ نفس

4۔ حضور ﷺ کا صبر واستقلال

5۔ خوشیوں کے پیغامبر

6۔ غم کے موقع پر اسوہ حضور ﷺ کی رہنمائی

7۔ حضور ﷺ کی خوش مزاجی

8۔ حضور ﷺ دنیا کے سب سے بڑے انقلابی

9۔ حضور ﷺ کی خارجہ پالیسی

10۔ حضور ﷺ کا نظام تعلیم

11۔ صبر و شکر

12۔ حضور ﷺ کی دیگر انبیاء علیھم السلام پر فضیلت

13۔ معراج النبی ﷺ

14۔ خاندان نبوت کی چند امتیازی خصوصیات

15۔ نعل پاک شریف۔۔۔ ان مضامین کے علاوہ ایک اور مضمون "محبت کے سفر نامے"۔[241]

---

[240] انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020ء

[241] راجا رشید محمود، جہات سیرت، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 22، شمارہ 7، جولائی 2009ء، ص 2

2۔ نزولِ وحی :

ماہنامہ نعت لاہور سے نزول وحی جنوری 1990ء میں شائع ہوا۔ نزول وحی راجا رشید محمود کی تحقیق ہے اس رسالے کے اختتامیہ میں محقق نے اپنی تحقیق کا ماحاصل درج کیا ہے۔ یہ ماحاصل نزول وحی کے تعارف کے لیے کافی ہے اس تحقیق میں درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔ لکھتے ہیں:

☆ حضور فخر موجودات ﷺ چالیس سال کے ہوئے تو فرشتے کی آمد شروع ہوئی، چالیس سال چھ ماہ کے ہوئے تو رمضان میں دوشنبہ کو وحی کا آغاز ہوا۔

☆ دوشنبہ کے حوالے سے رمضان کی درست تاریخ متعین کرنا بھی ممکن نہیں اور جن کتابوں میں سن ہجری سے پہلے واقعات کے ضمن میں انگریزی سال، مہینہ اور دن وغیرہ لکھا ہے وہ محض مغالطہ انگیزی ہے، درست حساب لگانا ممکن ہی نہیں۔

☆ ایسی روایتیں موجود ہیں جن میں پہلی وحی میں سورۃ علق کی آیات کے بجائے دوسری سورتوں کی آیات بتائی گئی ہیں۔ لیکن سورۃ العلق والی روایات بکثرت ہیں اور مضبوط ہیں اس لیے یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات بخاری شریف اور مسلم شریف کے مطابق ان سے حضرت عروہ بن زبیر نے سنی اور ان سے آگے روایت ہوتی گئی۔ مگر عروہ بن زبیر کی اپنی تالیف "مغازی رسول ﷺ" میں یہ روایت نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہ روایت ان سے پھر ام المؤمنین سے غلط منسوب ہے۔ اگر انہوں نے یہ روایت اپنی خالہ معظمہ سے سنی ہوتی تو انہیں اس کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو سکتا تھا اور انہوں نے کسی سے بیان کی ہوتی تو اپنی کتاب میں مختلف بات نہ لکھتے۔[242]

☆ آغازِ نزول وحی کا مہینہ رمضان المبارک ہے مگر اسے "نص قرآنی" قرار دینا درست نہیں اسی طرح 21 رمضان المبارک کا دن بھی متعین کرنا درست نہیں ہے۔[243]

☆ یہ بات کہ حضور ﷺ گناہوں سے اجتناب کرنے کے لیے غارِ حرا جاتے تھے۔ حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ سے کمتر ہے۔

---

[242] راجہ رشید محمود، نزول وحی، ماہنامہ نعت لاہور، ج11، شمارہ 1، جنوری 1988ء، ص112

[243] ایضاً

☆غارِ حرا میں کھانے پینے کا سامان حضور ﷺ اپنے گھر سے لے جاتے تھے۔

☆غارِ حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آنا اور تعارف کے بغیر گفتگو شروع کر دینا ممکن نہیں۔[244]

☆اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں سے ایک لفظ کو سیاق وسباق سے الگ کر کے جبرائیل امین علیہ السلام کا اپنی طرف سے بار بار استعمال کرنا اور اس کا جواب لینا امانت کے ادنیٰ تصور کے بھی خلاف ہے اور جبریل امین علیہ السلام پر تو تہمت ہے۔

☆بہت سے مقامات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب زیر نظر روایت میں خلا محسوس ہوتے ہیں اور انہیں پر کرنے کے لیے اہل سیر نے دوسری روایتوں کا سہارا لیا ہے یا زیر نظر روایت کی تاویلیں کی ہیں۔

☆زیر نظر روایت میں لکھی ہوئی عبارت کے موجود ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور حضور فخر موجودات ﷺ اپنا پڑھا ہوا نہ ہونے کی بات دہرائے جا رہے ہیں جو بلا جواز ہے کیونکہ عبارت کو صرف زبانی دہرانا ہو تو اس کے لیے پڑھا لکھا ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

☆"اقراء" کا وہ مفہوم زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے جو امین اصلاحی نے بیان کیا ہے۔[245]

☆شق صدر اور بار بار شقِ صدر کا اہتمام اور اس کی بیان کردہ وجوہ عظمت آقا ومولا کے منافی شان ہیں۔

☆ابوالاعلیٰ مودودی نے زیر نظر روایت کے نتیجے میں حضور ﷺ کے بارے میں "بے خبر انسان" کے الفاظ استعمال کیے ہیں جو توہین حبیب رب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔

☆حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر سرکار ﷺ کا خوف زدہ ہونا کیسے ممکن ہے کیا اس سے پہلے حضور ﷺ نے کبھی کوئی فرشتہ نہیں دیکھا تھا۔

☆حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں "جان کے خوف" قسم کا کوئی مرحلہ کبھی نہیں آیا۔ پھر حضرت جبریل کے ساتھ ڈرامائی ملاقات سے آپ ﷺ کو جان کا خوف پیدا ہونا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

☆ایسی تمام حدیثیں جن میں حضور ﷺ کی عظمت وشان ظاہر ہو یا جن میں معجزات بیان ہوئے ہیں ان کے بارے میں نام نہاد "محققین" کا یہ کہنا کہ یہ جھوٹی ہیں اور زیر نظر روایت کو سچ مان کر چلانا حضور ﷺ کی شان کو کم کرنے کی

---

[244] راجا رشید محمود، نزول وحی، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 11، شمارہ 1، جنوری 1998ء، ص 113

[245] ایضاً

کوششوں کا ایک رخ ہے۔[246]

3۔ **حضور ﷺ اور بچے :**

یہ شمارہ اپریل 1993ء میں شائع ہوا۔[247]

راجا رشید محمود کی یہ تصنیف بارہ صفحات کے مقدمہ پر مشتمل ہے اور حضور ﷺ کی بچوں سے والہانہ محبت و شفقت پر بہت اچھی تصنیف ہے۔ اس سے پہلے کبھی اس طرز کا کام نہیں ہوا اس تصنیف میں ایسے بچوں کا ذکر ہے۔

1۔ جنہیں حضور ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے کا شرف ملا۔

2۔ جو پیدا ہوتے ہی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں لائے گئے۔

3۔ جو بچپن میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں لائے گئے۔

4۔ جنھوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی۔

5۔ جن کی ولادت کی خبر دینے والے کو حضور ﷺ نے انعام عطا فرمایا۔[248]

6۔ حضور ﷺ نے جن کا نام رکھا

7۔ جن کا حضور ﷺ نے نام تبدیل فرما دیا

8۔ آقا ﷺ نے جن کے نام کی توثیق فرمائی

9۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جن کا نام اللہ کے کہنے پر رکھا

10۔ حضور ﷺ نے جن کا نام اپنے نام پر رکھا

11۔ حضور ﷺ نے جن کی کنیت رکھی

12۔ حضور ﷺ نے جن کی کنیت تبدیل فرمائی

13۔ جن بچوں کو آقا ﷺ نے گھٹی دی

14۔ جن کے کان میں سرکار ابد قرار ﷺ نے اذان دی

---

[246] راجا رشید محمود، نزول وحی، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج11، شمارہ 1، جنوری 1998ء، ص114

[247] ایضاً، حضور ﷺ اور بچے، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 4، اپریل 1993ء، ص2

[248] ایضاً، ص4

15۔ جن کے منہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا

16۔ جنہیں حضور ﷺ نے گود میں اٹھایا

17۔ جو سجدے میں حضور ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے

18۔ جو حضور ﷺ کے کندھوں پر سوار ہوئے

19۔ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے چوما[249]

20۔ حضور ﷺ نے جن کی پیشانی چومی

21۔ حضور ﷺ نے جن کے پیٹ کو بوسہ دیا

22۔ حضور ﷺ جن کے منہ میں اپنی زبان ڈالتے تھے

23۔ جن پر حضور ﷺ پانی چھڑکتے تھے۔

24۔ جنہیں حضور ﷺ نے پانی پلایا

25۔ جن کے منہ پر حضور ﷺ نے کلی فرمائی

26۔ جن کے منہ میں حضور ﷺ نے انگلی ڈالی

27۔ جو حضور ﷺ سے والہانہ عشق رکھتے تھے

28۔ جنہوں نے حضور ﷺ کے وضو کا پانی پیا

29۔ جنہیں سرکار ﷺ کا جوٹھا پینے کی سعادت ملی

30۔ سرکار ﷺ نے جن کے سر، منہ اور سینے پر ہاتھ پھیرا

31۔ سرکار ﷺ نے جن کے بالوں پر ہاتھ پھیرا

32۔ جن سے حضور ﷺ نے پیار کا اظہار فرمایا

33۔ جن بیماروں کو حضور ﷺ نے شفاء عطا فرمائی

34۔ جو گونگے تھے حضور ﷺ نے ان کو زبان بخشی

35۔ جن کے آسیب کو حضور ﷺ نے دور کیا

---

[249] راجا رشید محمود، حضور ﷺ اور بچے، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 4، اپریل 1993، ص 4

36۔ حضور ﷺ نے جن کے درد سر کا علاج فرمایا

37۔ جنہیں حضور ﷺ نے دعا دی

38۔ جنھیں حضور ﷺ نے دعائے برکت دی

39۔ جنھوں نے حضور ﷺ سے دعا سیکھی

40۔ جنہیں حضور ﷺ نے درازی عمر کی دعا دی

41۔ جنہیں کاروبار میں برکت کی دعا دی

42۔ جنھیں سرکار ﷺ نے انعام عطا فرمایا

43۔ جنھیں سرکار ﷺ نے تلوار عطا فرمائی

44۔ جنھیں حضور ﷺ نے بکریاں عطا فرمائیں[250]

45۔ حضور ﷺ جن کی قبر میں اترے

46۔ جو حج میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے

47۔ آپ ﷺ نے جن سے بیعت لی

48۔ آپ ﷺ نے جن سے بیعت نہ لی

49۔ جنھوں نے آپ ﷺ کی پنڈلی پکڑ لی

50۔ جو حضور ﷺ سے چھپ گئے

51۔ جن سے حضور ﷺ نے مزاح فرمایا

52۔ جن کی پرورش حضور ﷺ نے فرمائی

53۔ جنھوں نے حضور ﷺ کی مہر نبوت دیکھی

54۔ جو کفیل کائنات ﷺ کی کفالت میں تھے

55۔ حضور ﷺ نے جن سے سورہ سماعت فرمائی

56۔ جو میرے آقا ﷺ کے گواہ بنے

---

[250] راجا رشید محمود، حضور ﷺ اور بچے، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ4، اپریل 1993ء، ص6

57۔ جنھوں نے آپ ﷺ کی خدمت کی

58۔ جنھیں سرکار ﷺ نے امامت کے لیے منتخب فرمایا

59۔ جنھیں دیکھ کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا

60۔ جن کے لیے حضور ﷺ نے استغفار کی

61۔ جنھیں روتا دیکھ کر حضور ﷺ رو پڑے

62۔ جنھیں حضور ﷺ نے اپنے بدن کا حصہ فرمایا

63۔ حضور ﷺ نے اپنے آپ کو جن کا باپ فرمایا

64۔ جن کی قمیص کو حضور ﷺ نے خوبصورت فرمایا

65۔ جن کے لیے اجازت طلب کرنا غیر ضروری فرمادیا گیا

66۔ جنھیں حضور ﷺ کے کاتب ہونے کا شرف ملا

67۔ جنھوں نے حضور ﷺ کے خیر مقدمی ترانے گائے

68۔ جو سرکار ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو چومتے تھے

69۔ جنھوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور خطبہ سنا

70۔ جن کی ماں سے جدائی کو حضور ﷺ نے محسوس کیا

71۔ جو بچپن میں دولت ایمان سے مشرف ہوئے

72۔ جن کا نکاح حضور ﷺ نے فسخ فرمایا

73۔ جن کو حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی

74۔ حضور ﷺ نے جن کی عیادت فرمائی

75۔ جن کی شفاعت کا ذمہ حضور ﷺ نے لے لیا

76۔ جن کے اونٹ حضور ﷺ نے اکٹھے کروائے

77۔ جو تعمیل ارشاد میں باپ کے قتل پر تیار تھے

78۔ سرکار ﷺ نے جنھیں مدینہ واپس کر دیا[251]

4۔ شعب ابی طالب:

ماہنامہ نعت لاہور کا یہ شمارہ مئی 2000ء میں شائع ہوا۔[252]

اس میں راجا رشید محمود نے سیرت طیبہ کے فراموش کردہ تین سال کا پہلا تحقیقی تجزیہ کیا ہے۔ اس کتاب کی فہرست سے اس میں موجود مواد کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ شعب ابی طالب کا عہد نامہ کیا تھا اور کب لکھا گیا۔ یہ معاہدہ کن کے خلاف تھا یہ مقاطعہ بنو ہاشم کا ہی کیوں تھا؟ اس فیصلے میں کون کون شامل تھے اور اس عہد نامے کی کتابت کس نے کی؟[253]

شعب ابی طالب کی گھاٹیوں سے متعلق ملتا ہے کہ کوہ ابو قبیس کی گھاٹیاں کیا تھیں؟ ان میں کون کون تھے؟ اس گھاٹی کے اندر خیمے تھے یا مکان؟ شعب ابی طالب میں قید، محصوری تھی یا بائیکاٹ؟ اور اس وقت تک کتنے آدمی مسلمان ہو چکے تھے؟ شعب ابی طالب میں موجود مسلمانوں کی بھوک کی تصویر کشی کی گئی ہے، اذیت پسند کافروں کے ظلم و ستم کے واقعات بیان کیے گیے ہیں۔ حضرت ابو طالب، حمزہ، علی، خدیجہ، ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا کیسا کردار رہا۔؟

اس دوران نازل ہونے والی سورتیں اور آیتیں کون کون سی ہیں، اور مقاطعے کے دوران تبلیغ اسلام کہاں تک جاری رہی۔؟ ایام حج میں اشیاء ضرورت کی خریداری اور مقاطعے کے دوران معاشی صورت حال کیسی تھی؟ حضور ﷺ کی تحویل میں کفار کی امانتیں اور معجزہ شق القمر بھی ملتا ہے۔ مخالفین حضور اکرم ﷺ کا انجام اور بائیکاٹ کی مخالفت، مقاطعے کا خاتمہ، مقاطعے کا عرصہ ان سب کا ذکر ملتا ہے۔[254]

اس کتاب کے محقق راجا رشید محمود اس تصنیف کا سبب تالیف بیان کرتے لکھتے ہیں: "حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر دنیا میں سب سے زیادہ لکھا گیا۔ بعض پہلوؤں سے حیات پاک کے ایک ایک لمحے کی روداد منضبط ہو گئی۔ لیکن مکی زندگی میں دعوت اسلام کے تیرہ برسوں میں پورے تین سال نجانے کیوں فراموش کیے جاتے رہے؟ کفار قریش کی

---

[251] راجا رشید محمود، حضور ﷺ اور بچے، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 4، اپریل 1993ء، ص 8

[252] راجا رشید محمود، شعب ابی طالب، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج13، شمارہ 5، مئی 2000ء، ص 1

[253] ایضاً

[254] راجا رشید محمود، شعب ابی طالب، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج13، شمارہ 5، مئی 2000ء، ص 12

جانب سے مقاطعے کے اس طویل دورانیے کو "شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کی محصوری" کہہ کر سیرت نگاروں نے ایک آدھ پیرے یا ایک آدھ صفحات میں معاملہ سمیٹ دینا مناسب سمجھا۔[255]

"کہا گیا کہ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ساتھ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اہل خاندان کو شہر سے باہر ایک گھاٹی میں تین سال تک محصور رکھا گیا۔ کھانے پینے کی اشیاء ان تک پہنچنے نہیں دی جاتی تھیں۔ مکہ مکرمہ میں انہیں آنے نہیں دیا جاتا تھا، بچوں کی آہ و بکا کی آوازیں سن کر کفار قریش خوش ہوتے تھے۔ محصورین کا درختوں کے پتوں، جڑی بوٹیوں اور گھاس پھوس پر گزارا تھا۔ سعد بن ابی وقاص کے حوالے سے بات کو بڑھا چڑھا کر یوں بیان کیا جاتا رہا کہ محصورین چمڑا بھون بھون کر کھاتے رہے وغیرہ وغیرہ۔"[256]

"ہشام بن عمرو اور حکیم بن حزام کی طرف سے صلہ رحمی کی بناپر غلہ وغیرہ سے لدا ہوا ایک آدھ اونٹ ان تینوں برسوں میں شعب ابی طالب میں پہنچتا نظر آیا۔ صرف حج کے دنوں میں یا حرمت کے چار مہینوں میں گھاٹی سے باہر قدم نکالنا حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے لیے ممکن نظر آیا، اس دوران میں بھی کفار قریش ان کے پیچھے ہوتے تھے۔"،[257]

"آخر کار چند انصاف پسند کافروں نے اس ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھائی۔ ادھر حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ بنو ہاشم کے خلاف متفقہ بائیکاٹ کا جو کاغذ کعبۃ اللہ میں لٹکایا گیا تھا اسے دیمک نے کھالیا ہے اس طرح یہ معاہدہ ختم ہوا اور مقاطعہ انجام کو پہنچا۔"[258]

"اہل سیر نے ان تین برسوں کے احوال یوں لکھے کہ پڑھنے والا چند سیکنڈوں سے زیادہ اس طرف توجہ نہ دے سکے اور شعب ابی طالب کے حوالے سے جو کیا جاتا ہے اس پر اٹھنے والے سوالات تشنہ جواب ہی رہیں۔

ڈاکٹر نثار احمد سے پہلے کسی خانہ بدست نے ان واقعات و حالات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ محض چند الفاظ بڑھا دیے گئے یا ظلم کے تاثر کو اور گہرا کرنے کے لیے ایسے فقروں کے اضافے پر انحصار کیا گیا جنکی ساخت میں مبالغے کا خام مواد استعمال کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نثار احمد نے چند صفحات میں شعب ابی طالب کو شہر سے دور کوئی گھاٹی قرار دیے جانے کے اجتماعی رویے کو غلط قرار دیا۔ یا پھر محمد سعید شبلی نے 40 صفحات کا ایک رسالہ لکھا جس میں غیر متعلق مواد کی

---

[255] مصدر سابق، ص 13

[256] ایضاً، ص 14

[257] راجا رشید محمود، شعب ابی طالب، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 13، شمارہ 5، مئی 2000ء، س 14

[258] ایضاً، ص 12

بھرمار ہے صرف گنتی کے چار پانچ صفحات میں شعب ابی طالب کا ذکر ہے اور اس میں بھی ایک کتابچے کی ایک آدھ بات کی خطیبانہ انداز میں تردید کی گئی ہے۔[259]

اس موضوع پر چند صفحات ملتے ہیں تو ان میں روایات کا اجتماع تو ملتا ہے تحقیقی اور تجزیاتی پہلو کی طرف سے پوری طرح آنکھ بند رکھی گئی ہے۔

" قارئین محترم کو پہلی مرتبہ یہ معلوم ہو گا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بیان کردہ ایک واقعہ کو ایک عرب سیرت نگار نے "شعب ابی طالب" کے عنوان تلے بیان کر کے کس طرح نقل در نقل کا غرضہ کھولا اور یاروں نے اس کو کس کس انداز میں مبالغے کے شہپر لگا کر تصنیف و تالیف کی پہنائیوں میں پتنگوں کی طرح اڑایا۔

اس کتاب میں مختلف ابواب میں واقعات کے تجزیاتی مطالعے کے ذریعے بار بار یہ ثابت کیا ہے کہ شعب ابی طالب نہ شہر سے دور کوئی جگہ تھی نہ وہاں بنو ہاشم قید یا محصور تھے نہ ان کے بھوکوں مرنے کی باتیں حالات کے ترازو پر پورا اترتی ہیں نہ اس دوران میں تبلیغ دین کی ذمہ داری موقوف رہی۔"[260]

5۔ تسخیر عالمین اور رحمۃ للعلمین ﷺ:

ماہنامہ نعت لاہور کا یہ شمارہ اگست 1993ء میں شائع ہوا۔[261]

راجا رشید محمود نے اس کتاب میں عالمین کا معنی و مفہوم اور تسخیر عوالم کس کے لیے ہے کے علاوہ عناصر کی تعداد اور مختلف عوالم کو بیان کیا ہے جن میں عالم اجرام فلکی، عالم سماوات، عالمِ شمس، عالمِ قمر، عالمِ نجوم و کواکب، عالم جنات، عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم ارض شامل ہیں۔ ارض عوالم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" دریا کو کوزے میں بند کرنا محاورہ ہے۔ محض محاورہ ورنہ دریا بھی کوزے میں بند ہوئے ہیں۔ وسعتیں یوں مقید ہونے لگیں تو بات کیسے بنے، پھر وسعت بھی اگر لامتناہی ہو، ذہن واحساس کی پنہائیوں سے دور تخیل و تفکر سے بھی ماورا۔۔۔!

انسان کا علم محدود ہے وہ تو اپنے اندر پوری طرح جھانک نہیں سکتا وہاں بھی لاکھوں دنیائیں آباد ہیں پھر باہر کی دنیاؤں کا حال کون جان سکتا ہے۔ کچھ عوالم ہماری آنکھوں نے کچھ ہمارے آلات نے، کچھ ہمارے علم نے دریافت کیے

---

[259] ایضاً

[260] راجا رشید محمود، شعب ابی طالب، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج13، شمارہ5، مئی 2002ء، ص3

[261] راجا رشید محمود، تسخیر عالمین اور رحمۃ للعلمین، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ8، اگست 1993ء، ص1

ہیں۔ لیکن بہت سی دنیاؤں تک ابھی انسان کا علم رسا نہیں ہو سکا، دنیائیں معلوم ہوں یا نامعلوم ایک بات معلوم ہے کہ ان سب کے لیے ایک نظام رحمت مرتب ہوا تو یہ تخلیق ہوئیں، کوئی چیز، کوئی دنیا پیدا نہ ہوتی اگر ایک ہستی کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا۔

ایک محبوب ہستی کے لیے سب کچھ بنایا گیا

اس ہستی کو سب کچھ کے لیے رحمت بنایا گیا

دنیائیں اس ہستی کے دم قدم سے دنیاؤں میں ایک نظم و ترتیب ہے تو اس ہستی کے باعث، رحمت اس ہستی کی صفت نہیں، رحمت وہ ہستی خود ہے۔

ہر عالم کے لیے رحمت، سراپا رحمت

رحمۃ للعلمین ﷺ کو سلام۔۔۔![262]

راجا رشید محمود نے پچھلے صفحے پر بیان کردہ عوالم کے علاوہ دیگر عوالم کا بھی ذکر کیا ہے جو کہ کتاب میں اس طرح مذکور ہے: "اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کے لیے عالمین کو تخلیق کیا، حضور ﷺ کا ذکر اس نے الٰہی کی خاطر بلند کیا جہاں ربوبیت قائم کی وہاں وہاں اپنے محبوب ﷺ کی رحمت کا علم لہرا دیا۔ اس نے ہر عالم اپنے نظام رحمت کی بنیاد پر تخلیق کیا، وہ عوالم جو دنیائے انسانیت کے علم میں آگئے ہیں اور وہ دنیائیں، انسانیت ابھی تک جن کے وجود سے ناآشنا ہے ان سب میں کارفرما نظام رحمت کا قرآنی نام رحمۃ للعلمین ﷺ ہے۔

عالم اجرام فلکی میں کوئی سیارہ کسی دوسرے سیارہ سے نہیں ٹکراتا، سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ گردشوں میں مصروف ہیں۔ لیکن اس ساری تنظیم و ترتیب کا ذمہ دار نظام اگر چاہے تو ڈوبے ہوئے سورج کو واپس بلا سکتا ہے مناسب سمجھے تو چاند کو کھلونے کی طرح استعمال کرے چاہے تو اس کے دو ٹکڑے کر دے پھر جوڑ دے۔"[263]

---

[262] ایضاً، ص2

[263] راجا رشید محمود، تسخیر عالمین اور رحمۃ للعلمین، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 8، اگست 1993ء، ص209

گزشتہ صفحات میں ذکر کیے جانے والے عوالم کے علاوہ عالم جمادات ہے تو وہ اپنے خلقت کے باعث حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ پہاڑ ہوں تو اس کا زلزلہ تھم جاتا ہے، پتھر ہوں تو پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے ہیں، کنکر ہوں تو مٹھی میں بول پڑتے ہیں۔

عالم ظہور کی باسی چڑیا حضور ﷺ کے حضور فریاد کرتی ہے، کبوتر غارِ ثور میں انڈے دے دیتے ہیں کہ کفار کا راستہ بند ہو جائے، شہد کی مکھی گزارش کرتی ہے کہ شہد لے لیں۔ حضور رحمت ہر عالم ﷺ کی دعا کے نتیجے میں عالم بادیوں اپنا آپ دکھاتا ہے کہ جنگ خندق میں کفار کے خیمے اکھڑ جائیں اور وہ بھاگ جانے پر مجبور ہو جائیں۔[264]

وہ رومال جو آقا کا استعمال شدہ تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تنور میں ڈال کر دھو لیا کرتے تھے۔ اور عالم آتش بھی حضور ﷺ کی نسبت کا احترام کرتا تھا، عالمِ آب کی سوچیں تو وہ حضور ﷺ کی عظمت کو یوں سلام کرتا دکھائی دیتا ہے، اور یوں ان کا حکم مانتا ہے کہ مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں، کھاری اور کڑوا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ ٹھوکر سے پانی پھوٹ بہتا ہے۔ دنیائے انسانیت میں رحمۃ للعٰلمین ﷺ کا اثر زیادہ نمایاں دکھائی دیتا ہے کیونکہ یہ وہ عالم ہے جس میں ہم بستے ہیں یہاں کے احوال سے ہم زیادہ آگاہ ہیں۔[265]

6۔ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے چند پہلو:

ماہنامہ نعت لاہور سے یہ شمارہ اگست 2009ء میں شائع ہوا۔[266]

یہ راجا رشید محمود کے مختلف مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے جو مختلف جرائد میں چھپتے رہے ہیں۔

راجا رشید محمود نے اس کا انتساب یوں لکھا ہے کہ:

"پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی لبِ مرگ خواہشوں کے نام"[267]

ان مضامین کی فہرست درج ذیل ہے:

☆ قرآن میں تحقیق و تجسس کی تحریک

☆ نظام مصطفیٰ ﷺ کا تخصص، حسن معاشرت

---

[264] ایضاً، ص210

[265] ایضاً

[266] راجا رشید محمود، نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے چند پہلو، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج22، شمارہ8، اگست 2009ء، ص1

[267] ایضاً، ص2

☆اسلام اور اصلاح معاشرہ

☆نظام مصطفیٰ ﷺ میں علم و تعلیم کی حیثیت

☆نظام مصطفیٰ ﷺ میں کتاب و نصاب کی اہمیت

☆مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں

☆شریعت محمدی ﷺ کا تیسرا ماخذ: اجتہاد

☆احتساب، احادیث کی روشنی میں

☆نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ: خواب یا حقیقت

☆نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ: کیوں اور کیسے

☆نظام مصطفیٰ ﷺ کے عسکری پہلو کا نمونہ

☆انسانی سیرت و کردار کی تعمیر و تہذیب

☆خوشحال معاشرے کی بنیاد

☆ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کرنے والوں کا انجام

☆نمود و نمائش سے گریز

☆مسجد کی تعمیر

☆احتساب نفس کی ضرورت

☆تعلیمات نبوی ﷺ کی عالمگیریت [268]

سالانہ صوبائی سیرت کانفرنس 2009ء میں "تعلیمات نبوی ﷺ کی عالمگیریت" شامل کیا گیا۔ ہر مضمون کا حوالہ اس کے آخر میں موجود ہیں۔

[268] راجا رشید محمود، نظام مصطفیٰ ﷺ کے چند پہلو، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج22، شمارہ 8، اگست 2009ء، ص4

7۔ **حضور ﷺ کی عادات کریمہ:**

آپ ﷺ کی عادات کریمہ سے متعلق یہ شمارہ ماہنامہ نعت لاہور سے جنوری 1995ء میں شائع ہوا۔[269]

اس میں راجا رشید محمود نے حضور ﷺ کی چند عادات کریمہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور وہ یہ ہیں:

☆انسان دوستی

☆ہمسائیوں سے سلوک

☆ایفائے عہد

☆مہمان نوازی

☆عیادت

☆مساوات

☆تواضع وانکساری

☆نرم مزاجی

☆صداقت

☆امانت

☆سخاوت

☆حسن گفتار

☆لوگوں کی مدد کرنا

☆بچوں پر شفقت

☆غلاموں پر شفقت

☆یتیموں پر شفقت

☆عورتوں کے احسانات

☆عیب پوشی

[269] راجا رشید محمود، حضور اکرم ﷺ کی عادات کریمہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج8، شمارہ 10، جنوری 1995ء، ص 1

☆گوشہ معراج[270]

8۔حیات طیبہ ﷺ میں پیر کے دن کی اہمیت:

حضور ﷺ کی مبارک زندگی میں پیر کا دن کتنا مبارک رہا اس کے متعلق یہ شمارہ ماہنامہ نعت لاہور سے مسلسل تین ماہ تین حصوں میں شائع ہوتا رہا۔ اپریل 1992ء سے جون 1992ء تک اشاعت کے بعد یہ شمارہ حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت واضح کرنے میں کامیاب رہا۔[271]

ماہنامہ نعت لاہور کی ڈپٹی ایڈیٹر محترمہ شہناز کوثر نے اس تحقیق میں پیر کے دن کو حضور ﷺ کی زندگی میں رونما ہونے والے مختلف واقعات کی روشنی میں دیکھا ہے۔

دن ایک سے خدا نے بنائے مگر

ایک روز محترم نہ کیوں سارے دنوں سے ہو

یہ دن خدا کا ہم پہ ہے احسان بہت بڑا

تشریف لائے دنیا میں سرکار ﷺ پیر کو

حضور فخر موجودات ﷺ پیر کے دن اس دنیا میں تشریف لائے، پیر ہی کے دن اعلان نبوت فرمایا، پیر ہی کو قبلہ تبدیل فرمایا، پیر ہی کو کئی غزووں میں شرکت فرمائی، پیر ہی کو صلح حدیبیہ فرمائی، پیر ہی کو مکہ فتح کیا، پیر ہی کو حجۃ الوداع فرمایا، پیر ہی کو اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے 35 ایسے واقعات کے بارے میں تحقیق و تجسس کا شہکار تصنیف ہے۔ محبت حضور ﷺ کی زبان میں لکھی گئی ہے۔ جس سے پیر کے دن کی اہمیت اربابِ عقیدت پر آشکار ہوتی ہے۔ تین حصوں پر مشتمل اس تصنیف میں حیات پاک ﷺ کے درج ذیل واقعات کا ذکر ہے:

☆ولادت پاک

☆پہلے دوشنبہ (پیر کے دن) کے معجزات

☆عورتوں کی آزادی کا آغاز

---

[270] راجا رشید محمود، حضور اکرم ﷺ کی عادات کریمہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج8، شمارہ 10، جنوری 1995ء، ص 7

[271] شہناز کوثر، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج5، شمارہ 6،5،4، اپریل، مئی، جون 1992ء، ص 1

☆ابولہب کے عذاب میں تخفیف

☆حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

☆حجر اسود کی تنصیب

☆نزول وحی

☆اعلان نبوت

☆حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی دعا

☆معراج النبی ﷺ

☆حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے صدیق کا لقب

☆ہجرت مدینہ

☆غزوہ ابواء

☆غزوہ بواط

☆غزوہ صفوان

☆غزوہ ذی عشیرہ

☆تحویل قبلہ[272]

☆غزوہ بدر

☆سریہ زید بن حارثہ

☆حضرت ام کلثوم کا نکاح

☆سریہ عبد اللہ بن انیس

☆غزوہ ذات الرقاع

☆غزوہ بنو مصطلق

☆غزوہ خندق

---

[272] شہناز کوثر، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج5، شمارہ4، اپریل1992ء، ص4

☆غزوہ بنو قریظہ

☆ صلح حدیبیہ

☆عمرۃ القضاء

☆فتح مکہ

☆غزوہ تبوک

☆حجۃ الوداع

☆مہم اسامہ

☆حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مستقل قیام

☆سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باتیں

☆وصال النبی ﷺ[273]

9۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین:

دسمبر 1993ء میں یہ شمارہ ماہنامہ نعت لاہور سے شائع ہوا۔[274]

محترمہ شہناز کوثر نے اس سیرت نمبر میں حضور ﷺ کی تمام رشتہ دار خواتین کا تذکرہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

ہر مخلوق حضور محسن اعظم ﷺ کے احسانِ رحمت سے مستفید ہوئی۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ دوسری دنیاؤں کی طرح دنیائے انسانیت کے بھی محسن ہیں۔ بنی نوع انسان میں بچوں، جوانوں، بوڑھوں کی طرح میرے آقا عورتوں کے بھی محسن و مربی ہیں۔ خواتین کو معاشرے میں ایک کمتر مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ انہیں اپنے لیے باعثِ ذلت و ندمت گردانا جاتا تھا۔ ان کی عزت واحترام کا کیا سوال ان کی زندگیوں تک سے کھیلنا اپنی عزت و افتخار کو بچانے کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے سرکار ﷺ نے عورتوں کو معاشرے میں باوقار مقام عطا کیا۔ لوگوں کو سمجھایا کہ عورت صرف ایسی بیوی ہی نہیں جو مرد کے رحم و کرم پر ہو۔ وہ محض ایسی بیٹی بھی نہیں جسے پیدا ہوتے ہی قتل کرنا ضروری سمجھا جائے۔ وہ ایسی بہن بھی نہیں جو بھائیوں کو ناحق لڑائیوں میں مشغول دیکھے اور بے جواز قتل کرتے یا قتل ہوتے دیکھے۔ اسے تو بالآخر ماں بننا

---

[273] شہناز کوثر، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج5، شمارہ 4، اپریل 1992ء، ص5

[274] شہناز کوثر، حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 12، اپریل 1993ء، ص1

ہوتا ہے اور بیوی، بہن، بیٹی کے رشتے اس راستے کے رشتے ہیں۔ اور جس ہستی کی تخلیق کا بنیادی مقصد ماں بننا ہو وہ اپنے راستے کے ہر رستے میں قابل شفقت یا لائق احترام ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے مسلمان خواتین کے حوالے سے اپنے سارے رشتوں کے لیے شفیق ورحیم باموُدب رہنے کے آداب بتائے، خونی رشتوں کا اکرام سکھایا، رضاعی رشتوں کی تکریم کا سبق دیا۔ اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے جو حکم دیا پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ سرکار ﷺ کا اسوہ حسنہ ہی دنیائے اسلام کے تمام افراد کے لیے رہنما ہے۔

آقائے کائنات ﷺ سے تعلق مومنوں کے لیے دوسرے ہر تعلق سے زیادہ گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔ سرکار ﷺ کی محبت جب تک دوسرے ہر رشتے سے زیادہ نہ ہو حضور ﷺ جس شخص کو اپنی جان، اولاد، ماں باپ سے پیارے نہ ہوں اس کا ایمان کا دعویٰ بے اصل ہے۔ ایسے میں حضور اکرم ﷺ کا ہر تعلق آپ ﷺ کا ہر رشتہ اور ہر نسبت ہمارے احترام و تکریم کا ہدف کیوں نہ ہو۔ اسی لیے محترمہ شہناز کوثر نے خواتین کے حوالے سے کام کرنا چاہا تو ابتدا ان پاک ہستیوں سے کی ہے۔ جو ہمارے خالق کے محبوب ﷺ کی رشتہ دار ہیں۔

اس تلاش کے سلسلے میں مصنفہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ رشتہ دار خواتین کا ذکر حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ذکر میں نہیں ملتا یا نہ ہونے کے برابر ملتا ہے۔ کتب سیر میں تو بہت اہم خواتین کا ذکر بھی زیادہ نہیں ملتا ہے۔ تو یوں بکھرا کہ اسے تلاش کرنا مرتب کرنا اور جمع کرنا واقعی مشکل کام ہے۔

ان خواتین میں حضور ﷺ کی کچھ ایسی رشتہ دار بھی ہیں جو مسلمان نہ ہوئیں یا ان تک اسلام کی روشنی نہ پہنچی۔ مثلاً چند چچیاں اور خوشدامنیں وغیرہ۔ کچھ رشتہ دار خواتین تابعات ہیں خصوصاً بھتیجیاں وغیرہ۔ تابعات کے تذکروں میں بھی گنتی کی خواتین کا مختصر اًذکر ملتا ہے۔ مصنفہ نے اس سلسلے میں تابعین کے حالات دیکھے اور ان میں بیویوں اور بیٹیوں یا دیگر کئی رشتوں کے حوالے سے ضروری معلومات ریزہ ریزہ جمع کی ہیں۔ ایک خاتون کا ذکر مختلف صحابہ کے ذکر سے اکٹھا کرنا پڑا کیونکہ انہوں نے یکے بعد دیگرے مختلف افراد سے نکاح کیا۔

اس کتاب میں رضاعی رشتے کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ کہ یہ خون کے رشتے کی طرح ہوتا ہے۔ اور کچھ ایسی خواتین بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ جن سے حضور ﷺ کا کوئی خونی یا رضاعی رشتہ نہیں ہے مگر ان میں سے کسی کو حضور ﷺ نے ماں فرمایا تو کسی کو بھتیجی۔

یہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہی ہے کہ ہم نے ان دیکھے خدا کو مان لیا۔ آقا ﷺ ہی کے کہنے پر ہمارا جنت اور دوزخ پر ایمان ہے۔ ماں، بیٹی، بہن، بیوی کے رشتے بھی تو سرکار ﷺ کے بتائے ہوئے ہیں۔ اس لیے جب آپ ﷺ کی زبان مبارک نے کسی خاتون کے لیے اپنے کسی رشتہ کا اعلان فرما دیا تو ہمارے لیے وہ نسبت بھی اسی طرح محترم ہو گئی جیسی خون یا رضاعت کے حوالے سے ہے۔[275]

دراصل مومن کے لیے حضور ﷺ کی ہر نسبت محترم ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ مومنوں کو ان نسبتوں کا علم تو ہو۔

"حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین" میں محترمہ شہناز کوثر نے یہی کوشش کی ہے کہ قارئین کو ان نسبتوں کا کچھ تو علم ہو جائے اور بلاشبہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہی ہیں۔"[276]

10۔ ہجرت مصطفیٰ ﷺ :

مئی 1992ء میں یہ شمارہ ماہنامہ نعت لاہور سے شائع ہوا۔[277]

یہ بھی محترمہ شہناز کوثر کی تصنیف ہے۔ اس میں محترمہ نے ہجرت کے معنی و مفہوم کو واضح کیا ہے اور ہجرت مصطفیٰ ﷺ کے متعلق احکامات اور وجوہات، ہجرت کے دوران برداشت کیے جانے والے مظالم اور ہجرت کے اثرات و نتائج کا بغور جائزہ پیش کیا ہے۔

اگر ایمان کو بااجمال بیان کرنا چاہیں تو یہ تین باتوں سے عبارت ہے۔ محبت، ہجرت اور نصرت۔ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دعوے دار کو اللہ تعالیٰ سے، اس کی خالقیت رازقیت، ربوبیت اور اس کی وحدانیت سے محبت ہو۔ جہاں اس محبت کے خلاف کام ہو رہا ہو وہ مومن کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ جہاں اس محبت کے خلاف آواز اٹھائی جا رہی ہو وہاں وہ نبرد آزما ہو جائے۔[278]

ایمان کے لیے ضروری یہ بھی ہے کہ مومن کو حضور اکرم ﷺ سے محبت ہو اور یہ محبت دیگر تمام محبتوں پر فائق ہو۔

---

[275] شہناز کوثر، حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 12، مئی 1993ء، ص3

[276] ایضاً

[277] شہناز کوثر، ہجرت مصطفیٰ ﷺ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج9، شمارہ 5، مئی 1996ء، 1

[278] ایضاً، ص9

ہجرت کا معنی فرقت ہے کسی شے کو چھوڑ دینا کسی کام کو ترک کرنا ارکسی معاملے سے بے تعلق ہونا ہجرت ہے۔
اصطلاحی معنی میں ہجرت یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین نافذ نہ ہوں، جہاں کا آئین قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو، اور وہاں رہتے ہوئے جہاد کے ذریعے اس نظام کو بدلنا فی الوقت ممکن نہ ہو، جہاد ہی کی کیفیت میں اپنے آپ کو زیادہ مضبوط کرنے اور دوبارہ اسی جگہ پر آکر حاکمیت الٰہیہ جاری کرنے کی خواہش میں ملک کو چھوڑ دینا ہجرت ہے۔[279]

مطلب یہ کہ اس سرزمین سے فراق جس سے شاید پیدائشی تعلق ہو، اس ماحول اور معاشرے سے دوری جس میں زندگی بسر ہوئی ہے۔ ان عزیزوں اور رشتہ داروں سے قطع تعلق جن سے زندگی کے سب لمحات متعلق رہے ہیں۔ ان دوستیوں اور تعلقات سے بے تعلقی اور بعد جو زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، اپنا گھر بار چھوڑ دینا۔ اپنے جزبات کا خون کرنا، اپنی مٹی سے منہ موڑ لینا، صرف اس لیے کہ اللہ جل شانہ اور اسکے محبوب پاک ﷺ خوش ہو جائیں ان کے بھیجے ہوئے آئین و قانون کی عملداری کے لیے بے گھر ہو جانا مہاجرت ہے۔ لفظ "ہجرت" کا مادہ "ہ۔ج۔ر" ہے جس کا معنی قطع تعلق کرنا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ چار معنوں میں استعمال ہوا ہے:

1۔ سورۃ مزمل میں لاتعلقی اور علیحدگی کے معنوں میں آیا ہے۔

2۔ سورۃ مریم میں الگ ہو جانے کے معنوں میں آیا ہے۔

3۔ سورۃ المومنون میں گالی دینے اور برا بھلا کہنے کے معنی میں آیا ہے۔

4۔ سورۃ النساء میں یہودیوں سے اظہار ناراضگی کے طور پر الگ ہونے کے معنوں میں آیا ہے۔[280]

لیکن ہجرت کا اصطلاحی معنی ایک مقام کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا ہے۔ اس مقصد کے لیے جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ محض اللہ کی رضا کی خاطر محض اللہ کے آئین و قانون کے نفاذ کے لیے، صرف حاکمیت کو منوانے کے لے جدوجہد کرنے میں آسانیوں کی خاطر، اس سلسلے میں جتنی بھی مشکلات جس قدر شدائد و تکالیف اٹھانی پرتی ہیں ان کا احساس صرف ہجرت کرنے والوں کو ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں ثابت قدمی کی نعمت بھی صرف انہی کو نصیب ہوتی ہے۔ جن کا

[279] شہناز کوثر، ہجرت مصطفیٰ ﷺ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج9، شمارہ 5، مئی 1996ء، ص10

[280] ایضاً، ص12، 11

مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، محترمہ شہناز کوثر نے "ہجرت مصطفیٰ ﷺ" میں ہجرت کے انہی مفاہیم کو واضح کرتے ہوئے حضور ﷺ اور دیگر مہاجرین کے حالات و واقعات کا تذکرہ کیا ہے اور پھر ثابت قدم رہنے پر ہجرت کے بہترین نتائج کا ذکر بھی ملتا ہے جو کہ فتح مکہ کی صورت میں تھا۔

11۔ **اعزاز یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم:**

جنوری 2000ء میں ماہنامہ نعت لاہور سے شائع ہونے والے اس شمارے میں محترمہ شہناز کوثر نے ان معزز صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کو دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز ملا۔[281]

جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کو ایمان کی آنکھ سے دیکھا انہیں صحابہ کہا جاتا ہے اور یہ ایسا اعزاز ہے کہ امت کا بڑے سے بڑا ولی اللہ، غوث، قطب، ابدال کسی صحابی کا مقام نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسانوں میں انبیاء کرام کے بعد ان خوش نصیبوں کو سب سے زیادہ عظمت عطا فرمائی۔ جو حضور اکرم ﷺ کی نبوت و ختم نبوت پر ایمان لائے آپ ﷺ کے امتی ہوئے امتیوں میں سے سب سے بڑا مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا ہوا۔ یہ وہ عزت مآب انسان تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے اور ان کے اللہ پر راضی ہونے کا اعلان فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ کو چشم ظاہری سے عقیدت و محبت اور ایمان کی پختگی کے ساتھ دیکھنا ایسا اعزاز ہے جو ہر صحابی کو حاصل ہے اور اس میں کوئی ان کا شریک نہیں۔ لیکن مختلف اوقات میں حضور ﷺ نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مزید اعزاز و اکرام سے نوازا۔ کچھ صحابہ کرام کو حضور ﷺ نے جنت کی بشارت دی، کچھ کو مختلف اوقات میں تحفے عطا فرمائے۔

کسی کو کسی اہم کام کے لیے منتخب فرمایا کچھ کو ان کی قوم پر حاکم یا عامل مقرر فرمایا۔ کچھ صحابہ کرام وہ ہیں جنہیں حضور ﷺ اپنی غیر حاضری میں مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ کا منتظم مقرر کیا۔[282]

پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت و شفقت کا اظہار فرمایا، کسی کو اپنا اہل بیت فرمایا، کسی کو خدمت کرنے کا شرف بخشا، کسی سے مذاق فرمایا، کسی کا کام خود آپ نے کر دیا۔ کسی نے کوئی خواہش کی اور حضور ﷺ

---

[281] شہناز کوثر، اعزاز یافتہ صحابہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج13، شمارہ 1، جنوری 2000ء، ص1

[282] ایضاً، ص6

نے پوری فرمادی۔ حضور ﷺ نے جن کی عیادت فرمائی، اپنی سواری پر ساتھ بٹھایا، بچپن میں گھٹی دی، نام تبدیل فرمایا، کنیت تبدیل فرمائی، گود میں بٹھایا، دعا دی، علاج کیا، سر پر یا چہرے پر یا سینے پر اپنا دست مبارک رکھا، تعریف فرمائی ان کا ذکر بھی اعزاز کے تخصص کے حوالے سے کرنا ضروری ہے۔[283]

حنش بن عقیل رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے بچے ہوئے ستو نصیب ہوئے، ام ہانی رضی اللہ عنہا اور عبد اللہ بن ابی حبیبہ کو بچا ہوا پانی ملا، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بچا ہوا دودھ پینے کی سعادت ملی۔

عقربہ حسنی رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو انکے بیٹے بشر بن عقربہ کو تسلی دیتے ہوئے یہ اعزاز عطا فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور عائشہ تیری ماں ہو جائے۔ نعیم بن عبد اللہ النحام رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے گلے سے لگایا اور بوسہ دیا۔[284]

عبد اللہ بن قیس کی درخواست پر بنی رباب کے متعلق دعا فرمائی کہ "یا اللہ! ان کی مصیبت ٹال دے۔"

کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں جنہیں خود رب کریم نے اعزاز عطا فرمائے۔ مثلاً نام لیے بغیر ان کی خوبیاں یا اعزازات و تخصصات قرآن پاک میں بیان فرما دیے۔ حضرت زید بن حارث واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غسل دینے کی سعادت حضرت علی، عباس، فضل اور صالح شقران رضی اللہ عنہم کی قسمت میں لکھ دی۔ اور تدفین کے اعزاز میں علی، فضل، عبد الرحمان بن عوف اور اسامہ رضی اللہ عنہم کو شمولیت بخشی۔[285]

12۔ دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ صحابیات:

جون 1997ء کو شائع ہونے والے ماہنامہ نعت کے اس شمارے میں محترمہ شہناز کوثر نے دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز پانے والی خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔[286]

---

[283] شہناز کوثر، اعزاز یافتہ صحابہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 13، شمارہ 1، جنوری 2000ء، ص 6

[284] ایضاً، ص 7

[285] ایضاً، ص 8

[286] شہناز کوثر، اعزاز یافتہ صحابیات، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 13، شمارہ 1، جنوری 2000ء، ص 1

مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل و تدوین کے لیے مسلم حضرات اور مسلم خواتین پر حضور اکرم ﷺ کے جو احسانات ہیں ان کے اجمالی ذکر کے لیے بھی سینکڑوں ہزاروں صفحات درکار ہیں زیر نظر تجزیہ میں صرف ان اعزازات کی طرف اشارہ ہے جو مسلم خواتین کو بحیثیت مجموعی عطا فرمائے۔

عورت کی کئی حیثیتیں ہیں۔ بیٹی، بیوی، ماں اور ہر حیثیت میں حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے عورت مظلوم تھی بے حیثیت تھی۔ حضور ﷺ نے بحیثیت بیٹی عورت کو رحمت قرار دیا۔ بحیثیت بیوی اسے حق مہر کی حصولی کا حق دیا۔ نکاح میں رضامندی کا حق دیا۔ آپ ﷺ نے دودھ کو خون کی مقدس اور محترم قرار دیا۔ رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی خالہ وغیرہ کی حیثیت کا تعین کر کے ان کا احترام رسول اللہ ﷺ کا خواتین کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔[287]

حضور ﷺ کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک یہودی کو مارا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد میں بہادری اور شجاعت کے جھنڈے گاڑ دیے اور حضور ﷺ کی حفاظت کے لیے بے مثال کارگردگی دکھائی۔ ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ام سلیم اور حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہن نے اس غزوے میں زخمیوں کو پانی پلایا ان کی مرہم پٹی کی۔ حضرت جویریہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت ام رومان، حضرت ام حکیم اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہن وغیرہ نے جنگ یرموک میں بہادری کے جوہر دکھائے۔ بعض صحابیات نے عورتوں میں اشاعتِ اسلام کی خدمت سرانجام دی، بہت سی صحابیات نے علمی کارنامے انجام دیے اور طب و جراحت میں تجارت میں، صنعت و حرفت، کتابت اور خیاطت میں بھی نام پیدا کیا۔ اگر اسلام نے عورتوں کو قید میں رکھا ہوتا تو یہ سب کچھ کیسے ہوتا۔

لیکن جو حقیقت ہم فراموش کر دیتے ہیں یہ ہے کہ ان قابل احترام خواتین نے یہ کارنامے مستقل بنیادوں پر انجام نہیں دیے، یہ کام گھریلو ذمہ داریاں سمجھ کر نہیں کیے، وقتی اور ہنگامی ضرورت کے تحت انہوں نے ایسا کیا۔[288]

گزشتہ صفحات میں بیان کردہ اعزازات تو وہ ہیں جو حضور ﷺ نے دنیا بھر کی خواتین کو عطا فرمائے ان کا دائرہ قیام قیامت تک وسیع ہے۔ مگر ایک اعزاز آپ ﷺ نے اپنے سامنے موجود خواتین کو بخشا وہ عورتیں جنہوں نے آپ ﷺ کو ایمان کی آنکھ سے دیکھا صحابیات کہلائیں اور یہ وہ مقام ہے کہ امت مسلمہ کی بڑی سے بڑی متقی، نیک اور دانشور خاتون کسی صحابیہ کے مقام رفیعہ کو تو کیا پائے گی ان کی خاکِ پا تک نہیں پہنچ سکتی۔

---

[287] شہناز کوثر، اعزاز یافتہ صحابیات، ماہنامہ نعت، لاہور، ج10، شمارہ6، جون 1997، ص15

[288] شہناز کوثر، اعزاز یافتہ صحابیات، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج10، شمارہ6، جون 1997ء، ص16

پھر مزید تخصیص یہ سامنے آتا ہے کہ حضور ﷺ نے صحابیات میں سے کچھ خواتین پر انعام واکرام فرمائے۔ کسی کو شہادت کی خوشخبری دی، کسی کو جنت کی، کسی کے گھر جاکر آرام فرمایا، کسی کی تعریف فرمائی، کسی کو رازداری کے لیے منتخب فرمایا، کسی کے لیے دعا فرمائی، کسی کو اپنی کفالت میں لے لیا، کسی کو اپنے بدن کا حصہ فرمایا، کسی کو اپنی بیٹی فرمایا اور کسی کو بھتیجی، کسی کے وفات کے سال کو غم کا سال قرار دیا، کسی کو اپنی قمیص کا کفن دیا، کسی کی قبر میں تشریف لے گئے۔

اس طرح صحابیات میں سے جنہیں بطور خاص کسی اعزاز سے سر فراز فرمایا ان کا ذکر "دربارِ رسول ﷺ سے اعزاز یافتہ صحابیات" میں ملتا ہے۔

13۔ **ہجرت حبشہ:**

مئی 1998ء میں ماہنامہ نعت لاہور سے یہ شمارہ شائع ہوا۔[289]

محترمہ شہناز کوثر کی اس تحقیق میں بہت سی نئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ جو ہجرت حبشہ کے حوالے سے کتب سیر میں نہیں ملتیں۔

ہجرت حبشہ سیرت رسول اکرم ﷺ کا ایسا پہلو ہے جس کی طرف اہل سیر نے کم توجہ دی ہے۔ بعضوں نے تو سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ جنہوں نے ذکر کیا تو انہوں نے بھی ایک آدھ پیراگراف یا دو چار صفحوں میں بات لپیٹ دی ہے، اکا دکا سیرت نگار وہ ہیں جنہوں نے اس پہلو کو اہمیت تو دی ہے لیکن تحقیق و تفحص کی وادی میں قدم نہیں رکھا۔ محض روایات جمع کر دی ہیں، البتہ مواد جمع کرنے کے اعتبار سے سید ابوالاعلیٰ مودودی اور استنباط نتائج کے حوالے سے سید مرتضیٰ حسین فاضل کی تحریریں لائق اعتناء ہیں۔[290]

ہجرت حبشہ محض سرکار دوعالم ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آنے والا ایک واقعہ نہیں ہے، اسے وسیع تر تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ ہجرت کے اسلامی تصور کی اساس ہی یہی ہے، اسلام میں جہاد کے اس رخ کی تصویر حبشہ ہی کے حوالے سے کی جاسکتی ہے۔ جس کا تعلق مظلومیت یا پناہ گزینی سے نہیں، بلکہ اسلام کے نفوذ ورواج کے وسیع تر مقصد کے لیے تیار ہونے سے ہے۔ ہجرت حبشہ کا دوسرا پہلو اسلام کی ہمہ گیری اور آفاقیت کے اظہار کے سلسلے میں پہلا قدم

---

[289] شہناز کوثر، ہجرت حبشہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج11، شمارہ5، مئی 1998ء، 1

[290] شہناز کوثر، ہجرت حبشہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج11، شمارہ5، مئی 1998ء، ص6

اٹھانا ہے۔ اسی کی وجہ سے ایک خطے کے بادشاہ نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کیا اور اسلام کی دعوت دور دراز کے علاقوں تک پہنچانے کا عمل شروع ہوا۔

سبھی سیرت نگار ہجرت حبشہ کو مظلومیت کے نشان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ "ہجرت حبشہ" کی مصنفہ محترمہ شہناز کوثر نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ مفروضہ درست نہیں اور مہاجرین حبشہ کفار کے ظلم و ستم سے ڈر کر چوری چھپے عازم سفر نہیں ہوئے تھے۔ [291]

کئی سیرت نگاروں کی ہجرت حبشہ کے حوالے سے رائے درج کر کے محترمہ شہناز کوثر یہ لکھتی ہیں کہ:

"ہمارے سیرت نگاروں کے نزدیک ہجرت حبشہ کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر کفار کا جور و استبداد تھا، زیادہ تر اہل سیر نے ہجرت حبشہ کے ذکر سے پہلے کفار کے ظلم و ستم کی داستانیں بھی رقم کی ہیں۔ لیکن لطیفہ یہ ہے کہ جن غریب نادار صحابہ اور غلام صحابہ پر کفار ظلم کرتے رہے۔ ان میں سے شاید ایک شخص بھی ہجرت میں شامل نہیں تھا۔" [292]

اس تحقیق کے علاوہ اس شمارے میں حبشہ کی معیشت و معاشرت اور حبشہ سے حضور ﷺ کی واقفیت کے متعلق بھی ملتا ہے۔ ہجرت حبشہ کیوں، کب۔۔؟ ہجرت اول کے مہاجرین، ہجرت دوم کے مہاجرین، کفار کے وفد کا حبشہ جانا، دربارِ نجاشی میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر، سفرائے قریش سے مکالمے، نجاشی کا وفد، شاہِ حبشہ کا عریضہ، مہاجرین کن قبائل سے تھے۔؟ ہجرت حبشہ عسکری پہلو اور ہجرت حبشہ کے فوائد کا تفصیلاً ذکر ملتا ہے۔

14۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی:

اپریل 1994ء میں ماہنامہ نعت لاہور سے شائع ہونے والے محترمہ شہناز کوثر کے اس شمارے میں حضور ﷺ کی معاشی زندگی کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ [293]

محترمہ کے نزدیک سیرت نگاروں نے حضور ﷺ کو پیدائشی غریب قرار دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اس لیے محترمہ نے اپنی اس کتاب کا انتساب یوں لکھا ہے:

---

[291] مصدر سابق

[292] ایضاً، ص 19

[293] شہناز کوثر، حضور ﷺ کی معاشی زندگی، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 7، شمارہ 4، اپریل 1994ء، ص 1

"حضور ﷺ کو زبردستی غریب قرار دینے والوں کے نام"[294]

حضور ﷺ کی معاشی زندگی کے بارے میں سیرت نگاروں کے رائے کو محترمہ یوں لکھتی ہیں:

"حضور ﷺ کی معاشی زندگی کے بارے میں ہمارے محترم سیرت نگاروں نے یہ بات پہلے سے طے کرلی ہے کہ حضور ﷺ کو عسرت، غریبی اور مفلوک الحال کا شکار ثابت کرنا ہے، اس "مقصد عظیم" کے لیے انہوں نے حضور ﷺ کو غریب کہا آپ ﷺ پیدا ہوئے تو بتایا کہ اس غریبی کی وجہ سے کوئی دائی ان کے گھر کا رخ نہیں کرتی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی نے رضاعت کے عرصے پر گفتگو کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ چونکہ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا اس لیے حضور ﷺ کو بنو سعد کی خاتون کے حوالے کر دیا گیا۔ سیرت نگاروں کے رویے سے تو یہ بھی بعید نہ ہو تا کہ دو سال دودھ پلانے کے بعد جو دو سال مزید حضور ﷺ کو دائی حلیمہ سعدیہ نے اپنے پاس رکھا۔ اس کے بارے یہ لکھ دیتے کہ ایک معاہدہ کا نتیجہ تھا جس کے تحت دو سال دودھ پلانے کا معاوضہ یہی تھا کہ حضور ﷺ تین اور چار سال کی عمر میں انکی بکریاں چراتے۔"[295]

15۔ سیرت منظوم:

ماہنامہ نعت لاہور کا یہ شمارہ ستمبر 1992ء میں شائع ہوا۔[296] اس شمارے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں راجا رشید محمود نے قطعات کی صورت میں سیرت نبوی ﷺ بیان فرمائی ہے۔ ایک قطعہ چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، چار مصرعوں میں پورا واقعہ بیان کرنا اور پھر ردیف قافیہ کا بیان کرنا خاصا مشکل کام ہے۔

آج تک کسی سیرت نگار نے قطعات کی صورت میں سیرت نبوی ﷺ بیان نہیں فرمائی ہے یہ سہرا راجا رشید محمود کے سر ہے۔ آپ نے نعتیہ شاعری میں اپنے آپ پر یہ شرط بھی عائد کر رکھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات کے لیے تو، تم اس کا لفظ استعمال نہیں کرنا اسطرح یہ اور بھی مشکل کام ہے۔[297]

---

[294] ایضاً، ص4

[295] ایضاً، ص7

[296] راجا رشید محمود، سیرت منظوم، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج5، شمارہ9، ستمبر 1992ء، ص1

[297] انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ

16۔ بیعت عقبہ:

محترمہ شہناز کوثر کی یہ تصنیف اپریل 2001ء میں ماہنامہ نعت لاہور سے شائع ہوئی۔ جس میں سیرت کے ایک پہلو "بیعت عقبہ" کو موضوع بنایا گیا ہے۔[298]

حضور اکرم ﷺ نے مکہ والوں کو مسلسل تیرہ برس تک دعوت دی کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور انکی نبوت ورسالت کو تسلیم کر لیں۔ بتوں کی پرستش چھوڑ دیں، برائیوں سے اجتناب کریں، رذائل سے بچ کر فضائل وحسنات کی راہ اختیار کریں۔ لیکن ان سے بیشتر نہ مانے۔ بعض نے دیر سے اسلام قبول کیا اور زیادہ تر نے تو اسلام کے سورج کو فتح مکہ کے نصف النہار پر چمکتا پا کر سیدھی راہ اختیار کی۔ حالانکہ یہ وہ معاشرہ تھا جہاں حضور اکرم ﷺ کا بچپن، لڑکپن، اوائل شباب اور شباب کے ایام گزرے تھے۔ وہ سب جانتے تھے کہ اس ہستی کے کردار میں کوئی خامی نہیں یہ خاندانی طور پر بھی بڑے ہیں، معاشی طور پر بھی مضبوط ہیں، معاشرتی لحاظ سے بھی عزت وتکریم کے حامل ہیں۔ پھر اہل مکہ میں سے بہت سے لوگ حضور ﷺ کے عزیز اور رشتہ دار بھی تھے، لیکن نسبتاً کم لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ مخالفین میں سے کئی حضور ﷺ کو بھی اور اسلام کی سلامتی والی راہ پر چلنے والے عام مسلمانوں کو بھی تکلیفیں دینے میں لگے رہے، بائیکاٹ تک کا انتہائی اقدام کر گزرے۔

کعبۃ اللہ کے متولی خاندان کے ایک بے داغ چشم وچراغ کی شہرت تو ویسے بھی دور دور تک پھیلی ہو گی اور تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے بھی آس پاس بلکہ دور دراز تک کے متمول تاجر حضور ﷺ سے واقف ہوں گے۔ مگر طائف میں آپ ﷺ سے جو سلوک روا رکھا گیا اور جس انداز میں حق کی دعوت کو ٹھکرانے کا جرم کیا گیا۔ اس سے ان لوگوں کے فوری طور پر قبول حق کی حس کے بارے میں منفی خیالات ابھرتے ہیں۔[299]

حضور اکرم ﷺ ذوالمجاز اور دوسری تجارتی منڈیوں میں جاتے تھے تو وہاں بھی کفار مکہ آپ ﷺ کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتے اور کوشش کرتے تھے کہ کوئی شخص حق کو نہ پائے۔

حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت اسعد بن زرارہ کی تبلیغ کا یہ ثمر کتنی جلدی ظاہر ہوا کہ 75 آدمی جو بیعت عقبہ کبریٰ میں شامل ہو گئے۔

---

[298] شہناز کوثر، بیعت عقبہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج14، شمارہ4، اپریل 2001ء، ص1

[299] ایضاً، ص6

6۔ اس تبلیغ کے بارے میں محترمہ شہناز کوثر دوسری کتب سیرت کا تاثر یوں بیان کرتی ہیں: "عام طور پر کتب سیرت میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ پہلے سال کی تبلیغ میں سات اور دوسرے سال کی تبلیغ کے نتیجے میں یثربی مسلمانوں کی تعداد 75 تک ہی پہنچتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بیعت عقبہ میں شامل ہونے والوں کے علاوہ بھی بہت سے یثربی ایمان لا چکے تھے جو حج کے لیے نہ آسکے "[300]

17۔ **حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء:**

مئی 1993ء میں شائع ہوئے اس سیرت نمبر میں جناب اظہر محمود نے حضور ﷺ کے 32 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کا رنگ سیاہ تھا لیکن دل نور اسلام سے منور و مستنیر تھے۔ جنہیں کائنات کے آقا و مولا ﷺ نے غلامی کی زنجیروں سے رہائی دے کر اپنے ساتھیوں کی صف میں شامل فرمالیا۔ جن میں سے کسی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ "ہمارے آقا" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ کسی کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کی توجہ سے زمین و آسمان کا دائرہ قائم ہے۔ کسی کے متعلق ارشاد یہ ہوا کہ یہ اللہ کے نزدیک بیش قیمت ہیں، کسی کو حضور سید عالم ﷺ کی آخری خدمت کا موقع ملا۔ ایسی ایک خاتون کو حضور ﷺ نے اپنی ماں کہا۔ ان میں ایک ایسی شخصیت بھی ہے جس کا مدفن زمین نہیں بنی۔ انہیں براہِ راست جنت میں پہنچا دیا گیا۔[301]

سرکارِ والا تبار ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کے سیاہ فام رفقاء کے کئی واقعات ملتے ہیں اس شمارے کے مصنف جناب اظہر محمود نے بعض درج کیے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو سرکار ﷺ ان کے سرہانے آبیٹھے اور فرمایا: "اے میری ماں کے بعد ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے" اور ان کی تعریف کی اور انہیں اپنی چادر میں کفنایا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اور ایک سیاہ فام صحابی کو بلایا۔ انہوں نے مل کر قبر کھودی۔"

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشی مسجد میں مقیم تھا۔ ایک دن حضور ﷺ نے دریافت کیا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بتایا کہ وہ مر گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے

[300] شہناز کوثر، بیعت عقبہ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج14، شمارہ4، اپریل 2001ء، ص7

[301] ایضاً، ص20

ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا اب مجھے ان کی قبر پہ لے چلو۔ حضور ﷺ نے ان کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ "[302]

حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء کی اہمیت اور ان سے محبت و شفقت رسول کی وجہ سے ہی جناب اظہر محمود نے اپنی اس تصنیف کا انتساب یوں لکھا ہے:

"اس ساعت کے نام! جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فراق کی لے میں اشھد ان محمد ارسول للہ کہا، تو اہل مدینہ میں کہرام برپا ہو گیا۔ پھر اذان پوری نہ ہو سکی۔ "[303]

18۔ میلاد النبی ﷺ:

اکتوبر 1988ء میں ماہنامہ نعت لاہور سے شائع ہونے والے یہ خصوصی میلاد نمبر 5 حصوں پر مشتمل ہیں۔ جس میں بہت سے محققین کے میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے مضامین اکٹھے کیے گئے ہیں۔ پاکستان میں یہ اپنی نوعیت کے پہلے خالص میلاد نمبر تھے۔ جن میں عنوان اور مضامین میں تضاد نہیں بلکہ مناسبت پائی جاتی ہے۔ ذیل میں میلاد النبی ﷺ کے 5 حصوں کا الگ الگ جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں مضامین کے ساتھ ساتھ ان کے ذیلی عنوانات سے بھی متعارف کروایا جا رہا ہے۔

میلاد النبی ﷺ (1)

اس شمارے میں درج ذیل مضامین شامل ہیں:

☆ یوم ولادتِ رسول خدا ﷺ کے عنوان سے یہ مضمون سید محمد سلطان شاہ کی تحریر ہے۔ جس میں انہوں نے ظہور قدسی، ولادت باسعادت کا دن، ولادت کا دن، تاریخ ولادت، ماہِ ولادت، شمسی تاریخ کے مطابق تاریخ ولادت کو 157 حواشی کے ساتھ شامل کیا ہے۔ صفحہ 9 تا 32 یہ مضمون میلاد النبی ﷺ میں درج ہے۔[304]

☆ میلاد پاک سرکار ﷺ، یہ مضمون ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی کی کتاب "علموا اولاد کم محبۃ رسول اللہ" کے باب "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف" کا اردو ترجمہ محمد طفیل ضیغم نے کیا۔ اور میلاد النبی ﷺ (1) میں صفحہ 39 تا 49 موجود ہے۔

---

[302] اظہر محمود، حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 5، مئی 1993ء، ص 19

[303] اظہر محمود، حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقاء، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج6، شمارہ 5، مئی 1993ء، 6

[304] محمد طفیل ضیغم، میلاد پاک سرکار ﷺ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج1، شمارہ 10، اکتوبر 1998ء، ص 39

☆ ظہور قدسی، نعتیہ نثر پارے پروفیسر محمد اقبال جاوید کے مرتب کردہ ہیں۔ یہ مضمون حضور ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے ذکر پر مسرت کا اظہار کرنے والے شبلی نعمانی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، حفظ الرحمٰن سہارنپوری، سید مناظر احسن گیلانی، ابو الکلام آزاد، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور آغا شورش کاشمیری کے رشحاتِ قلم پر مشتمل ہے۔ آخر میں 19 "مراجع" کا حوالہ ہے۔[305]

☆ ربیع الاول کا پیغام، محمد خان کا دو صفحات پر مشتمل یہ مضمون ماہنامہ "طریقت" لاہور کے جنوری 1917ء کے شمارے سے لیا گیا ہے۔[306]

☆ میلاد النبی ﷺ کا پیغام، از نعیم صدیقی، مضمون کے ذیل عنوانات میں ذراسی تبدیلی، فلاح کا راستہ، حضور ﷺ کا مختصر پیغام، باطل کے خلاف جہاد شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف شعراء کی 19 میلاد پر نعتیں بھی شامل اشاعت ہیں۔[307]

میلاد النبی ﷺ (2)

نومبر 1988ء میں شائع ہونے والے میلاد النبی ﷺ (2) میں درج ذیل مضامین شامل اشاعت ہیں:

☆ عربی مولود نامے از صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری، مقالے میں مشہور عربی مولود ناموں کا علمی و تحقیقی تجزیہ کیا گیا ہے اور 43 حواشی ہیں۔[308]

☆ محافل میلاد النبی ﷺ از راجا رشید محمود، مدیر کا یہ مقالہ اپنے موضوع پر اچھا تحقیقی مقالہ ہے۔

☆ قبہ مولد النبی ﷺ از علامہ ضیاء القادری۔ یہ مضمون ماہنامہ "اسرار تصوف" لاہور کے نومبر 1925ء کے شمارے سے لیا گیا ہے۔ مضمون نگار نے اس میں بہت محنت کی ہے۔[309]

☆ ظہور قدسی، از راجا رشید محمود اکتوبر 1988ء کے شمارے کے تسلسل میں مزید نثری پارے جمع کیے گئے ہیں اس میں نعیم الدین مراد آبادی، سید سلیمان ندوی، ابو الحسن علی ندوی، قاضی عبد الدائم، نسیم حجازی، محمد حسین آسی، غلام رسول

---

[305] راجا رشید محمود، میلادیہ نثر پارے، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 10، اکتوبر 1988ء، ص 76-77

[306] محمد خان، ربیع الاول کا پیغام، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 10، اکتوبر 1988ء، ص 36- تا 37

[307] نعیم صدیقی، میلاد النبی ﷺ کا پیغام، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 10، اکتوبر 1988ء، ص 91 تا 95

[308] صاحبزادہ محب اللہ نوری، عربی مولود نامے، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 11، اکتوبر 1988ء، ص 15

[309] علامہ ضیاء القادری، قبہ مولد النبی ﷺ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 11، اکتوبر 1988ء، ص 75

سعیدی، حاجی فضل احمد، صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، سید محمد متین ہاشمی، عبد القادر، محمد منشاء تابش قصوری، منظور احمد نوری، قمر یزدانی، محمد حنیف یزدانی، سرور علی صابری اور راجا رشید محمود کی تحریر ہیں۔[310]

مضمون کے 17 مراجع ہیں۔ اس شمارے میں 29 میلادیہ نعتیں ہیں۔

میلاد النبی ﷺ (3)

دسمبر 1988ء میں 109 صفحات پر مشتمل میلاد النبی ﷺ (3) شائع ہوا۔ جس میں چار طویل مضامین تھے اور 25 میلادیہ نعتیں بھی شامل تھیں۔ مضامین کی فہرست درج ذیل ہے:

☆ حیات طیبہ میں ربیع الاول کی اہمیت از شہناز کوثر۔[311]

☆ ولادت کے وقت سرکار ﷺ کے معجزات از سید محمد سلطان شاہ[312]

☆ میلاد النبی ﷺ کا فلسفہ از خلیل احمد نوری[313]

☆ سرزمین حجاز پر دھنک رنگ دستاویز، حرم سے حرم۔ از اختر امام رضوی[314]

میلاد النبی ﷺ (4)

میلاد النبی ﷺ (4) اکتوبر 1990ء میں شائع ہوا۔ جس میں "جشن میلاد الرسول" از سید سلطان شاہ شامل ہے۔ مشہور مستشرق میس این میری شمل کی کتاب "اینڈ محمد ﷺ از ہز میسنجر" کے آٹھویں باب کا اردو ترجمہ اور تلخیص سید محمد سلطان شاہ نے کی ہے۔[315]

نعت میں ذکر میلاد سرکار از راجا رشید محمود۔ اس مضمون کے ذیل عنوانات یہ ہیں: "نورِ سرکار کا ظہور۔ قصیدہ ہائے نور۔ فارسی شاعری میں نور سرکار کا ذکر۔ نور لباسِ بشریت میں۔ ربیع الاول۔ حضور ﷺ کی آمد کا ذکر۔ صبح

---

[310] ظہور قدسی، مرتب: ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 11، اکتوبر 1988ء، ص 85

[311] شہناز کوثر، حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 12، دسمبر 1988ء، ص 11

[312] ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ، ولادت کے وقت سرکار کے معجزات، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 12، دسمبر 1988ء، ص 73

[313] خلیل احمد نوری، میلاد النبی ﷺ کا فلسفہ، ایضاً، ص 95

[314] ایضاً، ص 107

[315] ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ، جشن میلاد الرسول ﷺ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 1، شمارہ 10، اکتوبر 1990ء، ص 5

ولادت۔ میلادیہ قصائد۔ میلادیہ مسدس۔ میلادیہ مثلث۔ میلادیہ نعتیں۔ جشن ولادت۔ عید میلادالنبی ﷺ ۔ محفل میلاد۔ میلاد غیر مسلموں کی نظر میں۔[316]

میلادالنبی ﷺ (5)

ستمبر 1991ء میں شائع ہونے والے میلادالنبی ﷺ (5) کے شمارے کا موضوع ہے "عربی ادب میں ذکر میلاد" یہ شمارہ پروفیسر ضیاء المصطفیٰ قصوری کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی، سید جعفر بن حسین البرزنجی، ابن جوزی، یوسف بن اسماعیل النبہانی کے مولود نامے اور ان کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت عباس بن عبدالمطلب، قسطلانی، ابن قیم، امام البوصیری، محمد علی عشاری، عبدالجبار العانی، خلیل الدبوتیجی، ابن جوزی محدث، حضرت عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ اشقراطی، البرزنجی اور احمد حسن القضاۃ کی میلادیہ منظوم کاوشیں اور ان کا ترجمہ ہے۔

19۔ معراج النبی ﷺ :

مارچ 1989ء میں معراج النبی ﷺ کے حوالے سے شائع ہونے والا یہ شمارہ تین حصوں میں شائع ہوا۔ جن میں مختلف مضامین، معراجیہ نعتیں شامل کی گئیں۔ ذیل میں معراج النبی (1) (2) اور (3) کے مضامین کی فہرست درج ہے۔

معراج النبی ﷺ (1)

☆ معراج نبوی ﷺ از ماہر القادری[317]

☆ کارخانہ عالم میں تعطیل از سید معظم علی[318]

☆ معراج۔ کیوں اور کیسے۔ از عبدالتواب[319]

☆ اقبال اور معراج النبی ﷺ از ڈاکٹر سید عبداللہ[320]

☆ واقعہ معراج اور جدید سائنس از سید محمد سلطان شاہ[321]

---

[316] راجا رشید محمود، نعت میں ذکر میلاد سرکار، ایضاً، ص 25

[317] ماہر القادری، معراج النبی ﷺ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 2، شمارہ 3، مارچ 1989، ص 5

[318] سید معظم علی، کارخانہ عالم میں تعطیل، ایضاً، ص 17

[319] عبدالتواب، معراج کیوں اور کیسے، ایضاً، ص 31

[320] ڈاکٹر سید عبداللہ شاہ، اقبال اور معرج، ایضاً، ص 51

☆معراج سرکار ﷺ از راجا رشید محمود[322]

شمارے میں 48 معراجیہ نعتیں بھی شامل ہیں

معراج النبی ﷺ (2)

اپریل 1989ء میں 102 صفحات پر مشتمل معراج النبی ﷺ (2) شائع ہوا۔ اس میں سات مضامین ہیں جو سب کے سب مختلف کتابوں اور رسالوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ اس طرح معراج النبی ﷺ کے موضوع پر کچھ مضامین جمع کر کے قارئین تک پہنچائے گئے۔ شامل اشاعت مضامین درج ذیل ہیں:

☆واقعہ معراج از ملک شیر محمد خان اعوان[323]

☆وصل حبیب از فاضل نعیم الدین مرادآبادی[324]

☆معراج جسمانی یا روحانی از ڈاکٹر حافظ محمد یونس[325]

☆(علامہ اقبال اور تشریح آیات معراج)[326]

☆معراج کیسے؟ از آغا غیاث الرحمان انجم

☆رفعت شان سرکار ﷺ از محمد اسلم نقشبندی[327]

☆مظاہر معراج از ادارہ

اس کے علاوہ 48 معراجیہ نعتیں شامل ہیں

---

[321] سید محمد سلطان شاہ، واقعہ معراج اور جدید سائنس، ایضاً، ص 75

[322] راجا رشید محمود، معراج سرکار، ایضاً، ص 97

[323] شیر محمد خان اعوان، واقعہ معراج، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 2، شمارہ 3، اپریل 1989ء، ص 5

[324] فاضل، نعیم الدین، وصلِ حبیب، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 6، شمارہ 3، اپریل 1989ء، ص 15

[325] ڈاکٹر محمد یونس، معراج جسمانی یا روحانی، ایضاً، ص 45

[326] علامہ اقبال، تشریح آیات معراج، ایضاً، ص 35

[327] محمد اسلم نقشبندی، نعت شان سرکار، ایضاً، ص 73

معراج النبی ﷺ (3)

دسمبر 1994ء میں شائع ہونے والے معراج النبی ﷺ (3) میں کوئی مضمون شامل نہیں۔ صرف مختلف شعراء کی 70 معراجیہ نعتوں کے بعد گوشہ ضیاء القادری میں دس نعتیں شامل ہیں۔ پہلے دونوں معراج نمبروں میں ضیاء القادری کی بیس معراجیہ نعتیں پہلے چھپ چکی تھیں۔

سراپائے سرکار ﷺ:

دو حصوں پر مشتمل سراپائے سرکار ﷺ اکتوبر 1991ء میں شائع ہوا۔ اس میں مضامین شامل کیے گئے ہیں:

☆ سایہ مصطفیٰ ﷺ از محمد خالد جزبی۔ اس مضمون میں تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر عزیزی، جمع الوسائل شرح الشمائل، مواہب اللدنیہ، سیرت حلبیہ، مجمع البحار، فتوحات احمدیہ، مدارج النبوت اور دوسری کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔[328]

☆ بے سایہ و سائبان عالم از پروفیسر محمد اکرم رضا۔ اس مضمون میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی وغیرہ کے موضوع کے بارے میں ارشادات کے بعد فارسی اور اردو کے نامور شعراء کے کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔[329]

☆ عدم سایہ حضور ﷺ اور شعراء از راجا رشید محمود اس مبسوط مضمون کے آخر میں 132 ماخذ و مراجع کا ذکر ہے۔[330]

ان مضامین کے علاوہ شمارے میں "عدم سایہ حضور" کے حوالے سے 9 نعتیہ نظمیں بھی شامل ہیں۔

سراپائے سرکار کا حصہ دوم اکتوبر 1992ء میں شائع ہوا۔ اس حصے میں حضور پرنور کے حلیہ مبارک کے بارے میں 14 مضامین مختلف کتابوں سے حاصل کیے گئے ہیں۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں:

"فرطِ تعظیم کا اثر۔ سراپائے سرکار بزبانِ ہند۔ ام معبد رضی اللہ عنہا کا بیان کردہ حلیہ۔ حضور ﷺ کا جسمانی حسن و جمال۔ مراۃ الجمال سراپائے اقدس۔ حضور ﷺ کا قد مبارک۔ حلیہ شریف۔ حضور ﷺ کی صورت مبارکہ۔ سراپائے جمال۔ سراپائے حبیب۔ جمال عالم جمال گل۔

---

[328] محمد خالد جزبی، سایہ مصطفیٰ ﷺ، ماہنامہ "نعت" لاہور، ج 4، شمارہ 10، اکتوبر 1991، ص 7

[329] محمد اکرم رضا، بے سایہ و سائبان عالم، ایضاً، ص 19

[330] راجا رشید محمود، عدم سایہ حضور ﷺ اور شعراء، ایضاً، ص 33

شمارے میں 19 منظوم سراپا شریف بھی ہیں۔

خلاصہ بحث

ماہنامہ نعت کے یہ خصوصی نمبرز سیرت نگاری کا ایک خوبصورت باب ہیں۔ جن میں مختلف اہل علم و دانش کے مضامین شائع کیے گئے ہیں اور امت مسلمہ کو سیرت مصطفیٰ ﷺ کے نورانی گوشوں سے مستفید کرنے کا سامان کیا گیا ہے۔ ان سیرت نمبرز کو اگر ایک کتابی شکل دی جائے تو رسول اللہ ﷺ کے جمال و کمال کا ایک الگ باب وجود میں آجائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے ظاہر و باطن کو سیرت مصطفیٰ ﷺ کی رونقوں سے آباد کریں تاکہ دنیا و آخرت کی سرخروئی ہمارا مقدر ٹھہرے۔

فصل دوم

سیرت نگاری کے حوالے سے ماہنامہ نعت میں چھپنے والا منظوم کام

تاریخِ عالم میں ہزاروں شخصیات کے تذکرے اور کارنامے دکھائی دیتے ہیں، ان میں سے بیشتر شخصیات کی سیرت و سوانح کی کامل تفصیلات ضائع ہو چکی ہیں یا پھر ان کے گرد مبالغہ آمیز روایات اور طلسمات کا تانا بانا بن دیا گیا ہے۔ اس مبالغہ آمیزی نے ان کی شخصیت کے بشری اور روحانی پہلوؤں کو گہنا دیا ہے۔ عظیم شخصیات کی اس کہکشاں میں ایک ہستی ایسی ہے جو مہرِ عالم تاب اور خورشیدِ جہاں تاب کی طرح روشن ہے۔ اس کی راتوں کے اعمال بھی اس کے دن کی سرگرمیوں کی طرح منور دکھائی دیتے ہیں۔ قدرت نے اس کی سیرت و سوانح کی حفاظت کے لئے متنوع انتظام کئے۔ قرآن کریم میں ان کی دعوتی جدوجہد کے مختلف مراحل کو اگر محفوظ رکھا گیا تو آپ کے ڈیڑھ لاکھ کے قریب جاں نثار صحابہ کرامؓ نے اپنے اعمال میں اس سیرت کو منتقل اور منعکس کر لیا۔ قرآن کریم کی آیاتِ بینات اگر اس نبوت کی شہادت فراہم کرتی ہیں تو آپ کے اعمال و افعال کو بھی ضابطہء تحریر میں لایا گیا۔ اس سلسلے میں ایک طرف محدثین نے غیر معمولی کاوش اور عقیدت سے اس ذخیرے کو محفوظ کیا تو دوسری طرف نبوی زندگی کی سینکڑوں دستاویزات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ ۱۵۸۸ کے قریب صحابہ نے آپ سے متعلق ہزاروں احادیث کو نقل یا بیان کیا ہے۔ احادیث مبارکہ کا ذخیرہ تاریخِ انسانی کا سب سے نادر اور انمول خزانہ ہے جس میں ایک شخصیت سے متعلق قولی، فعلی یا تقریری روایات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ روایت و درایت کے پختہ اور محکم اصولوں کے تحت مرتب کیا گیا۔ اس سلسلے میں اسماء الرجال کا وہ عظیم علم و فن منظرِ عام پر آیا جو اس سے قبل تاریخ میں مفقود دکھائی دیتا ہے۔

سیرت نبوی اور مدحت مصطفوی کا عربی زبان میں منظوم اظہار خود عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکا تھا۔ بعض حضرات نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل کی مدحیہ شاعری کا بھی سراغ لگایا ہے۔ قدیم صحف سماوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کے حوالے سے بہت سی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوئی سے منسوب ایک قصیدے کا ذکر ملتا ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر موجود ہے۔

کبھی کبھی ولولہء عقیدت و محبت اور جوش جنوں سے ایسی چیز منصہ شہود پر جلوہ گر ہو جاتی ہے جن کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی یا مشکل سے ملتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ محبت بعض ماہرین علوم کو اس میدان میں لا کھڑا کر دیتی ہے۔ محترم جناب راجہ رشید محمود صاحب (ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور) ہمارے عہد کے فائق المرام مداح رسول ہیں۔ جنھوں نے قطعات کی صورت میں رسول کریم ﷺ کی سیرت کو منظوم انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ جس کا نام "سیرتِ منظوم" ہے یہ کتاب واقعی حیرت انگیزی کی مظہر ہے۔ شعر و ادب سے راجہ صاحب کی وابستگی

فطری ہے بلکہ شعر گوئی آپ کا محبوب مشغلہ ہے اور نعت گوئی سے مداومت و رغبت آپ کی طبع اور بزرگوں کے فیضِ محبت کی مرہونِ منت ہے۔

نعت گوئی یا سیرت نگاری کے لئے سب سے اہم شرط حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور خیال حفظِ مراتب ہے جب تک یہ نہ ہو کلام کے تمام داخلی و خارجی محاسن بھی اس کو وہ مہک اور دل گدازی نہیں بخش سکتے جو سید الانبیاء کی نسبت متوقع ہے، اس کے برعکس فاسد جذبات کا اظہار، رکیک تشبیہات و استعارات کا استعمال کیف و سرور کی جگہ ذہن پر بوجھ بنتا ہے اور طبیعت کو مکدر کر دیتا ہے۔

ان امور کو ملحوظ رکھ کر جب ہم راجہ صاحب کی "سیرتِ منظوم" دیکھتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ آپ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی لگاؤ ہے اور آپ کا کلام اس والہانہ لگاؤ کو منعکس کر رہا ہے، یہ ان کے وارداتِ قلبی کی عکاسی ہے جو پڑھنے اور سننے والے کے دل پر براہ راست اثر کرتی ہے۔ بعض اشعار تو ایسے بے ساختہ ہوئے ہیں کہ مرحبا کہنے کی طبیعت چاہتی ہے۔

اب ہم "سیرتِ منظوم" کے چیدہ چیدہ موضوعات کا جائزہ لیتے ہیں جو قطعات کی صورت میں ہیں:

مَنّ اللہ

اس عنوانات کے تحت راجہ رشید محمود صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو بیان کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان قرار دیا ہے۔ یہ عنوان قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝١٦٤ [331]

ترجمہ: البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول ان کی جانوں میں سے وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور ان کو پاک کرتا ہے اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی اور سنت کی اور بیشک وہ تھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آمد سے پہلے البتہ کھلی گمراہی میں۔

راجہ رشید محمود صاحب قطعہ میں اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

دن ایک سے بنائے خدا نے سبھی، مگر

---

[331] البقرۃ:164

کیوں "ایک دن" نہ محترم سارے دنوں سے ہو

اس دن خدا نے ہم پہ ہے احساں کیا بڑا

آمد ہوئی جہان میں آقا ﷺ کی پیر کو[332]

اس قطعہ میں رسولِ کریم ﷺ کی آمد کو رب تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان قرار دیا ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے اور حدیث پاک میں بھی۔ حدیث پاک میں ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: «مَا أَجْلَسَكُمْ؟» قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِكَ، قَالَ: «آللَّهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ؟» قَالُوا: آللَّهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَلِكَ، قَالَ: «أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَإِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ»[333]

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کا اپنے اصحاب کے حلقہ سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر آپ ﷺ کی وجہ سے احسان فرمایا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخدا! تم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا بخدا ہم اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، لیکن ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔

اسی طرح اس قطعہ میں سب سے افضل دن اس کو قرار دیا گیا ہے جس میں رسالت مآب ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی اور وہ ہے پیر کا دن۔ آپ ﷺ کی ولادت کے حوالے سے یہ بات متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ بروز پیر تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے حوالے سے ابن ھشام متوفی 213ھ السیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں:

وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، لاثنتى عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شهر ربيع الأول، عامَ الفيل۔[334]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پیر کے دن بارہ تاریخ کی شب، ربیع الاول کے مہینے عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

---

[332] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 11

[333] الشیبانی، احمد بن محمد، مسند الامام احمد بن حنبل، ناشر مؤسسۃ الرسالہ، ج 28، ص 49، رقم الحدیث: 16232

[334] ابن ہشام، عبد الملک بن ھشام بن ایوب، السیرۃ النبویہ، محقق: طہٰ عبد الرؤف، شرکہ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ، ج 1، ص 146

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال

راجا رشید محمود صاحب نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کو قطعہ کی صورت میں یوں بیان کرتے ہیں:

والدہ سرکار کی ان کو مدینہ لے گئیں

گویا پہلی بار بچپن میں وہاں آقا گئے

واپسی پر راستے میں ہو گیا ماں کا وصال

ساتھ برکہ کے میرے سرکار مکہ آ گئے[335]

نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک جب چھ برس ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر ننہال تشریف لے گئیں واپسی پر راستے میں ابواء کے مقام پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ اور آپ ﷺ حضرت ام ایمن کے ساتھ مکہ واپس تشریف لائے جن کا نام برکہ ہے۔ ام ایمن ان کی کنیت ہے۔ یہی ام ایمن فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کو مدینہ ننہال لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا گئیں تو کچھ لوگوں کو کہتے ہوئے سنا: هو نبی هذه الأمة، وهذه دار هجرته۔[336] یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی (مدینہ منورہ) ان کی ہجرت گاہ ہے۔

راجا رشید محمود صاحب مختلف سیرت کی کتابوں کی مد نظر رکھتے ہوئے، رسول کریم ﷺ کی سیرت کو قطعات کی صورت میں لکھا ہے۔ ان کتابوں میں سیرت کے حوالے سے جو واقعات طویل صورت میں ہیں انہیں مختصر انداز میں پیش کر دیا ہے۔

شعب ابی طالب

شعب ابی طالب کا واقعہ کتبِ سیرت میں کافی طوالت کے ساتھ مذکور ہے۔ راجہ رشید محمود صاحب نے ایک قطعہ میں اس کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

پہلے تھے تنہا ابو طالب ممد سرکار کے

پھر انہوں نے سب بنو ہاشم اکٹھے کر لیے

---

[335] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص20

[336] القطلانی، احمد بن محمد بن ابی بکر، المواہب اللدنیہ، مکتبۃ التوفیقیہ القاہرہ، مصر، ج1، ص101

بائیکاٹ ان سب کا اس پر مشرکوں نے کر دیا

سہ برس گھاٹی میں وہ اس کسمپرسی میں رہے [337]

رسول کریم ﷺ اپنے دادا عبد المطلب کے وصال کے بعد حضرت ابو طالب کی کفالت میں آئے تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کی کفالت کا حق ادا کر دیا، اپنے بیٹوں سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت فرمائی۔ قریش کی ہر قسم کی مخالفت کے باوجود ساتھ دیتے رہے۔ حتیٰ کہ جب ان کی اس سازش سے آگاہ ہوئے کہ وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو تمام بنو ہاشم کو لے کر گھاٹی میں چلے گئے۔ قریش والوں نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا کوئی چیز گھاٹی کے نہ اندر آنے دیتے اور نہ اندر سے کوئی باہر آسکتا تھا۔ اس طرح کی کسمپرسی کی حالت میں خاندان بنو ہاشم نے تین سال گزار دیے۔ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

"اجْتَمَعَ الْمُشْرِكُونَ مِنْ قُرَيْشٍ فَأَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ أَنْ لَا يُجَالِسُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ وَلَا يَدْخُلُوا بُيُوتَهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وآله وَسَلَّمَ لِلْقَتْلِ، وَكَتَبُوا فِي مَكْرِهِمْ صَحِيفَةً وَعُهُودًا وَمَوَاثِيقَ لَا يَقْبَلُوا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ أَبَدًا صُلْحًا وَلَا تَأْخُذُهُمْ بِهِ رَأْفَةٌ حَتَّى يُسْلِمُوهُ لِلْقَتْلِ فَلَبِثَ بَنُو هَاشِمٍ فِي شِعْبِهِمْ يَعْنِي ثَلَاثَ سِنِينَ وَاشْتَدَّ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَالْجَهْدُ، وَقَطَعُوا عَنْهُمُ الْأَسْوَاقَ فَلَا يَتْرُكُوا طَعَامًا يَقْدَمُ مَكَّةَ وَلَا بَيْعًا إِلَّا بَادَرُوهُمْ إِلَيْهِ فَاشْتَرَوْهُ، يُرِيدُونَ بِذَلِكَ أَنْ يُدْرِكُوا سَفْكَ دَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وآله وَسَلَّمَ."[338]

ترجمہ: تمام مشرکین نے مل کر یہ طے کیا کہ وہ نہ تو (خاندان بنو ہاشم) کے ساتھ بیٹھیں گے، نہ ان سے بیع و شرا کا معاملہ کریں گے اور نہ ان کے گھروں میں جائیں گے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے نہ کر دیں، انہوں نے ایک معاہدہ لکھا کہ وہ بنو ہاشم کی کبھی بھی صلح کی پیش کش قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی اس معاملے میں کوئی نرمی دکھائیں جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ بنو ہاشم تین سال اس گھاٹی میں رہے، ان پر مصیبتوں کے پہاڑے ٹوٹ پڑے، بازار کے راستے ان کے بند کر دیے گئے حتی کہ ان کے لیے کھانے کی کوئی چیز نہ چھوڑی، مکہ میں اگر کوئی قافلہ کچھ لے کر بھی آتا تو مشرکین آگے بڑھ کر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ان سے وہ سامان خرید لیتے، اور یہ سب کچھ اس ارادے سے کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا خون بہائیں

---

[337] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص46

[338] بیہقی، احمد بن حسین بن علی، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج2، ص312

طائف کا سفر

حضور رحمتِ دوعالم ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد جب تبلیغ کا آغاز فرمایا تو قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کو اور آپ کے ماننے والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ پہلے ان کی مخالفت کا زور جناب ابو طالب کی وجہ سے کمزور تھا لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی مخالفتوں کا دائرہ کار بڑھتا چلا گیا۔ ان حالات کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ مکہ کے قریب ایک وادی جسے طائف کہا جاتا تھا اس کا رخ فرمایا کہ شاید وہاں کے لوگ توحید کے پیغام کو قبول فرمالیں۔ لیکن ان کا سلوک مکہ والوں سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھا۔ طائف کے سرداروں نے صرف بد تمیزی کی بلکہ اوباش لوگوں کو ابھارا جو آپ کو گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے، اتنے میں لوگ جمع ہو گئے وہ آپ ﷺ کے راستے میں دورویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے جب آپ درمیان سے گزرتے تو قدم اٹھاتے وقت آپ کے پاؤں پر پتھر برسانے لگے۔ یہاں تک کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اور سلام کے بعد کہا اے محمد ﷺ! بے شک عاﷲ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، مجھ کو آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں اخشبین (دو پہاڑوں کی جگہ) کو ان پر الٹ دوں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا "نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔[339]

راجہ رشید محمود صاحب اس سفر کو یوں بیان کرتے ہیں:

دعوتِ اسلام دینے کو کیا سرکار ﷺ نے
زید بن حارث کی ہمراہی میں طائف کا سفر
سنگ مارے ظالموں نے، گالیاں دیں آپ کو
اس کے بدلے میرے آقا ﷺ نے دعائیں دی مگر[340]

---

[339] توکلی، نور بخش، سیرت رسول عربی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ص 91 تا 92

[340] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 48

ہجرتِ مدینہ

اہلِ یثرب نیک دل، ایثار پیشہ لوگ تھے

میرے آقا ﷺ اپنا مولد چھوڑ کر واں پر گئے

اس عمل میں روزِ دوشنبہ بھی ہوتا ہے دخیل

ہجرتِ طیبہ میں مکہ سے جو پیغمبر ﷺ گئے [341]

ان قطعات میں نبی کریم ﷺ کے سفر ہجرت کو بیان کیا ہے۔ اہل مدینہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنھیں نبی کریم ﷺ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو ان کے ایثار وجذبہ خلوص کو وہ عروج بخشا کہ وصال تک وہیں قیام فرمایا اور اب روضہ اطہر میں بھی وہیں پر قیام فرما ہیں۔

اس قطعہ میں مدینہ کے باسیوں کا ایثار ذکر فرمایا ہے اور تاریخِ ہجرت بھی بیان فرمائی ہے کہ جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہ پیر کا دن تھا۔ قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں:

"داخلہ عجب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ مرد، عورت، بچے، بوڑھے، نورِ خدا کا جلوہ دیکھنے کے لیے سراپا چشم بن گئے تھے، تشریف آوری کے اس شکوہ واحتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ حبقوق نبی کی کتاب باب 3 درس 3 کا مطلب آج کھلا۔ "اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے، کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔"

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اس وقت یہ چند اشعار گا رہی تھیں:

اشرق البدر علینا　　من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا　　مادعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا　　جئت بالامر المطاع [342]

---

[341] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 54

[342] منصور پوری، سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعلمین، اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اردو بازار، لاہور، ج 1، ص 88

مسجدِ نبوی کی تعمیر

رحمتِ دوعالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی جسے مسجد نبوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں آپ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے اور پتھر اٹھاتے رہے۔ اس منظر کو راجہ رشید محمود صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

قیمتاً لی دو یتیموں کی زمیں سرکار نے
مسجد نبوی نبی ﷺ نے اس جگہ تعمیر کی
اینٹ پتھر آپ ﷺ بھی اصحاب بھی ڈھوتے رہے
یہ عبادت گاہ بھی تھی اور ہدایت گاہ بھی[343]

علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کا ناقہ جہاں بیٹھا تھا۔ وہ جگہ دو نجاری یتیموں (سہیل و سہل) کی تھی، حضور ﷺ نے یہاں مسجد جامع بنانے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان یتیم بچوں کو بلا بھیجا اور ان سے قیمت پر زمین طلب کی۔ انہوں نے کہا ہم بلا قیمت آپ ﷺ کی نذر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید لی۔ تعمیر کا کام شروع ہو گیا، قبریں اکھڑوا کر ہڈیاں کسی دوسری جگہ دبادی گئیں، درخت کاٹ دیے گئے اور گڑھے ہموار کر دیے گئے۔ حضور سرور دوعالم ﷺ خود بھی کام کرتے رہے، آپ ﷺ اپنی چادر میں اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے اور یوں فرما رہے تھے:

اللهم ان الاجر اجر الآخرة
فارحم الانصار والمهاجرة

ترجمہ: اے اللہ! اجر صرف آخرت کا اجر ہے پس تو انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔[344]

---

[343] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص58

[344] توکلی، نور بخش، علامہ، لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ص114

مواخات مدینہ

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سرکارِ دوعالم ﷺ نے انصار و مہاجرین کو آپس میں بھائی چارے کے رشتے میں منسلک کیا، جسے مواخات مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ رشتہ جو اسلامی بنیادوں پر استوار ہوا تھا اس قدر مضبوط تھا کہ دنیا ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انصار و مہاجرین نے بھائی چارہ کی وہ اعلیٰ مثال قائم کی کہ ایک دوسرے کو حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ عزت اور احترام سے نوازا، اور یقیناً یہ فیض تھا تربیت مصطفیٰ ﷺ کا جو اولوہی تربیت کے حامل تھے۔ راجہ رشید محمود صاحب اس خوبصورت رشتہ کی عکاسی اپنے جذبات میں یوں پیش کرتے ہیں:

جاہلانہ عصبیت از سر تا سر غارت ہوئی

جب مواخاتِ مدینہ کا یہاں اجراء ہوا

سارے انصار و مہاجر اس سے یک جاں ہو گئے

یہ تھا پیمانِ محبت، عہدِ تسلیم و رضا[345]

یقیناً اس معاہدے نے جہالت و عصبیت کے وہ تمام بت توڑ دیے جو نسل، رنگ، خاندان اور قومیت کی بنیاد پر استوار کیے گئے۔

قرآن کریم میں اس محبت و مودت کے رشتے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًاۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَاؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۳ [346]

ترجمہ: اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کی رسی کو سارے اور نہ تفرقہ ڈالو اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن پس اس نے الفت و محبت ڈالی تمہارے دلوں میں پس تم ہو گئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت سے بھائی، بھائی اور تھے تم گڑھے کے کنارے آگ کے پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچایا اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

---

[345] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص59

[346] آل عمران:103

علامہ غلام رسول سعیدیؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے پہلے حصہ میں مسلمانوں کو دین اسلام کی وحدت کے ساتھ متحد رہنے اور مسلمانوں کو اپنی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے اور تفرقہ نہ کرنے کی تلقین کی تھی اور آیت کے اس درمیانی حصہ میں یہ بتایا کہ وہ پہلے افتراق اور انتشار کا شکار تھے اور مختلف ٹکڑوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام عطا فرمائی اور وہ سب رشتہ اسلام میں منسلک ہوگئے اور جو ایک دوسرے ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے وہ الفت اور محبت کے ساتھ آپس میں بھائی بھائی ہوگئے سو اب ان کو چاہیے کہ اس نعمت کی قدر کریں اور اس اتحاد اور اتفاق کو قائم رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ [347]

تحویل قبلہ

ابتداءً رسالت مآب ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا فرماتے رہے، لیکن آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ قبلہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ ہو۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی خواہش کو پورا فرمایا اور قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

ترجمہ: بیشک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں' پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔

راجہ رشید محمود صاحب اس کی عکاسی اپنے انداز میں یوں فرماتے ہیں:

پیر کو خالق نے محبوبِ مکرم سے کہا

انس کعبہ سے اگر ہے، پھیر لیں منہ اس طرف

یوں ہوئی تحویل قبلہ جب نمازِ ظہر میں

مقتدی مڑتے گئے آقا کے پیچھے صف بہ صف [348]

وعن سعيد بن المسيب قال: صلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلى بيت المقدس سبعة عشر شهرا، وصرفت القبلة قبل بدر بشهرين، والثبت عندنا أنها صرفت في الظهر في مسجد القبلتين.

---

[347] سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ج2، ص295

[348] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص65

وفی روایة أخری عنه: صلی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم بعد أن قدم المدینة نحو بیت المقدس ستة عشر شهرا، ثم حولت القبلة قبل بدر بشهرین۔[349]

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے، اور تحویل قبلہ غزوہ بدر سے دوماہ قبل رونما ہوا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سولہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے غزوہ بدر سے دوماہ قبل تک۔

غزوہ بدر

اسلام میں سب سے پہلا معرکہ جو حق و باطل کے درمیان رونما ہوا اسے بدر کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس عظیم معرکہ کو فرقان کے نام سے یاد بھی موسوم کیا گیا ہے یعنی وہ معرکہ جس کے ذریعے حق و باطل کے درمیان تفریق ہو گئی۔ مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت نے کفار کے لشکر عظیم کو شکستِ فاش سے دوچار کیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے پیروکاروں کی فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝١٢٣

ترجمہ: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی دراں حالیکہ تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر ادا کرو

راجہ رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

بدر کو طیبہ سے آقا پیر کے دن چل پڑے
لشکرِ کفار سے تھی جنگ اگلے پیر کو
کفر اور اسلام کے مابین پہلی جنگ میں
ہار آئی کفر کو، تکثیر کو، تدبیر کو[350]

[349] السمھودی، علی بن عبد اللہ بن احمد، وفاء الوفا باخبار دار المصطفی، ناشر دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 1، ص 276

[350] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 67

غزوہ احد

غزوہ بدر میں کفار کے بڑے بڑے سپہ سالار موت کے منہ میں چلے گئے۔ اس لیے ان کے دل میں مقتولین بدر کے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی، اپنے ان تمام مقتولینِ بدر کا انتقام لینے کے لیے انہوں نے اچھی خاصی تیاری کے ساتھ اعلانِ جنگ کیا جو کہ احد کے میدان میں رونما ہوئی۔ اس میں جہاں اور بہت سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان شہید ہوئے وہیں نبی کریم ﷺ کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

اس واقعہ کو راجا رشید محمود صاحب اپنے جذبات میں یوں بیان کرتے ہیں:

گو شہادت پائی حمزہ نے احد کی جنگ میں

پھر بھی بالادست تھے ساتھی میرے سرکار کے

ایسی پامردی سے، ایسی جاں سپاری سے لڑے

جس سے چھوٹے چھکے، حوصلے ٹوٹے کفار کے [351]

کفار جس مقصد کو لے کر احد کے میدان میں اترے، اس میں کامیاب نہ ہو سکے، کیونکہ ان کا مقصد نبی کریم ﷺ تک پہنچنا تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیے لیکن نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر آنچ نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کا جو ذمہ لیا، اس کی ڈیوٹی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دی۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تو چاروں طرف سے کفار نے آپ پر تیر و تلوار کا وار شروع کر دیا اور کفار کا بے پناہ ہجوم آپ کے ہر چہار طرف سے حملہ کرنے لگا جس سے آپ کفار کے نرغہ میں محصور ہونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر جان نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جوش جاں نثاری سے خون کھولنے لگا اور وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آپ کو بچانے کے لئے اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور آپ کے گرد ایک حلقہ بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھک کر آپ کے لئے ڈھال بن گئے اور چاروں طرف سے جو تلواریں برس رہی تھیں ان کو وہ اپنی پشت پر لیتے رہے اور آپ تک کسی تلوار یا نیزے کی مار کو پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔

---

[351] ایضاً، ص 75

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ کفار کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر شل ہو گیا اور ان کے بدن پر پینتیس یا اُنتالیس زخم لگے۔

عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: «رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ»

غرض جاں نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کی اور ایسی بہادری اور جاں بازی سے جنگ کرتے رہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

و أَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ، كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ، فَيَقُولُ: «انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ» قَالَ: وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى القَوْمِ، فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، لاَ تُشْرِفْ، يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ القَوْمِ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ،[352]

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشانہ بازی میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس موقع پر اس قدر تیر برسائے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھالیا تھا تا کہ دشمنوں کے تیر یا تلوار کا کوئی وار آپ پر نہ آسکے۔ کبھی کبھی آپ دشمنوں کی فوج کو دیکھنے کے لئے گردن اٹھاتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے کہ یارسول اللہ ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ گردن نہ اٹھائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ یارسول اللہ ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ میری پیٹھ کے پیچھے ہی رہیں میرا سینہ آپ کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے۔

غزوہ احزاب

تاریخ اسلام میں غزوہ احزاب کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، اسے غزوہ خندق کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس غزوہ میں بھی مسلمانوں کی مدد فرشتوں کے ذریعے فرمائی اور کفار کا وہ لشکر جو کثیر تعداد میں تھا جس کی بنا پر اسے "احزاب" کہا گیا ہے وہ شکست سے دوچار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مدد کو بطور احسان ذکر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾[353]

---

[352] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ناشر دار طوق النجاۃ، باب غزوۃ احد، ج 5، ص 97

[353] الاحزاب:9

ترجمہ: اے ایمان والو ! تم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر کفار کے لشکر حملہ آور ہوئے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا جس کو تم نے نہیں دیکھا تھا' اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے

راجہ رشید محمود صاحب اپنے مخصوص انداز میں اسے یوں بیان کرتے ہیں:

پیر کے دن تھے وہاں آقا ﷺ، جہاں خندق کھدی

پیر ہی کو کی دعا فتح مبیں کی آپ ﷺ نے

خیمے الٹے تیز آندھی کے سبب کفار کے

فوج دشمن کی جو تھی، ساری بھگا دی آپ ﷺ نے [354]

اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ بڑی مشقت کے دن گزارے، خندق کی کھدائی کے دوران کھانے پینے کی قلت کی وجہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پیٹ پر پتھر باندے ہوئے تھے اور جب انہوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر وہ پتھر دکھائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے بھی پتھر باندھ رکھے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّا يَوْمَ الخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ، فَجَاءُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: هَذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الخَنْدَقِ، فَقَالَ: «أَنَا نَازِلٌ». ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ [355]

ترجمہ: غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودتے وقت میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔

راجہ رشید محمود صاحب اس واقعہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم ﷺ کی اس سنت کو بھی یاد رکھنا چاہیے اور اپنے آپ کو بھوک اور پیاس کا بھی عادی بنانا چاہیے۔ جہاں ہمیں اور بہت ساری سنتیں یاد رہتی ہیں وہاں اس سنت مبارکہ کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔ چنانچہ "ایک سنت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

غزوہ خندق سے ملتا ہے مشقت کا سبق

باندھے پتھر پیٹ پر سرکار ﷺ نے بھوکے رہے

یہ بھی تو سنت ہے آقا ﷺ کی، فقیہو، عالمو!

---

[354] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص86

[355] بخاری، صحیح کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، رقم الحدیث: ۴۱۰۲۔۴۱۰۱

پیٹ اس حد میں رہے جس پر کہ پتھر بندھ سکے[356]

صلح حدیبیہ

ہجرت مدینہ کے تقریباً چھ برس بعد رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے 1400 رفقاء سمیت عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر خبر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خبر ملی کہ قریش اپنے حلفاء سمیت مکہ سے باہر مقام بلدح میں جمع ہیں۔ اور آمادہ ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں۔ اس پر قریشِ مکہ اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی غزوہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھیجا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا اے عثمان! تیرے لیے بیت اللہ کے دروازے کھلے ہیں لیکن تیرے نبی کے لیے داخلہ بند ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تب تک طواف نہیں کروں گا جب تک میرے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم طواف نہیں فرمائیں گے۔ ادھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کیفیت کچھ یوں تھی:

وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَصَلَ عُثْمَانُ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَظُنّ عُثْمَانَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَنَحْنُ مَحْصُورُونَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا يَمْنَعُهُ وَقَدْ وَصَلَ إِلَى الْبَيْتِ؟ فَقَالَ النّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ظَنّي بِهِ أَلّا يَطُوفَ حَتّى نَطُوفَ. فَلَمّا رَجَعَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى النّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: اشْتَفَيْتَ مِنَ الْبَيْتِ يَا عَبْدَ اللهِ! قَالَ عُثْمَانُ: بِئْسَ مَا ظَنَنْتُمْ بِي! لَوْ كُنْتُ بِهَا سَنَةً وَالنّبِيّ مُقِيمٌ بِالْحُدَيْبِيَةِ مَا طُفْتُ، وَلَقَدْ دَعَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى أَنْ أَطُوفَ فَأَبَيْتُ ذَلِكَ عَلَيْهَا. فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: لَرَسُولُ اللهِ كَانَ أَعْلَمَنَا بِاللهِ تَعَالَى وَأَحْسَنَنَا ظَنّا.[357]

ترجمہ: مسلمانوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! عثمان تو بیت اللہ کے طواف میں مصروف ہوں گے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ عثمان ہمارے بغیر طواف کریں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں کس چیز نے بیت اللہ تک پہنچنے سے روکا ہو گا؟ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مجھے یقین ہے عثمان تب تک بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے جب تک ہم نہ کریں گے، جب عثمان واپس لوٹے تو صحابہ نے کہا: اے عبد اللہ تم نے تو بیت اللہ کے طواف کے مزے لیے ہوں گے! حضرت عثمان نے کہا: تم نے میرے بارے میں بہت بری بات خیال کی ہے۔ اگر میں سال بھر بھی (مکہ) میں رہتا اس وقت تک طواف نہ کرتا جب تک رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حدیبیہ میں ٹھہرے رہتے۔ حالانکہ قریش والوں کی طرف سے مجھے کھلے عام اجازت تھی کہ میں بیت اللہ کا

---

[356] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 87

[357] الواقدی، محمد بن عمر بن واقد السہمی، کتاب المغازی، ناشر دار الاعلمی، بیروت، باب غزوۃ الحدیبیۃ، ج 2، ص 601، ط۔ 1409

طواف کروں۔ مسلمانوں نے (حضرت عثمان کی یہ بات سن کر) کہا: بخدا! رسول اللہ ﷺ ہم میں سے سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے اور سب سے اچھا گمان فرمانے والے ہیں۔

راجہ رشید محمود صاحب اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

صلح فرمائی حدیبیہ پر جو سرکار ﷺ نے

یہ علامت اولیں تھی رفعتِ اسلام کی

پیر کا دن تھا، چلے طیبہ سے جب میرے آقا ﷺ

اس سفر نے دعوتِ اسلام آخر عام کی[358]

اس صلح نامہ کی شرائط اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کے ذریعے سے مسلمانوں کو بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار فرمایا، اور یہی صلح بعد میں فتح مکہ کا ذریعہ بنی اور مسلمان فاتحانہ شان کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کی سرپرستی میں مکہ میں داخل ہوئے۔

قاضی سلیمان سلمان منصور پوری صاحب ؒ لکھتے ہیں:

امام زہریؒ نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمدورفت کی روک ٹوک اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح ان کو اسلام کی حقانیت اور حقیقت معلوم کرنے کے مواقع ملے اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔[359]

بادشاہوں کو دعوتِ اسلام

جب رسول اللہ ﷺ (ذی الحجہ 6 ہجری) میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے۔ تو آپ نے شروع 7ھ میں والیان ملک کو دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے جن کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کتب احادیث و سیر میں مذکور ہے۔

راجہ رشید محمود صاحب ؒ ان خطوط کے بارے لکھتے ہیں:

میرے آقا ﷺ نے لکھے جو بادشاہوں کو خطوط

ان میں دی اسلام کی دعوت نبی پاک ﷺ نے

روم و مصر و فارس و عمان و بحرین و حبش

---

[358] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 91

[359] منصور پوری، سلیمان سلمان، قاضی، ناشر اسلامی کتب خانہ، لاہور، ج 1، ص 209

اور تھے شام و یمامہ بھی مخاطب آپ ﷺ کے [360]

ان خطوط میں بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دینے کے ساتھ ساتھ انہیں اس بات کا یقین دلایا گیا کہ ان کی بادشاہت بعد از اسلام بھی قائم رہے گی، شاہِ فارس نے آپ ﷺ کے خط مبارک کی بے حرمتی کی اور اسے چاک کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: فلاں مہینے کی فلاں رات کو خدا نے کسریٰ کو قتل کر دیا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا بعد میں اس کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا۔

اس واقعہ کو راجہ رشید محمود صاحب اپنے الفاظ میں قطعات کی صورت میں یوں لکھتے ہیں:

چاک کیا مکتوب آقا ﷺ کا کیا پرویز نے

اپنے ہاتھوں پارہ پارہ بادشاہت آپ کی

کسریٰ کے کنگن سراقہ ہی کو ہوں گے مرحمت

کہہ چکے تھے راہِ یثرب میں یہ پہلے ہی نبی [361]

سراقہ بن جعشم جو کہ ہجرت کے موقع پر نبی کریم ﷺ کا پیچھا کرتے ہوئے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، بعد میں آپ ﷺ نے اسے امان دی اور ایک پیشن گوئی فرمائی: کیف اذا البست سوار کسری۔ اے سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فارس فتح ہوا اور اس کے کنگن، جواہر و زیورات مسجد نبوی میں لا کے رکھ دیے گئے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بلاؤ سراقہ کو! جب اسے حاضر کیا گیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو کہہ حمد ہے اس ذات کے لیے جس نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن اس سے چھین کر مجھے پہنائے۔ [362]

راجہ رشید محمود صاحب نے اپنے اس مختصر سے قطعہ میں دو عظیم واقعات کو سمو دیا ایک شاہِ فارس کا خط کی بے حرمتی کی وجہ سے جو انجام ہوا اسے بیان کیا دوسرا جو آپ ﷺ نے سراقہ بن جعشم کے حق میں پیشن گوئی فرمائی تھی اسے بیان کیا ہے۔

جنگِ موتہ

جنگ موتہ وہ عظیم معرکہ ہے جس میں مسلمانوں کی بہت کم تعداد کا مقابلہ رومیوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح یاب فرمایا۔ اس میں مسلمانوں نے جس حکمتِ عملی سے دشمنوں کو شکست سے دوچار کیا اس سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جنگی حکمتِ عملی کا پتہ چلتا ہے جو انہیں رسول کریم ﷺ کی نگاہِ نبوت سے نصیب ہوئی۔

---

[360] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 93

[361] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص 94

[362] کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرت مصطفیٰ ﷺ، کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی، ج 1، ص 379

راجہ رشید محمود صاحب اس کا تذکرہ قطعات کی صورت میں کچھ اس طرح کرتے ہیں:

رومی سڑسٹھ اور مسلماں اک، تناسب کیا ہوا؟

باوجود اس کے، ڈرے موتہ میں دشمن اس قدر

پیچھے ہٹنے کو مسلمانوں کے، سمجھے ایک چال

اور تعاقب میں ہوا اندیشہ خوف و خطر[363]

اس غزوہ میں مسلمانوں کی بہادری جس کو راجہ رشید محمود صاحب نے نظم کی صورت میں بیان کیا ہے، علامہ نور بخش توکلی نثر کی صورت میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرات زید و جعفر و عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے پیدل ہو کر لڑے اور شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ مدینہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھ اور بیان فرما رہے تھے۔ حضرت جعفر نے پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں پھر حملہ کیا۔ ان کا دایاں بازو کٹ گیا تو علَم بائیں ہاتھ لے لیا۔ بایاں بھی کٹ گیا تو بغل میں لے لیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں میں نے ان کی لاش دیکھی تو اس پر نوے سے کچھ اوپر زخم تلواروں اور برچھیوں کے تھے۔۔۔۔ بعد از شہادت سرکارِ دوعالم ﷺ نے جعفر کو بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا اس لیے انہیں "طیار" کہا جاتا ہے۔[364]

یقیناً یہ صحابہ کرام علیھم الرضوان کی عظیم سپہ سالاری کا نتیجہ تھا، جس میں ایک بعد ایک علم کو سنبھالتا رہا اور آخر کار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جاں بازی کے جوہر دکھائے جس پر سرکارِ دعالم ﷺ نے انہیں "سیف اللہ" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ راجہ رشید محمود صاحب "موتہ کے سپہ سالار" کے عنوان سے لکھتے ہیں؛

جنگِ موتہ میں سپہ سالارِ اول زید تھے

جعفر اور ابن رواحہ تک تھا ارشادِ نبی ﷺ

پھر یہ فرمایا کہ جس کو چاہو، قائد مان لو

اس طرح آخر میں سیف اللہ تک بات آگئی[365]

---

[363] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص98

[364] توکلی، نور بخش، سیرت رسول عربی، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، ص236

[365] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص99

فتح مکہ

فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے راجہ رشید محمود لکھتے ہیں

پیر کے دن فتح مکہ کو مرے آقا چلے

کپکپی طاری ہوئی کفار کے اجسام پر

دشمنانِ جان ودیں گو سامنے تھے سرنگوں

میرے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تُل گئے اس وقت عفوِ عام پر[366]

رمضان کے مہینے میں فتح مکہ وقوع میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑا۔ حدیبیہ کے روز ازروئے معاہدہ ہر ایک قبیلہ فریقین میں سے جس کا چاہا حلیف بن گیا۔ چنانچہ خزاعہ اپنا پرانا معاہدہ دکھا کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حلیف بن گئے۔ اور بنو بکر قریش کے معاہدے میں شامل ہوئے۔ یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے کے حریف تھے۔ اور ان میں مدت سے لڑائی چلی آتی تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بنو الحضرمی میں سے ایک شخص بغرض تجارت گھر سے باہر نکلا جب وہ خزاعہ کے علاقہ میں پہنچا تو انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور مال لے لیا۔ اس پر بنو بکر نے خزاعہ کا ایک آدمی قتل کر ڈالا۔ اسی حالت میں اسلام کے ظہور نے عرب کو اپنی طرف مائل کر لیا اور وہ لڑائیاں رک گئیں۔ جب صلح حدیبیہ کے سبب سے اسلام و کفر میں لڑائی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ تو بنو بکر کی ایک شاخ نے موقع غنیمت جانا اور بنو خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا اور اس پر قریش نے ان کی مدد کی اور ان کے خون بہانے میں حرم پاک کا بھی لحاظ نہ رکھا گیا اور وہاں بھی اگر کوئی خزاعہ قبیلہ کا آدمی پناہ گزیں ہوا تو اسے بھی قتل کر دیا۔ اس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قریش کو تین باتوں کا اختیار دیا کہ اس میں سے جو بات چاہیں مان لیں۔

1۔ خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیں

2۔ بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں

3۔ اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ بن عمرو نے کہا ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔ اس پر رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مکہ کے لیے تیاری شروع کر دی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بتاریخ 10 رمضان المبارک 8ھ دس ہزار کا لشکر لے مدینہ سے روانہ ہوئے۔[367]

---

[366] ایضاً، 100

[367] توکلی، نور بخش، سیرت رسول عربی، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، ص 240

اس موقع پر رسول کریم ﷺ کا عفوِ عام مثالی تھا، جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ صحن حرم میں سر جھکائے تمام لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ آج ہمارے جرموں کا ہم سے انتقام لیا جائے گا، لیکن رحمتِ دوعالم ﷺ نے رحمۃ للعٰلمینی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء۔

قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تُرَوْنَ أَنِّي فَاعِلٌ فِيكُمْ؟ قَالُوا: خَيْرًا، أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ، قَالَ: اذْهَبُوا فَأَنْتُمْ الطُّلَقَاءُ»[368]

حجۃ الوداع

حجۃ الاسلام، طیبہ سے نبی ﷺ کا پہلا حج

اس سفر میں اہمیت ہے پیر کے دن کی جدا

حیثیت اس کو ملی ہے دین کے منشور کی

آخری خطبہ کے یاں ارشاد فرمایا گیا[369]

نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری حج کے موقع پر الوداعی خطبہ ارشاد فرمایا، جسے تاریخِ اسلام میں حجۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد خطبہ ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ انسانی فلاح وبہبود اور اس کی زندگی کی کامیابی و کامرانی لیے ہوئے ہے۔ جس کے چند ایک نکات درج ذیل ہیں:

1۔ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔[370]

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، پنج وقتی نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت پالو گے۔

2۔ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُؤْمِنِ؟ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ، وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ۔[371]

---

[368] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب، السیرۃ النبویہ، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی والاودہ، مصر، ج2، ص412

[369] راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص107

[370] النیشاپوری، ابوعبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الایمان، ج1، ص52

[371] النیشاپوری، ابوعبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج1، ص54

ترجمہ: سنو! میں تمہیں مومن کے بارے میں نہ بتاؤں؟ مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے جان ومال محفوظ ہوں، اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، اور مجاہد وہ ہے جو طاعات الٰہی میں اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو اپنی خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے۔

3۔أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ الْمُصَلُّونَ مَنْ يُقِيمُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْهِ، وَيَصُومُ رَمَضَانَ، وَيَحْتَسِبُ صَوْمَهُ يَرَى أَنَّهُ عَلَيْهِ حَقٌّ، وَيُعْطِي زَكَاةَ مَالِهِ يَحْتَسِبُهَا، وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ الَّتِي نَهَى اللّٰهُ عَنْهَا۔[372]

ترجمہ: سنو! اللہ کے دوست وہ لوگ ہیں جو پانچ وقت فرض نماز پڑھیں، اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھیں، ثواب کی نیت سے زکوٰۃ ادا کریں اور کبیرہ گناہوں سے بچیں۔

4۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخُ مُسْلِمٍ، الْمُسْلِمُونَ إِخْوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ مِنْ مَالِ أَخِيهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوا، وَلَا تَرْجِعُوا مِنْ بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔[373]

اے لوگو! بے شک میں تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑے جارہاہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ۔ بے شک ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے، تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے، اور تم ظلم مت کرنا، میرے بعد کفر کی طرف مت لوٹنا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

اس طرح کی مزید خوبصورت باتیں تلقین کی گئیں، انہیں باتوں کی بنیاد پر راجہ رشید محمود صاحب نے اس خطبہ کو دین کا منشور قرار دیا اور اور اس حج کو حجۃ الاسلام۔

آخری روز بیٹی سے گفتگو

نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال سے قبل اپنی پیاری اور چہیتی بیٹی سیدہ، طیبہ، سیدہ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ الزھرہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمائی، جس میں پہلے اپنے وصال کی خبر دی تو سیدہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں، پھر فرمایا: عنقریب تم مجھ سے ملوگی جس میں سیدہ کو یہ خبر دی کہ میرے وصال کے بعد عنقریب تم بھی اپنے خالق حقیقی سے ملنے والی ہو، راجہ رشید محمود صاحب لکھتے ہیں:

[372] ایضا، ص127

[373] ایضاً، ص171

آخری دن پیاری بیٹی فاطمہ سے گفتگو

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سرورِ ہر دو جہاں نے خوب کی

میں تمہارے، تم بنا میرے رہو گی کس طرح

بس یہ صورت ہے کہ مجھ سے آملو گی جلد ہی[374]

چنانچہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی:

عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تُوُفِّيَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ .[375]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ کا وصال ہوا۔

وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بارھویں ایک ماہ کی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

تھی تریسٹھ سال بعد اس ماہ کی پھر بارھویں

جب خدا کے ساتھ وصل سیدِ والا ہوا

اور تاریخیں یہ دونوں پیر ہی کے دن ہوئیں[376]

اس قطعہ میں راجہ رشید محمود صاحب نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اور اس کی تاریخ اور دن بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقتِ وصال جو عمر تھی اسے بھی بیان کیا ہے۔ یعنی ماہِ ربیع الاول کی بارہ کو پیر کے دن تشریف لائے اور اسی ماہ کی بارہ کو پیر ہی کے دن وصال فرمایا۔ اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ برس ہوئی۔

قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں:

"دوشنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا، جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نظارہ پاک کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نتیجہ تھا ملاحظہ فرماتے رہ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک قرآن معلوم ہوتا تھا۔

[374]راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص110

[375]النیشاپوری، ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج3، ص176

[376]راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور، ص111

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شوق و اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ رخ پر نور ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ سمجھے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارداہ نماز میں آنے کا ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے، تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پردہ چھوڑ دیا یہ نماز ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی نے مکمل فرمائی۔ اس کے بعد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔[377]

خلاصہ کلام

راجہ رشید محمود صاحب کی یہ کتاب "سیرت منظوم" کے نام سے اپنی حیثیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے جس طرح قطعات کی صورت میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت کو بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دوسرا یہ کہ اس سیرت منظوم میں بہت ساری کتب احادیث و سیرت کو مد نظر رکھا گیا ہے اور ان میں جو کام نثر کی صورت میں ہے اسے قطعات کی صورت میں سمویا گیا ہے۔ عموماً شاعری اور نظم میں غیر مستند باتیں بھی شامل کر لی جاتی ہیں، لیکن اس سیرت منظوم کی یہ انفرادیت ہے کہ اس میں مستند روایات کو مد نظر رکھ کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت کو مرتب کیا گیا ہے۔

[377] منصور پوری، سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعلمین، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ج 1، ص 239

نتائج وسفارشات

☆ماہنامہ نعت لاہور کا سیرت نگاری کے حوالے سے کام اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔

☆ماہنامہ نعت لاہو، میں سیرت کے مضامین کے حوالے سے اہلِ علم و دانش اور یونیورسٹیز و کالجز کے پروفیسرز حضرات سے علمی استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ماہنامہ نعت، لاہور کے ایڈیٹر خود ایک علم دوست انسان ہیں جنھوں نے سیرت نگاری کے موضوع کو علمی حیثیت سے روشناس کروایا

☆ماہنامہ نعت، لاہور کے مضامین میں محبت و عقیدت اور ادب کے پہلوؤں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا

☆ماہنامہ نعت، لاہور کے سیرت کے باب میں بعض مقامات پر تفردات پائے جاتے ہیں۔

☆ماہنامہ نعت لاہور میں سیرت نگاری کے ذریعے پیغامِ سرور دو عالم ﷺ کو عام کرنے کی ایک خوبصورت سعی و کوشش کی ہے جو قابل تحسین ہے۔

☆ماہنامہ نعت لاہور، میں بعض سیرت کے ایسے پہلوؤں کو بھی تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے جن کا تذکرہ ہمیں بعض سیرت کے کتابوں میں اجمالاً ہوتا ہے۔

☆ماہنامہ نعت لاہور کے سیرت نگاری پر لکھے گئے مضامین کے آخر میں اشاریہ دیا گیا ہے جو کہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بہت فائدہ مند ہیں اور ان کے لیے آسانی کا باعث ہیں۔

☆ماہنامہ نعت کے سیرت نگاری کے حوالے سے مضامین کو اگر الگ سے ایک کتابی شکل دے دی جائے تو سیرت کے حوالے سے ایک خوبصورت گلدستہ تیار ہو سکتا ہے جو اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہو گا

☆ماہنامہ نعت لاہور کے بعض مضامین تحقیقی معیار پر پورا نہیں اترتے لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں تحقیقی معیار پر ترتیب دیا جائے۔

اشاریہ آیات کریمہ

نمبر شمار	آیات کریمہ	صفحہ نمبر
1	ورفعنالك ذكرك	3
2	اليوم اكملت لكم دينكم	8
3	سنعيدها سيرتها الاولىٰ	"
4	فلما قضىٰ موسى الاجل وسار باهله	"
5	اولم يسيروا فى الارض	9
6	وتسير الجبال سيرا	"
7	فاقرءوا ما تيسر من القرآن	"
8	على الكافرين غير يسير	"
9	وانك لعلىٰ خلق عظيم	13
10	لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة	"
11	كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم مالم تكونوا تعلمون۔	14
12	هو الذى ارسل رسوله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون	"
13	وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم	14
14	وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله	15
15	قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم۔	"
16	واتبعوه لعلكم تهتدون	16
17	وانذر عشيرتك الاقربين	58
18	وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علىٰ اعقابكم ومن ينقلب علىٰ عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين	73
19	تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ۝ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ۝ سَيَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚۖ۝ وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۚ۝ فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ۝	93

94	قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ	20
"	وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا 71○	21
"	مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ	22
95	يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○	23
164	لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○١٦٤	24
171	وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○١٠٣	**25**
173	وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○١٢٣	26
175	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ○	**27**

اشاریہ احادیث کریمہ

صفحہ نمبر	احادیث کریمہ	نمبر شمار
3	فمن رغب عن سنتی فلیس منی	1
9	عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر	2
10	وعن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بینما ھو یسیر مع رسول اللہ ﷺ مقفلۃ من حنین	3
"	وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ یا عائشۃ لو شئت سارت معی جبال الذھب	4
"	وانا علی ناضح لنا قد اعیا فلا یکاد یسیر	5
"	قام علی علی المنبر فذکر رسول اللہ ﷺ فقال فقبض رسول اللہ ﷺ واستخلف ابوبکر رضی اللہ عنہ فعمل بعملہ وسار سیرتہ حتیٰ قبضہ اللہ عزوجل علیٰ ذالک ثم استخلف عمر رضی اللہ عنہ علیٰ ذالک فعمل بعملھا وسار سیرتھما حتیٰ قبضہ اللہ علیٰ ذالک۔	6
11	عن ابی وائل قال: قلت لعبد الرحمٰن بن عوف کیف بایعتم عثمان وترکتم علیا۔ قال ماذنبی قد برئت بعلی۔ فقلت ابایعک علیٰ کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ قال: فقال فیما استطعت قال ثم عرضتھا علیٰ عثمان فقبلھا۔	7
48	انہ سئل عن صیام یوم الاثنین فقال ذالک یوم ولدت فیہ وانزلت علیٰ فیہ النبوۃ۔	8
53	ذاک یوم ولدت فیہ	9
57	طبرانی، ابونعیم، خطیب اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے رب نے ایک عزت مجھے بخشی ہے، کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں اور کسی نے میرے پوشیدہ مقام کو نہیں دیکھا۔ ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے	10
57	انبیائے کرام میں سے کوئی نبی نہیں مگر انہیں معجزے عطا فرمائے گئے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ایمان لائیں	11
72	"رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کون	12

	سا دن ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ حرمت والا دن ہے یعنی دس ذوالحجہ ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کونسا شہر ہے ؟انہوں نے عرض کی ۔ بلدِ حرام مکہ مکرمہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کون سا مہینہ ہے تو انہوں نے عرض کی۔ ذوالحجہ المبارکہ آپ ﷺ نے فرمایا یقین رکھو کہ تمہارے اموال ، خون اور عزتیں باہم ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں اور واجب الاحترام جیسے کہ اس دن کی حرمت وعزت۔ اس حرمت والے مہینہ اور عزت وکرامت والے شہر میں ان طیبات کو باربار دہرایا۔ پھر سر اقدس کو آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ ! کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے ؟ تین مرتبہ ان الفاظ کو دہرایا۔ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو یہ احکام پہنچائیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ بعض تم میں سے کوئی شخص میرے بعد دین اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے میرے بعد نعمتِ اسلام اور اخوتِ اسلامیہ کی ناشکر گزاری نہ کرنا اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا۔ باہم جنگ وجدال پر نہ اتر آنا۔	
13	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرنے لیے تیار ہے ؟اس لیے کہ وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کروں "۔ فرمایا "ہاں"۔ ان کے ساتھ حارث بن اوس بھی گئے۔ انہوں نے اسے قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنے آقا ومولا ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ المفضل نے اپنی کتاب (معانی القرآن) میں درج کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی، شاتم مذکور کا سر کاٹ کر ایک ٹوکری میں رکھ کر لائے اور صاحبِ لولاک ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔	72
14	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو سرکار ﷺ ان کے سرہانے آبیٹھے اور فرمایا: "اے میری ماں کے بعد ماں ! اللہ تجھ پر رحم کرے "اور ان کی تعریف کی اور انہیں اپنی چادر میں کفنایا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوایوب	97

	انصاری، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اور ایک سیاہ فام صحابی کو بلایا۔ انہوں نے مل کر قبر کھودی۔"	
15	"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشی مسجد میں مقیم تھا۔ ایک دن حضور ﷺ نے دریافت کیا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بتایا کہ وہ مر گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا اب مجھے ان کی قبر پہ لے چلو۔ حضور ﷺ نے ان کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا فرمائی۔	154
16	إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: «مَا أَجْلَسَكُمْ؟» قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِكَ، قَالَ: «آللَّهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ؟» قَالُوا: آللَّهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَلِكَ، قَالَ: «أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَإِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ»	154
17	اجْتَمَعَ الْمُشْرِكُونَ مِنْ قُرَيْشٍ فَأَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ أَنْ لَا يُجَالِسُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ وَلَا يَدْخُلُوا بُيُوتَهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى الله عليه وآله وَسَلَّمَ لِلْقَتْلِ، وَكَتَبُوا فِي مَكْرِهِمْ صَحِيفَةً وَعُهُودًا وَمَوَاثِيقَ لَا يَقْبَلُوا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ أَبَدًا صُلْحًا وَلَا تَأْخُذُهُمْ بِهِ رَأْفَةٌ حَتَّى يُسْلِمُوهُ لِلْقَتْلِ فَلَبِثَ بَنُو هَاشِمٍ فِي شِعْبِهِمْ يَعْنِي ثَلَاثَ سِنِينَ وَاشْتَدَّ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَالْجَهْدُ، وَقَطَعُوا عَنْهُمُ الْأَسْوَاقَ فَلَا يَتْرُكُوا طَعَامًا يَقْدَمُ مَكَّةَ وَلَا بَيْعًا إِلَّا بَادَرُوهُمْ إِلَيْهِ فَاشْتَرَوْهُ، يُرِيدُونَ بِذَلِكَ أَنْ يُدْرِكُوا سَفْكَ دَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى الله عليه وآله وَسَلَّمَ."	165
18	حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اور سلام کے بعد کہا اے محمد ﷺ! بے شک عاللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، مجھ کو آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تا کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں اخشبین (دو پہاڑوں کی جگہ) کو ان پر الٹ دوں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا "نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔	167
19	وعن سعيد بن المسيب قال: صلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلى بيت المقدس	168

	سبعة عشر شهرا، وصرفت القبلة قبل بدر بشهرين، والثبت عندنا أنها صرفت في الظهر في مسجد القبلتين. وفي رواية أخرى عنه: صلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بعد أن قدم المدينة نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا، ثم حولت القبلة قبل بدر بشهرين.	
20	و أَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ، كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ، فَيَقُولُ: «انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ» قَالَ: وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى القَوْمِ، فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، لاَ تُشْرِفْ، يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ القَوْمِ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ	172
21	إِنَّا يَوْمَ الخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ، فَجَاءُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: هَذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الخَنْدَقِ، فَقَالَ: «أَنَا نَازِلٌ». ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَر	173
22	وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَصَلَ عُثْمَانُ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَظُنُّ عُثْمَانَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَنَحْنُ مَحْصُورُونَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا يَمْنَعُهُ وَقَدْ وَصَلَ إِلَى الْبَيْتِ؟ فَقَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ظَنِّي بِهِ أَلَّا يَطُوفَ حَتّى نَطُوفَ، فَلَمّا رَجَعَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى النّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: اشْتَفَيْتَ مِنَ الْبَيْتِ يَا عَبْدَ اللهِ! قَالَ عُثْمَانُ: بِئْسَ مَا ظَنَنْتُمْ بِي! لَوْ كُنْت بِهَا سَنَةً وَالنّبِيّ مُقِيمٌ بِالْحُدَيْبِيَةِ مَا طُفْت، وَلَقَدْ دَعَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى أَنْ أَطُوفَ فَأَبَيْت ذَلِكَ عَلَيْهَا. فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: لِرَسُولِ اللهِ كَانَ أَعْلَمَنَا بِاَللهِ تَعَالَى وَأَحْسَنِنَا ظَنّا.	175
23	قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تُرَوْنَ أَنِّي فَاعِلٌ فِيكُمْ؟ قَالُوا: خَيْرًا، أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ، قَالَ: اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»	176
24	-اعْبُدُوا رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُم. -أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُؤْمِنِ؟ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ، وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ.	177

	۔أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ الْمُصَلُّونَ مَنْ يُقِيمُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْهِ، وَيَصُومُ رَمَضَانَ، وَيَحْتَسِبُ صَوْمَهُ يَرَى أَنَّهُ عَلَيْهِ حَقٌّ، وَيُعْطِي زَكَاةَ مَالِهِ يَحْتَسِبُهَا، وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ الَّتِي نَهَى اللّٰهُ عَنْهَا ۔ ۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخُ مُسْلِمٍ، الْمُسْلِمُونَ إِخْوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ مِنْ مَالِ أَخِيهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوا، وَلَا تَرْجِعُوا مِنْ بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔	
25	عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تُوُفِّيَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ۔	184

مصادر و مراجع

1۔القرآن الکریم

2۔البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ناشر دار طوق النجاۃ،

3۔الشیبانی، احمد بن محمد، مسند الامام احمد بن حنبل، ناشر مؤسسۃ الرسالہ، 2004

4۔الواقدی، محمد بن عمر بن واقد السھمی، کتاب المغازی، ناشر دارالاعلمی، بیروت،

5۔السمھودی، علی بن عبد اللہ بن احمد، وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ، ناشر دار الکتب العلمیہ، بیروت،

6۔النیشاپوری، ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الایمان، ج1، ص52

7۔القسطلانی، احمد بن محمد بن ابی بکر، المواھب اللدنیہ، مکتبۃ التوفیقیہ القاہرہ، مصر،

8۔ابن ہشام، عبد الملک بن ھشام بن ایوب، السیرۃ النبویہ، محقق: طٰہٰ عبد الرؤف، شرکہ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ،

9۔العسقلانی، حافظ ابن حجر، الاصابہ فی احوال الصحابہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور،

10۔البیہقی، احمد بن حسین بن علی، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت،

11۔اردو دائرۃ المعارف، دانشگاہ پنجاب،

12۔افضال احمد انور، پروفیسر، ماہنامہ "نعت" لاہور کے اولیات و امتیازات، ماہنامہ نعت کے دس سال، اکتوبر 1998ء،

13۔ارمغان حمد، کراچی، نعت نمبر، مئی 2004ء

14۔الابصار، ڈسکہ، نومبر 2003ء

15۔اخبار تحقیق، سہ ماہی، جنوری تا مارچ 2005ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد،

16۔انتخاب نعت، لاہور، حصہ دوم، مارچ 1997،

17۔اقلیم نعت، کراچی، جون 2001ء،

18۔الفاروقی، کشاف اصطلاحات الفنون بحوالہ: السیرۃ العالمی، شمارہ 3، مقالہ نگار: مولانا اکرام اللہ جان قاسمی

19۔انٹرویو راجا رشید محمود، بتاریخ 29 جون 2020ء

20۔انٹرویو شہناز کوثر، بتاریخ 29 جون 2020

21۔بلیاوی، ابوالفضل عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور،

22۔توکلی، نور بخش، سیرت رسول عربی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور،

23۔جبران مسعود، رائد الطلاب، مکتبہ نور،

24۔جہان حمد، مجلہ، کراچی، نعت نمبر 2، معظم علی امجد

25۔دہلوی، شاہ عبد العزیز، عجالہ نافعہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور،

26۔ رازی، محمد بن ابی بکر بن عبد القادر، مختار الصحاح، مکتبہ لبنان،

27۔ روحی البعلبکی و منیر البعلبکی، المورد الوسیط، مترجم پروفیسر عبد الرزاق، دار العلم للمدیین،

28۔ داناپوری، ابوالبرکات عبد الرؤف، اصح السیر، مقدمہ، مکتبہ نورِ معرفت،

29۔ دنیائے نعت، کراچی، اگست 2001ء،

30۔ راجہ رشید محمود، سیرتِ منظوم، مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور،

31۔ سیرت نبوی ﷺ کی ابتدائی کتابیں اور ان کے مؤلفین، جوزف رووئس، مترجم: نثار احمد فاروقی،

32۔ سجاد میرٹھی، قاضی زین العابدین، بیان اللسان (عربی، اردو)، دار الاشاعت، کراچی،

33۔ سفیر نعت، کراچی، صبیح رحمانی نمبر،

34۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور،

35۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، مقدمہ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور،

36۔ صدف اکرم، رسالہ "نعت" کا وضاحتی اشاریہ (مقالہ برائے بی اے آنرز)

37۔ عباس متولی جمادہ، السنۃ النبویۃ و مکانتھا فی التشریع (تقدیم محمد ابو زہرہ) مکتبۃ العلمیہ، بیروت

38۔ کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الاصلاحی (عربی، اردو)، دار الاشاعت، کراچی،

39۔ کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرت مصطفیٰ ﷺ، کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی،

40۔ مولانا سعد حسن خان یوسفی ورفقاء، المنجد (عربی، اردو)، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت،

41۔ محمد ابراہیم انیس ورفقاء، ڈاکٹر، المعجم الوسیط، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

42۔ ماہنامہ فکر و نظر، اپریل 1976ء، ص 82، فن سیرت نگاری پر ایک نظر، مضمون نگار: ڈاکٹر سید عبد اللہ

43۔ مولانا ظہور الباری، تفہیم البخاری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الجہاد،

44۔ محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور

45۔ ماہنامہ نعت لاہور، جون 1994ء،

46۔ مجلہ اوج، لاہور، نعت نمبر 2،

47۔ نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ، کراچی، میرک فیر دا اکیدمی، فروری 2004ء،

48۔ منصور پوری، سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعلمین، اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اردو بازار، لاہور،

49۔ نقوش رسول نمبر، شمارہ 30، مضمون سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول، مضمون نگار قاری محمد طیب

50۔ نقطہ نظر، ششماہی، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، اکتوبر 2004ء تا مارچ 2005ء

51۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، مقدمہ، الفیصل ناشران و تاجران، لاہور